بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

اُردُو

برائے جماعت دہم

PECTAA

Transformation, Innovation and Excellence

پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسسمنٹ اتھارٹی

جملہ حقوق (کاپی رائٹ) بحق پنجاب ایجوکیشن، کریکولم، ٹریننگ اینڈ اسسمنٹ اتھارٹی، لاہور محفوظ ہیں۔
تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی امدادی کتاب، خلاصہ، ماڈل پیپر یا گائیڈ وغیرہ میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

مؤلفین

پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم بزمی
ڈین فیکلٹی آف آرٹس، صدر شعبۂ اُردو
گورنمنٹ گریجویٹ کالج آف سائنس، وحدت روڈ، لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاءاللہ
چیئرمین شعبۂ اُردو
لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد جاوید خان
شعبۂ اُردو
آزاد جموں و کشمیر یونیورسٹی، مظفر آباد

اسفندیار بادینی
ڈائریکٹر ہیومن رائٹس بلوچستان
زرغون روڈ، کوئٹہ

پروفیسر شاہد بلال
صدر شعبۂ اُردو
ملٹری کالج، مری

پروفیسر مشتاق احمد ساقی
صدر شعبۂ اُردو
گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، میرپور آزاد کشمیر

ادارت

محمد اختر ضیا
سینئر ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی سکول 97/6-R، ہارون آباد، بہاول نگر

اراکین ریویو کمیٹی

پروفیسر محمد ظفر الحق چشتی
سابق صدر شعبۂ اُردو، گورنمنٹ ایم اے او کالج، لاہور

ڈاکٹر طارق حبیب
شعبۂ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

ڈاکٹر محمد خاور نوازش
شعبۂ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

پروفیسر محمد اصغر چیمہ
پرنسپل، گورنمنٹ کالج گکھڑ منڈی، ضلع وزیر آباد

محمد زبیر ساہی
سابق ڈائریکٹر، محکمہ خواندگی و غیر رسمی اور بنیادی تعلیم، لاہور

مرید حسین اوجلہ
گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول، جام پور، ضلع راجن پور

محمد ظہیر کاشر ٹو
ماہر مضمون (اُردو) C&C یونٹ، پیکٹا، لاہور

سرفراز احمد فتیانہ
ماہر مضمون (اُردو) C&C یونٹ، پیکٹا، لاہور

ڈاکٹر جمیل الرحمٰن
ڈپٹی ڈائریکٹر (ٹیکنیکل) C&C یونٹ، پیکٹا، لاہور

ٹیکنیکل کمیٹی:
ڈاکٹر اعجاز احمد باجوہ — گورنمنٹ گریجویٹ کالج فار بوائز، ٹاؤن شپ، لاہور
افتخار حسین کاظمی (پرنسپل) — گورنمنٹ ہائی سکول لکھوڈیر، لاہور
ڈاکٹر ہارون میو — گورنمنٹ ہائی سکول، چوہنگ خورد، لاہور

سپیشل کمیٹی:
ڈاکٹر عدنان بشیر — گورنمنٹ گریجویٹ ایم اے او کالج، لاہور
محترمہ شمع ناز (سینئر ہیڈ مسٹریس) — گورنمنٹ گرلز ہائی سکول، پڈھانہ، لاہور
محترمہ مہتاب کرن — گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری سکول، شاہدرہ ٹاؤن لاہور

نگران
ڈاکٹر جمیل الرحمٰن — ڈپٹی ڈائریکٹر (ٹیکنیکل)
سرفراز احمد فتیانہ — ماہر مضمون (اُردو)
محمد ظہیر کاشر ٹو — ماہر مضمون (اُردو)

رابطہ کار:
ڈاکٹر محمد سہیل سرور — ڈپٹی ڈائریکٹر (نصاب)

ڈائریکٹر (C&C) عامر ریاض
ڈپٹی ڈائریکٹر (C-H) صفدر ولید
انچارج آرٹ سیل عائشہ صادق

ڈیزائننگ حافظ انعام الحق
تیار کردہ پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم بزمی

تجرباتی ایڈیشن

حُسنِ ترتیب

حصّہ حمد و نعت

نمبر شمار	عنوان	شاعر	صفحہ نمبر
1	حمد	امیرؔ مینائی	2
2	نعت	ماہرؔ القادری	7

حصّہ نثر

نمبر شمار	عنوان	مصنّف	صفحہ نمبر
3	اخلاقِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم	شبلی نعمانی	12
4	سر سیّد کا بچپن	مولانا الطاف حسین حالیؔ	19
5	مُحسنِ محلّہ	اشفاق احمد	28
6	کفّارہ	منشی پریم چند	35
7	سویرے جو کل آنکھ میری کُھلی	پطرس بخاری	48
8	دوستی کا پھل	شفیع عقیل	57
9	میرا گاؤں	سیّد غلام الثقلین نقوی	66
10	بابل کے کھنڈر	جمیل الدّین عالی	74
11	اولڈ ایج ہوم	میرزا ادیب	83
12	کچھ ذریعۂ تعلیم کے باب میں	ڈاکٹر ابواللّیث صدیقی	101

حصّہ نظم

نمبر شمار	عنوان	شاعر	صفحہ نمبر
13	آدمی نامہ	نظیرؔ اکبر آبادی	108
14	نمودِ صُبح	میر ببر علی انیسؔ	114
15	خِطاب بہ جوانانِ اسلام	علّامہ محمد اقبالؒ	120
16	وغیرہ	انورؔ مسعود	126

حصّہ غزل

نمبر شمار	عنوان	شاعر	صفحہ نمبر
17	بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے	مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ	131
18	اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا	مومن خاں مومنؔ	136
19	ہے مشقِ سخن جاری، چکّی کی مشقت بھی	حسرتؔ موہانی	141
20	یوں کہنے کو پیرایۂ اِظہار بہت ہے	زہرؔا نگاہ	146
	فرہنگ		150
	سوالیہ پرچے کی تیاری بارے ہدایات		157
	ماڈل سوالیہ پرچہ		158

ضروری نوٹ

ہر سبق کے آغاز میں، اس کے مصنف/ شاعر کا مختصر تعارُف دیا گیا ہے، جس کا مقصد صرف پس منظری علم فراہم کرنا ہے۔ یہ تعارُف؛ کسی بھی صورت اور کسی بھی انداز میں، سکول/ کالج اور بورڈ کے کسی ٹیسٹ یا امتحان کے کسی سوال کا حصّہ قطعاً نہیں ہوگا۔

امیرؔ مینائی

(۱۸۲۹ء-۱۹۰۰ء)

منشی امیر مینائی، نصیر الدّین حیدر (شاہِ اَوَدھ) کے عہد میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام مولوی کرم محمد تھا۔ وہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنویؒ کی اولاد سے تھے، اس لیے اپنے نام کے ساتھ ''مینائی'' لکھتے تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم، مفتی سعد اللہ رام پوری سے حاصل کی۔ بعد ازاں تعلیم کی تکمیل کے لیے فرنگی محل کے مدرسے میں داخل ہوئے۔ منشی مظفر علی اسیرؔ سے شاعری میں اصلاح لی۔ کم عمری ہی میں شاعری میں بلند مقام حاصل کر لیا۔ ابھی اُن کی عمر بیس سال تھی کہ نواب واجد علی خاں اخترؔ نے اپنے دربار میں طلب کیا اور کلام سُنا۔ بیالیس سال رام پور کے نواب یوسف علی خاں اور نواب کلبِ علی خاں کے اُستاد رہے۔ آخری زمانے میں نواب مرزا داغؔ نے انھیں حیدر آباد بلوایا، وہاں جاتے ہی بیمار پڑ گئے اور اسی بیماری کے دوران میں وفات پا گئے۔

امیرؔ مینائی کا شمار اپنے عہد کے قادر الکلام شاعروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے تمام اصناف میں شاعری کی مگر غزل اور نعت کی طرف زیادہ رُجحان رہا۔ اُن کی شاعری، زبان و بیاں کی خوبیوں اور فکر و خیال کی رعنائیوں کا مجموعہ ہے۔ ان کی نعتوں میں آوُرد کے مقابلے میں آمد کا رنگ غالب ہے۔ انھوں نے محاورات اور صنائع کو اس عمدگی سے برتا ہے کہ کلام میں کہیں بھی تصنّع پیدا نہیں ہونے دیا۔ انھوں نے الفاظ و تراکیب کا استعمال بھی محتاط ہو کر کیا ہے اور حتّی الامکان سادگی اور روانی کا پہلو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ان کی نعتوں میں درد و اثر اور سوز و گداز کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔

امیرؔ مینائی کی تصانیف میں ''مرآۃ الغیب''، ''صنم خانۂ عشق'' اور ''محامدِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ'' شامل ہیں۔ انھوں نے شاعروں کا ایک تذکرہ ''انتخابِ یادگار'' کے نام سے بھی مرتّب کیا۔ اُن کا ناتمام لغت ''امیرُ اللغات'' ایک اہم علمی کارنامہ مانا جاتا ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

1

حمد

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو حمد یہ ادب سے روشناس کرنا
- شاملِ کتاب حمد کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے آشنا کرنا
- امیرؔ مینائی کی حمد نگاری سے متعارف کرانا
- قلب و نظر میں عظمتِ توحید اور ایمان کی پختگی کا احساس پیدا کرنا
- نظم بہ لحاظ موضوع (حمد، نعت، منقبت اور مناجات) کا تعارف کرانا

دُوسرا کون ہے جہاں تُو ہے
کون جانے تجھے کہاں تُو ہے

لاکھ پردوں میں تُو ہے بے پردہ
سَو نشانوں پہ بے نشاں تُو ہے

تُو ہے خَلوَت میں تُو ہے جَلوَت میں
کہیں پنہاں کہیں عَیاں تُو ہے

نہیں تیرے سِوا یہاں کوئی
میزباں تُو ہے، میہماں[1] تُو ہے

نہ مکاں میں نہ لامکاں میں کچھ
جلوہ فرما یہاں وہاں تُو ہے

رنگ تیرا چمن میں بُو تیری
خُوب دیکھا تو باغباں تُو ہے

محرمِ راز تو بہت ہیں امیرؔ
جس کو کہتے ہیں رازداں تُو ہے

(صنم خانۂ عشق)

(1) ضرورتِ شعری کے تحت لفظ ''مہماں'' کو ''میہماں'' لکھا گیا ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 ''حمد'' کے متن کو مدِنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i شاعر نے کس شعر میں استفہامیہ انداز اپنایا ہے؟ شعر کی نشان دہی کریں۔

ii ''لاکھ پردوں میں تُو ہے بے پردہ'' کا مطلب واضح کریں۔

iii ''حمد'' کے مطلع کے خیال کی کوئی اور مثال پیش کریں۔

iv شاعر نے چھٹے شعر میں کس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو باغ، چمن اور رنگ و بُو سے جوڑا ہے؟

v شاعر کا حمد کہنے کا انداز کتنا مؤثر ہے؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i زیرِ نظر ''حمد'' کے شاعر کا نام ہے:

(الف) علّامہ محمد اقبالؒ (ب) حفیظ جالندھری (ج) ماہر القادری (د) امیرؔ مینائی

ii ''تُو ہے خلوت میں تُو ہے جلوت میں'' کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ:

(الف) صرف خلوت میں ملتا ہے (ب) جلوت میں نظر آتا ہے

(ج) جنگلوں اور بیابانوں میں موجود ہے (د) ہر جگہ موجود ہے

iii ''میزباں'' اور ''میہماں'' دونوں الفاظ ہیں:

(الف) مترادف (ب) متضاد (ج) متشابہ (د) متجانس

iv لفظ ''لامکاں'' میں ''لا'' قواعد کی رُو سے ہے:

(الف) سابقہ (ب) لاحقہ (ج) حرفِ نفی (د) حرفِ ایجاب

v ''رنگ، چمن، بُو اور باغباں'' کے الفاظ شعری صنعت سے تعلق رکھتے ہیں:

(الف) صنعتِ تکرار سے (ب) صنعتِ تلمیح سے

(ج) صنعتِ مراعات النظیر سے (د) صنعتِ مبالغہ سے

3 درج ذیل شعر کی تشریح متعلقہ حوالوں کی مدد سے کریں تاکہ شعر کی فکری اور فنّی معنویت کھل جائے:

لاکھ پردوں میں تُو ہے بے پردہ
سَو نشانوں پہ بے نشاں تُو ہے

NOT FOR SALE-PESRP

4. ''حمد'' کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

5. نظم ''حمد'' کا بغور مطالعہ کریں اور اس کا مرکزی خیال لکھیں۔

6. ''حمد'' میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی کن کن صفات کا ذکر کیا ہے؟

7. ''حمد'' کے تقاضے مدِنظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ ہم ذاتِ باری تعالیٰ کی مہربانیوں کا شکر کیسے ادا کر سکتے ہیں؟

8. درج ذیل الفاظ پر اِعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

خلوت	جلوت	پنہاں	چمن	خوب

9. کالم ''الف'' میں دیے گئے الفاظ کو کالم ''ب'' کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم ''الف''	کالم ''ب''
خلوت	میہماں
میزباں	لامکاں
مکاں	بے نشاں
پنہاں	جلوت
نشاں	عیاں

حمد، نعت، منقبت اور مُناجات

حمد حمد، عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی تعریف کرنا ہے۔ اصطلاح میں حمد سے مراد وہ نظم ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ثنا کی گئی ہو۔ حمد، شاعری کی نہایت معتبر صنف ہے، مثلاً:

دوسرا کون ہے، جہاں تُو ہے
کون جانے تجھے، کہاں تُو ہے

(امیر مینائی)

NOT FOR SALE-PESRP

نعت نعت کالفظی معنی بھی تعریف ہے لیکن اصطلاح میں اس سے مراد وہ نظم ہے، جس میں حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تعریف کی گئی ہو۔ نعت ایک مُعتبر صنفِ شاعری ہے، مثلاً:

وہ شمع اُجالا، جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
(مولانا ظفر علی خاں)

منقبت منقبت، عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لفظی معنی تعریف، ذاتی خوبی، خاندانی فضیلت و برتری وغیرہ کے ہیں۔ منقبت میں اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنھم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم، اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے اوصاف بیان کیے جاتے ہیں، مثلاً:

دنیا کو یاد آج بھی جرأت علیؓ کی ہے
جس کا نہیں جواب وہ ہمّت علیؓ کی ہے
(اویس علی جعفری)

مُناجات مُناجات دراصل حمد ہی کا دوسرا نام ہے۔ حمد میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہوتی ہے، جب کہ مناجات میں شاعر دعائیہ یا التجائیہ انداز اختیار کرتے ہوئے اپنے رب سے کچھ طلب کرتا ہے، مثلاً:

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے جو رُوح کو تڑپا دے
(علامہ محمد اقبالؒ)

سرگرمیاں برائے طلبہ

- سمعی و بصری ذرائع سے امیرؔ مینائی کا حمدیہ کلام سنیں اور دوستوں کو سنائیں۔
- زیرِ نظر حمد کی درست آہنگ کے ساتھ بلند خوانی کریں۔
- حمد کو چارٹ پر خوش خط لکھیں اور جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔
- حمدیہ اشعار تخلیق کرنے کی کوشش کریں۔
- امیرؔ مینائی کے شعری مجموعے سے کوئی اور حمد منتخب کر کے اپنی کاپیوں پر نقل کریں، نیز اسے درست لب و لہجے اور آہنگ سے ادا کرنے کی کوشش کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو حمدیہ ادب سے آگاہ کریں۔
- مختلف شعری اصناف کے بارے میں بتائیں۔
- طلبہ کو مشاہدۂ کائنات پر ابھاریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا احساس اپنے دلوں میں جاگزیں کر سکیں۔
- طلبہ کو اشعار کی تشریح (فکری و فنی حوالے سے) کا طریق کار سمجھائیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

ماہرؔالقادری

(۱۹۰۶ء۔۱۹۷۸ء)

ماہرُ القادری کا اصل نام منظور حسین اور ماہرؔ تخلّص ہے۔ وہ ۳۰۔ جولائی ۱۹۰۶ء کو ضلع بلند شہر (یو۔ پی، بھارت) کے ایک قصبہ کیسر کلاں میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد معشوق علی ہے۔

ماہرُ القادری نے قرآنِ حکیم اور اُردو کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب سے حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء میں اُنھوں نے میٹرک کا امتحان مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پاس کیا۔ انھوں نے ۱۹۲۹ء میں حیدر آباد دکن کے محکمہ ڈاک میں ملازمت حاصل کی۔ وہ حیدر آباد دکن میں کم و بیش پندرہ برس تک مقیم رہے۔ ۱۹۴۴ء میں بمبئی منتقل ہو گئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اپریل ۱۹۴۹ء کو ماہر القادری نے ماہنامہ ''فاران'' کا اجرا کیا، جو بڑی پابندی کے ساتھ ۲۹ برس تک شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۵۲ء میں ماہر صاحب نے حج کے مشاہدات و تاثرات پر'' کاروانِ حجاز'' کے نام سے کتاب تحریر کی۔

ماہرُ القادری کی کتب درج ذیل ہیں:

(۱) ظہورِ قُدسی (نعتیہ مجموعہ) (۲) محسوساتِ ماہرؔ (۳) نغماتِ ماہرؔ

(۴) ذکرِ جمیل (۵) فردوس (۶) جذباتِ ماہرؔ

(۷) آتشِ خاموش (۸) دُرِّ یتیم (۹) یادِ رفتگاں

(۱۰) کلیاتِ ماہر القادری

مجموعی اعتبار سے ماہرؔ کی صحت عمر بھر قابلِ رشک رہی، آخری چند سال وہ عارضۂ قلب میں مبتلا رہے اور ۷۲ برس کی عمر میں ۱۹۷۸ء میں وفات پا گئے۔

ماہرُ القادری کے نعتیہ کلام کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کی نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے والہانہ محبت اور گہری عقیدت ہے جو اُن کے اشعار میں جھلکتی ہے۔ ان کا اُسلوب نہایت سادہ، رواں اور دل نشیں ہے۔ ان کی نعتیں روحانی کیفیات سے بھرپور ہوتی ہیں اور سننے یا پڑھنے والے کو ایک وجدانی احساس عطا کرتی ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

2

نعت

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو نعت کے لغوی، اصطلاحی مفہوم اور روایت وارتقا کے بارے میں آگاہ کرنا
- طلبہ میں قرآن وسنت کی اہمیت اور اطاعتِ الٰہی، اطاعتِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ذوق پیدا کرنا
- طلبہ میں نعت گوئی اور نعت خوانی کا عمدہ ذوق پیدا کرنا
- نظم کی اقسام اور مصرع، شعر، قافیہ اور ردیف کے بارے میں طلبہ کو بتانا

رسولِ مجتبیٰؐ کہیے ، محمدؐ مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں ، پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اِصرار ختم الانبیاؐ کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

جب اُنؐ کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب اُنؐ کا نام آئے مرحبا صلِّ علیٰ کہیے

مِرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جِس کو مغفرت کا راستا کہیے

محمدؐ کی نبوّت دائرہ ہے نورِ وحدت کا
اِسی کو اِبتدا کہیے ، اِسی کو انتہا کہیے

غبارِ راہِ طیبہ سُرمۂ چشمِ بصارت ہے
یہی وہ خاک ہے جِس خاک کو خاکِ شِفا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رُکتے
مِری آنکھوں کو ماہرؔ چشمۂ آبِ بقا کہیے

(کلیاتِ ماہر القادری)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 "نعت" کے متن کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) "نعت" کس زبان کا لفظ ہے؟ اصطلاح میں "نعت" سے کیا مراد لی جاتی ہے؟

(ii) شاعر کے نزدیک "شریعت" اور "محبت" کے تقاضے کیا ہیں؟

(iii) "سراپا گوش ہونا" کا مطلب کیا ہے؟ اس کی مثال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی سیرت سے پیش کریں۔

(iv) "چشمۂ آبِ بقا" ایک تلمیح ہے، اس کی وضاحت کریں۔

(v) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا نامِ نامی سننے پر ایک مسلمان کو کیا کہنا چاہیے؟

2 ماہر القادری نے اس "نعت" میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لیے کون سے القاب استعمال کیے ہیں؟ فہرست بنائیں۔

3 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) "نعت" میں ردیف ہے:

(الف) کہیے (ب) کیا کہیے (ج) آبِ بقا کہیے (د) خاکِ شفا کہیے

(ii) شاعر کے نزدیک مکمل خاموشی اختیار کریں جب اُن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا:

(الف) نام آئے (ب) ذکر آئے (ج) خیال آئے (د) خواب آئے

(iii) "مجتبیٰ" اور "مصطفیٰ" کے الفاظ سرکارِ دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہیں:

(الف) کُنیت (ب) القاب (ج) خطاب (د) اعزاز

(iv) "خاک" کا لفظ نعت میں آیا ہے:

(الف) ایک مرتبہ (ب) دو مرتبہ (ج) تین مرتبہ (د) چار مرتبہ

(v) "نعت" کے مقطع میں شاعر کی آنکھوں میں آنسو نہ رکنے کا سبب ہے:

(الف) شہرِ مکہ کی یاد (ب) شہرِ مدینہ کی یاد (ج) راہِ طیبہ کی یاد (د) خاکِ نجف کی یاد

4 شاملِ کتاب "نعت" کے چھٹے شعر کا موازنہ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل شعر سے کریں:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

NOT FOR SALE-PESRP

5 جماعت میں نعت کے مصرع ''اسی کو ابتدا کہیے، اسی کو انتہا کہیے'' پر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی روشنی میں گفت گو کریں:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طٰہٰ

6 نعت میں برتے جانے والے قوافی لکھیں۔

7 نعت کے نکات پر غور کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

8 مناسب الفاظ کی مدد سے نعت کے مصرعے مکمل کریں: (مغفرت، راہِ طیبہ، محبوبِ خدا، مرحبا، سراپا گوش)

i محبت کا تقاضا ہے کہ ________ کہیے
ii جب اُن کا ذکر ہو دنیا ________ ہو جائے
iii جب اُن کا نام آئے ________ صلِ علیٰ کہیے
iv یہ وہ منزل ہے جس کو ________ کا راستا کہیے
v غبارِ ________ سرمۂ چشمِ بصارت ہے

9 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

شریعت	محبت	مغفرت	وحدت	شفا	منزل

نظم کی اقسام

نظم کو عام طور پر درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- پابند نظم
- معرّا نظم
- آزاد نظم
- نثری نظم

ہم یہاں پابند نظم پر بات کریں گے۔ پابند نظم میں اوزان و بحور کے ساتھ ساتھ قافیہ اور ردیف کی پابندی کی جاتی ہے اور یہ کسی مروّجہ ہیئت مثلاً مخمّس، مسدّس وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہے۔ نصاب میں مصرع، شعر، قافیہ اور ردیف کی شناخت کرنا شامل ہے۔ آیئے! ان چاروں شعری اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہیں:

مصرع عربی زبان میں مصرع کے لغوی معنی دروازے کا ایک تختہ کے ہیں، جسے اُردو میں کواڑ کہتے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں آدھا شعر یا شعر کا نصف حصّہ ''مصرع'' کہلاتا ہے، جیسے:

ابنِ مریمؑ ہُوا کرے کوئی

یاد رہے، دو مصرعے مل کر ایک شعر بناتے ہیں جیسے:

NOT FOR SALE-PESRP

ابنِ	مریمؑ	ہُوا	کرے	کوئی	
میرے	دکھ	کی	دوا	کرے	کوئی

شعر مقررہ وزن اور بحر میں لکھی ہوئی تحریر شعر کہلاتی ہے۔ ایک شعر میں دو مصرعے ہوتے ہیں۔ پہلے مصرعے کو مصرعِ اُولیٰ اور دوسرے کو مصرعِ ثانی کہتے ہیں، جیسے:

> ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
> اب ٹھیرتی[1] ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

قافیہ شاعری میں قافیوں سے مُراد شعر کے آخر میں آنے والے ہم آواز الفاظ ہیں جو، ہر شعر میں بدل بدل کر لائے جاتے ہیں، مثلاً:

> ہستی اپنی حباب کی سی ہے
> یہ نمائش سراب کی سی ہے

اس شعر میں ''حباب'' اور ''سراب'' قافیہ ہیں۔

ردیف شعری اصطلاح میں ردیف سے مراد وہ لفظ یا الفاظ ہیں جو قافیہ کے بعد بار بار آئیں، چوں کہ ردیف کے عربی زبان میں لغوی معنی سوار کے پیچھے بیٹھنے والی سواری کے ہیں اور ردیف کے الفاظ بھی ہمیشہ قافیہ کے بعد آتے ہیں، اس لیے اسی مناسبت سے انھیں ردیف کہا جاتا ہے، جیسے:

> پتّا پتّا، بُوٹا بُوٹا، حال ہمارا جانے ہے
> جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

میر تقی میرؔ کے اس شعر میں ''جانے ہے'' کے الفاظ بطور ردیف استعمال ہوئے ہیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- خوش الحان طلبہ نعت تیار کر کے جماعت اور اسمبلی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔
- اپنی پسندیدہ نعت بیاض میں خوش خط تحریر کریں۔
- کمپیوٹر/انٹرنیٹ سے خوب صورت نعتیں ڈاؤن لوڈ کریں اور اپنے طالب علم ساتھیوں کو سنائیں۔
- نعت میں استعمال ہونے والے عربی اور فارسی زبان کے الفاظ و تراکیب کی الگ الگ فہرست تیار کریں اور لُغات سے ان کے معانی بھی تلاش کریں۔
- ماہر القادری نے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔ آپ بھی کسی خوش الحان طالب علم کی زبانی یہ نعت سنیں اور آدابِ محفلِ نعت کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو نعت کے لفظی اور فکری مطالب سے آگاہ کریں۔
- طلبہ کو صنفِ نعت کے علمی، ادبی تقاضوں اور نزاکتوں کے بارے میں بتائیں۔
- طلبہ کے دلوں میں عشقِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حقیقی تقاضے جاگزیں کریں۔

[1] ٹھہرتی کو ضرورتِ شعری کے تحت ''ٹھیرتی'' لکھا گیا ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

شبلی نعمانی

(۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء)

شبلی نعمانی قصبہ بندول ضلع اعظم گڑھ، ہندوستان میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ حبیب اللہ وکیل تھے۔ شبلی نے بھی کچھ عرصہ وکالت کی، پھر علی گڑھ کالج میں فارسی کے اُستاد مقرر ہو گئے۔ وہاں انھیں سر سیّد احمد خاں، حالیؔ، محسن الملک اور پروفیسر نکلسن آرنلڈ کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ۱۸۹۲ء میں آرنلڈ کے ساتھ شبلی نے مصر، شام، قسطنطنیہ اور دوسرے اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ سر سیّد کی وفات (۱۸۹۸ء) کے بعد، علی گڑھ کالج سے استعفیٰ دے کر، اعظم گڑھ چلے گئے۔ پھر حیدر آباد دکن کے دائرۃ المعارف کی نظامت کا عہدہ سنبھالا۔ اسی دوران میں ان کی کوشش سے لکھنؤ میں ''ندوۃُ العلما'' کا قیام عمل میں آیا۔ اخیر عمر میں اعظم گڑھ میں انھوں نے ایک عظیم ادارہ ''دار المصنّفین'' قائم کیا، جو آج بھی کام کر رہا ہے۔

شبلی نعمانی شاعر بھی تھے لیکن ان کی شہرت کا مدار زیادہ تر اُن کی نثر پر ہے۔ ان کا شمار اردو کے بڑے نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔

شبلی نے اگرچہ متنوّع موضوعات مثلاً: تاریخ، تنقید، سوانح، سیرت، تذکرہ، ادب، معاشرت، عقائد، تصوّف اور سیاست پر قلم اٹھایا، مگر ان کے طرزِ اظہار میں ادبیت کی شان موجود ہے۔ جوشِ بیان، ایجاز و اختصار، روانی و برجستگی، محققانہ انداز، غنائیت اور شعریت ان کے اسلوبِ بیان کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ شبلی کی تمام ادبی کاوشوں سے قطع نظر، ان کا سب سے بڑا ادبی کارنامہ سیرۃ النبیؐ ہے۔

شبلی کی متعدد تصانیف ہیں۔ اہم تصانیف میں: ''شعر العجم'' (پانچ جلدیں)، ''الفاروقؓ''، ''المامون''، ''سیرۃ النعمان''، ''الغزالی''، ''سوانحِ مولانا روم'' اور ''سفر نامۂ روم و مصر و شام'' وغیرہ شامل ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

3

اخلاقِ نبوی خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو سیرتِ طیبہؐ سے روشناس کرانا
- اسلامی اخلاقیات کی بنیادی قدروں سے آگاہ کرنا
- طلبہ میں رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے علمی اور تحقیقی رجحان پیدا کرنا
- شبلی نعمانیؒ کی سیرت نگاری کی امتیازی خصوصیات کے بارے میں بتانا
- طلبہ کو قواعدِ انشا (جمع سالم، جمع مکسر، جمع الجمع اور مضمون نویسی) کے بارے میں بتانا

اس سے پہلے کہ حضورِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے اخلاقِ مبارکہ کے جزئی اور تفصیلی واقعات لکھے جائیں، ان صاحبوں کے بیانات زیرِ تحریر آتے ہیں، جنھوں نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں سالہا سال اور مدت ہائے دراز بسر کی ہیں اور جو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق و عادات کے دفتر کے ایک ایک حرف سے واقف تھے۔ انسان کے حالات کا واقفِ کار اُس کی رفیقۂ حیات سے بڑھ کر دنیا میں کون ہوسکتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو نبوّت سے پہلے اور نبوّت کے بعد ۲۵ برس تک آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی خدمتِ زوجیت میں رہی تھیں، زمانۂ آغازِ وحی میں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو ان الفاظ میں تسلّی دیتی تھیں:

"ہرگز نہیں! خدا کی قسم، خدا آپ کو کبھی غمگین نہ کرے گا، آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں، غریبوں کی اِعانت کرتے ہیں، مہمان کی ضیافت کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔"

امّہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر کسی نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے اوصاف تفصیل سے نہیں بیان کیے ہیں، فرماتی ہیں:

"حضورِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی عادت کسی کو بُرا بھلا کہنے کی نہ تھی، بُرائی کے بدلے میں بُرائی نہیں کرتے تھے، بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں جو، آسان ہوتی، اُس کو اختیار فرماتے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا لیکن جو احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کرتا خدا اُس سے انتقام لیتا تھا (یعنی خدا کی طرف سے بمو جب احکامِ ربّانی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اس پر حد جاری فرماتے تھے)۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے کبھی کسی غلام کو، لونڈی کو، کسی عورت کو، خادم کو، جانور کو اپنے ہاتھ

NOT FOR SALE-PESRP

سے نہیں مارا۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے کبھی کسی کی کوئی درخواست رد نہیں فرمائی ، لیکن یہ کہ وہ نا جائز ہو۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم جب گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خنداں، ہنستے اور مسکراتے ہوئے۔ دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے، باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح فرماتے تھے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضورِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اور آغازِ نبوت سے آخر عمر تک، کم از کم ۲۳ برس آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی خدمت کی، سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی نسبت سے سوال کیا گیا تو فرمایا:

'' آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم خندہ جبین، نرم خُو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ کوئی بُرا کلمہ منھ سے کبھی نہیں نکالتے تھے، عیب جُو نہ تھے۔ کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو ناپسند ہوتی تو اس سے اِغماض فرماتے تھے، کوئی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اس کی امید رکھتا تو نہ اس کو مایوس کرتے اور نہ منظوری ظاہر فرماتے تھے، (یعنی صراحتاً انکار و تردید نہیں کرتے ، بلکہ خاموش رہتے تھے، اور مزاج شناس آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے تیور سے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا مقصد سمجھ جاتے تھے۔) اپنے نفس سے تین چیزیں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے بالکل دور کر دی تھیں: بحث و مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے، کسی کو برا نہیں کہتے تھے، کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے، کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی باتیں کرتے تھے، جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔ جب آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کلام کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرح خاموش ہو کر اور سر جُھکا کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم چپ ہو جاتے تو پھر وہ آپس میں بات چیت کرتے ۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک وہ بات ختم نہ کر لیتا ، چُپ چاپ سنا کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم بھی مسکرا دیتے۔ جن پر لوگ تعجب کرتے، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم بھی کرتے، کوئی باہر کا آدمی اگر بے باکی سے گفت گو کرتا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تحمل فرماتے، دوسروں کے منھ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے احسان و انعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرماتے۔ جب تک بولنے والا خود چُپ نہ ہو جاتا، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے۔ نہایت فیّاض، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی دفعتاً آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا، لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے محبت کرنے لگتا۔''

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو گویا حضورِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے آغوش پروردہ تھے، وہ بیان کرتے ہیں:

'' آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نرم خُو تھے، سخت مزاج نہ تھے، کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہارِ شکر فرماتے تھے، کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے۔ کھانا، جس قسم کا سامنے آتا تناول فرماتے اور اس کو برا بھلا نہ کہتے۔ کوئی اگر کسی امرِ حق کی مخالفت کرتا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو غصہ آجاتا اور اس کی پوری حمایت کرتے ، لیکن خود اپنے ذاتی معاملہ پر کبھی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو غصہ نہیں آیا اور نہ کسی سے انتقام لیا۔''

(سیرت النبیؐ، جِلد دوم)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 سبق ''اخلاقِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم'' کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں:

(i) سبق کے متن کے مطابق کن شخصیات نے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کی گواہی دی ہے؟ ان کے نام بتائیں۔

(ii) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کن الفاظ میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تسلّی دی؟

(iii) رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا انداز کیا ہوتا؟

(iv) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے حُسنِ اخلاق کے بارے میں جو کچھ بیان کیا، ان میں سے تین خوبیوں کا ذکر کریں۔

(v) نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ''آدابِ گفت گو''، ''آدابِ طعام'' اور ''آدابِ مجلس'' کے بارے میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کن لفظوں میں بیان کیا؟

2 درست جواب کا انتخاب کریں:

(i) کوئی باہر کا آدمی اگر بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم:

(الف) پُرسکون رہتے (ب) تحمل فرماتے (ج) خاموش رہتے (د) اِغماض فرماتے

(ii) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمتِ زوجیت میں رہیں:

(الف) پندرہ سال (ب) بیس سال (ج) پچیس سال (د) تیس سال

(iii) اگر کوئی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتا تو:

(الف) مسکرادیتے (ب) قبول فرماتے (ج) خوش ہوتے (د) دُعا دیتے

(iv) جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو اس بات کو اختیار فرماتے جو:

(الف) سادہ ہوتی (ب) آسان ہوتی (ج) فائدہ مند ہوتی (د) پُرلطف ہوتی

(v) اگر کوئی دفعتاً آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھتا تو ہوجاتا:

(الف) مانوس (ب) مرعوب (ج) حیران (د) گرفتارِ محبت

3 سبق ''اخلاقِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم'' کا خلاصہ تحریر کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

4 مناسب الفاظ کی مدد سے جملے مکمل کریں:

مہربان طبع | لعنت | غمگین | بُرا بھلا | ٹوہ

i. ہرگز نہیں! خدا کی قسم، خدا آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کبھی ________ نہ کرے گا۔

ii. آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر ________ نہیں کی۔

iii. حضورِ اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عادت کسی کو ________ کہنے کی نہ تھی۔

iv. آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم خندہ جبین، نرم خُو اور ________ تھے۔

v. کسی کے اندرونی حالات کی ________ میں نہیں رہتے تھے۔

5 درج ذیل پیراگراف کی تشریح کریں:

اپنے نفس سے تین چیزیں آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بالکل دور کر دی تھیں: بحث و مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے: کسی کو بُرا نہیں کہتے تھے، کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے، کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔

6 درج ذیل الفاظ و تراکیب کے معانی لغت سے تلاش کر کے اپنی کاپیوں میں لکھیں:

اخلاقِ مبارکہ | خدمتِ زوجیت | امّہات المومنین | احکامِ الٰہی | خندہ جبیں

تیور | صراحتاً | راست گو | تحمّل | کلام کرنا

7 کالم "الف" میں دیے گئے الفاظ کو کالم "ب" کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم "الف"	کالم "ب"
تربیّت	پرورده
آغوش	انعام
احسان	گو
راست	حق
امرِ	رحمی
صلہ	یافتہ

NOT FOR SALE-PESRP

8 تھیسارس میں سے درج ذیل الفاظ کے مترادفات تلاش کریں:

واقف	ضیافت	درخواست	عیب	تناول
حمایت	آغاز	خندہ	ٹوہ	محبّت

9 اِعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں:

اعانت — خندہ — وصف — طبع — مرعوب — خوش صحبت

10 درج ذیل کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

بسر کرنا — مزاج شناسی — بحث و مباحثہ — بُرا کلمہ — آشنا ہونا

جمع سالم، جمع مکسّر، جمع الجمع

جمع سالم جب کسی واحد سے جمع بنائی جائے اور واحد کی اصل صورت قائم رہے تو ایسی جمع کو جمع سالم کہتے ہیں۔ جیسے:

- باغ سے باغات
- مکان سے مکانات
- کاغذ سے کاغذات

جمع مکسّر یا غیر سالم ایسی جمع جس میں واحد کی اصل صورت قائم نہیں رہتی، مثلاً: کتاب سے کتب، امّت سے امم وغیرہ۔

جمع الجمع بعض الفاظ ایسے ہیں، جن کی جمع بنا کر دوبارہ پھر جمع بنالی جاتی ہے۔ جمع کی ایسی صورت کو ''جمع الجمع'' کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

واحد	جمع	جمع الجمع
خبر	اخبار	اخبارات
لقب	القاب	القابات
جوہر	جواہر	جواہرات
اکبر	اکابر	اکابرین

11 درج ذیل میں سے جمع سالم، جمع مکسر اور جمع الجمع الگ الگ کریں اور ان کے واحد بھی لکھیں:

حاضرین	وجوہات	ابواب	جرائم	کاتبین	احکامات
آفاق	مجاہدین	عجائبات	کتب	ناظرین	حادثات

NOT FOR SALE-PESRP

مضمون نویسی

مضمون کا لفظ اپنی اصل کے اعتبار سے عربی ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: ضمن میں لیا ہوا۔ کسی مقررہ موضوع پر اپنے خیالات، جذبات، تاثرات کا تحریری اظہار، مضمون کہلاتا ہے۔ دنیا کے ہر معاملے، مسئلے یا موضوع پر مضمون قلم بند کیا جا سکتا ہے۔ مضمون کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

- مضمون کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے۔
- سب سے پہلے موضوع کا تعارف کرایا جاتا ہے۔
- موضوع کی وضاحت کی جاتی ہے اور آخر میں بحث کا نتیجہ پیش کیا جاتا ہے۔
- مضمون میں موضوع کے چیدہ چیدہ پہلوؤں پر دل چسپ پیرائے میں اظہارِ خیال کیا جاتا ہے۔

مضمون کی اقسام

مضمون کی کئی قسمیں ہیں، مثلاً: علمی، تاریخی، تنقیدی، سوانحی، فلسفیانہ، سائنسی، اِصلاحی، مذہبی اور ادبی وغیرہ۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- علما اور دانش وروں سے ''اخلاقِ نبویؐ'' کے موضوع پر گفت گو سنیں اور رپورٹ تیار کریں۔
- طلبہ ہفتہ وار ایک اخلاقی صفت اور خوبی (مثلاً: سچ بولنا، لوگوں کی مدد کرنا وغیرہ) پر عمل کریں اور اپنا تجربہ دوستوں سے بیان کریں۔
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کی روشنی میں اطاعتِ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم، ادب بارگاہِ رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی متانت و سنجیدگی پر باہم گفت گو کریں۔
- سیرت النبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی کوئی اور کتاب لائبریری سے لے کر پڑھیں اور دوستوں سے اظہارِ رائے کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو سبق ''اخلاقِ نبویؐ'' کے مشکل متن اور تاریخی واقعات سہل اور واضح انداز میں سمجھائیں۔
- ''اخلاقِ نبویؐ'' کے اصولوں کو طلبہ کی عملی زندگی سے جوڑ کر بیان کریں۔
- اخلاقِ نبویؐ کے نمایاں پہلوؤں کو عملی زندگی کے حوالے سے بیان کریں۔
- سبق کی تدریس کے دوران کتاب کے علاوہ دیگر سمعی و بصری معاونات کا بھی استعمال کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

مولانا اَلطاف حُسین حالیؔ

(۱۸۳۷ء - ۱۹۱۴ء)

مولانا الطاف حسین حالیؔ پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ان کے اجداد غیاث الدّین بلبن کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ نو برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ بھائیوں نے پرورش کی۔ تعلیم کی تکمیل دہلی کے علما کی صُحبت میں ہوئی۔ غالبؔ اور شیفتہ کی صُحبت سے بطورِ خاص فیض یاب ہوئے۔ سرسیّد سے بھی تعلقِ خاطر قائم ہوا۔ شیفتہؔ اور غالبؔ کے انتقال کے بعد لاہور آئے اور یہاں پنجاب بک ڈپو میں ملازمت کر لی۔ یہیں وہ انگریزی ادبیات سے متعارف ہوئے۔ جدید طرز کی نظمیں لکھیں اور اردو شاعری کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ ۱۸۸۷ء میں سرکارِ حیدر آباد سے سو روپیا ماہوار وظیفہ مقرر ہو گیا، تو ملازمت ترک کر کے باقی عمر تصنیف و تالیف میں بسر کر دی۔

حالیؔ کے اسلوبِ بیان کی سب سے نمایاں خوبی مدّعا نگاری ہے۔ حالیؔ کی غرض، اپنے مضمون کو ادا کرنے اور مطالب کو وضاحت سے پیش کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ ان کی نثری تحریروں میں اعتدال و توازن کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ بے جا اختصار اور بے جا طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے، عبارت کو دل کش، سادہ اور مدلّل بنانے میں، حالیؔ اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ ہر بات کو سنجیدگی اور عقلیت کے ترازو میں تولتے ہیں، تخیّل اور جذبات سے دور رہتے ہوئے اپنے خیالات اور حقائق کو قاری تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رشید احمد صدیقی نے حالیؔ کے نثری اُسلوب کو اُردو نثر کا معیاری اُسلوب قرار دیا ہے۔

وہ سوانح نگار، مضمون نگار اور نقاد ہیں۔ سرسیّد احمد خاں کے قریبی اور با اعتماد ساتھیوں میں رہے۔ ان کی مشہور کتابوں میں ''حیاتِ جاوید''، ''یادگارِ غالب''، ''حیاتِ سعدیؒ''، ''مقدمۂ شعر و شاعری'' اور ''مد و جزرِ اسلام'' شامل ہیں۔ آخر الذکر کتاب یعنی مد و جزرِ اسلام ''مسدّسِ حالیؔ'' کے نام سے بے حد مقبول ہوئی۔ ''مقدمۂ شعر و شاعری'' (جو دراصل ان کے دیوان کا طویل دیباچہ ہے) جدید اردو تنقید کا نقطۂ آغاز تصوّر کیا جاتا ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

4

سرسیّدکا بچپن

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو سرسیّد احمد خاں کی ابتدائی زندگی اور بچپن کے اہم واقعات سے روشناس کرانا
- سرسیّد کے خاندانی پس منظر، تعلیمی ماحول اور شخصیت پر پڑنے والے اثرات کو سمجھنا
- سرسیّد کے بچپن کے تجربات کا موجودہ دور کے تعلیمی اور سماجی حالات سے موازنہ کرنا
- طلبہ میں تاریخی شخصیات کی سوانح عمری پڑھنے اور تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا

سرسیّد کے پیدا ہونے سے پہلے، ان کی بہن صفیۃ النسا بیگم اور ان کے بھائی سیّد محمد خاں پیدا ہو چکے تھے۔ سیّد محمد خاں کی ولادت کے بعد، چھے برس تک ان کے والدین کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا، اس لیے سیّد احمد خاں کے پیدا ہونے کی ان کو نہایت خوشی ہوئی۔ وہ اپنے خاندان کے اکثر بچوں کی نسبت زیادہ قوی اور توانا اور ہاتھ پاؤں سے تن درست پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنی ماں کی زبانی بیان کرتے تھے کہ جب اُن کے نانا دوسری بار کلکتہ سے دِلّی میں آئے اور ان کو پہلی ہی بار دیکھا تو یہ کہا کہ ''یہ تو ہمارے گھر میں جاٹ پیدا ہوا ہے۔''

سرسیّد کے بیان سے مفہوم ہوتا تھا کہ اُن کے بچپن میں جسمانی صحت اور فزیکل قابلیت کے سوا کوئی ایسی خصوصیت، جس سے ان کے بچپن کو معمولی لڑکوں کے بچپن پر بے تکلّف فوقیت دی جا سکے، نہیں پائی جاتی تھی۔ یعنی جیسے کہ بعضے بچے ابتدا میں نہایت ذکی اور طبّاع اور اپنے ہمجولیوں میں سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں، سرسیّد میں کوئی اس قسم کا صریح امتیاز نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے قوائے ذہنیہ کو محض دماغی ریاضت اور لگاتار غور و فکر سے بتدریج ترقی دی تھی اور اسی لیے ان کی لائف کا آغاز معمولی آدمیوں کی زندگی سے کچھ زیادہ چمک دار معلوم نہیں ہوتا لیکن جس قدر آگے بڑھتے جایئے اسی قدر اس میں زیادہ عظمت پیدا ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ ہیرو کو معمولی آدمیوں کی سطح سے بالاتر کر دیتی ہے۔ اسی لیے بعض حکما کی یہ رائے ہے کہ محنت سے آدمی جو چاہے، سو کر سکتا ہے۔

الغرض جب سرسیّد پیدا ہوئے تو ان کے والد نے شاہ غلام علی صاحب سے نام رکھنے کی درخواست کی۔ شاہ صاحب ہی نے بڑے بھائی کا نام ''محمد'' رکھا تھا اور اُن کا نام ''احمد'' رکھا۔ سرسیّد کے دادا، ان کے والد کی شادی ہونے سے پہلے قضا کر چکے تھے اور یہ اور ان کے بہن بھائی شاہ صاحب ہی کو دادا حضرت کہا کرتے تھے۔ سرسیّد کہتے تھے کہ شاہ صاحب کو بھی ہم سب سے ایسی ہی محبت تھی جیسی حقیقی دادا کو اپنے پوتوں سے ہوتی ہے، شاہ صاحب نے تاَہُّل اختیار نہیں کیا تھا اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ: ''گو خدا تعالیٰ نے مجھے اولاد کے جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے لیکن متّقی کی اولاد کی محبت ایسی دے دی ہے کہ اُس کے بچوں کی تکلیف یا بیماری مجھ کو بے چین کر دیتی ہے۔''

سرسیّد کو مسماۃ ماں بی بی نے جو، ایک قدیم خیر خواہ خادمہ اُن کے گھرانے کی تھی، پالا تھا۔ اس لیے ان کو ماں بی بی سے نہایت محبت تھی۔ وہ پانچ برس کے تھے جب ماں بی بی کا انتقال ہُوا، ان کا بیان ہے کہ مجھے خوب یاد ہے کہ ماں بی بی مرنے سے چند گھنٹے پہلے فالسہ کا شربت مجھ کو پلا

NOT FOR SALE-PESRP

رہی تھی۔ جب وہ مرگئی تو مجھے اُس کے مرنے کا نہایت رنج ہوا۔ میری والدہ نے مجھے سمجھایا کہ وہ خدا کے پاس گئی ہے، بہت اچھے مکان میں رہتی ہے، بہت سے نوکر چاکر اس کی خدمت کرتے ہیں اور اس کی بہت آرام سے گزرتی ہے، تم کچھ رنج مت کرو۔ مجھ کو ان کے کہنے سے پورا یقین تھا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ مدّت تک ہر جمعرات کو اس کی فاتحہ ہوا کرتی تھی اور کسی محتاج کو کھانا دیا جاتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب کھانا ماں بی بی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس نے مرتے وقت کہا تھا کہ میرا تمام زیور سیّد کا ہے، مگر میری والدہ اُس کو خیرات میں دینا چاہتی تھیں۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کہو تو یہ گہنا ماں بی بی کے پاس بھیج دوں؟ میں نے کہا ہاں بھیج دو۔ والدہ نے وہ سب گہنا مختلف طرح سے خیرات میں دے دیا۔

بچپن میں سرسیّد پر نہ تو ایسی قید تھی کہ کھیلنے کُودنے کی بالکل پابندی ہو اور نہ ایسی آزادی تھی کہ جہاں چاہیں اور جن کے ساتھ چاہیں، کھیلتے کودتے پھریں۔ ان کی بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ خود ان کے ماموں، ان کی خالہ اور دیگر نزدیکی رشتہ داروں کے چودہ پندرہ لڑکے، ان کے ہم عمر تھے جو آپس میں کھیلنے کُودنے کے لیے کافی تھے اس لیے اُن کو نوکروں اور اجلافوں کے بچوں اور اشرافوں کے آوارہ لڑکوں سے ملنے جُلنے اور اُن کے ساتھ کھیلنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ اُن کے بزرگوں نے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ جس کھیل کو تمھارا جی چاہے شوق سے کھیلو مگر کسی کھیل کو چھپا کر مت کھیلو۔ اس لیے سب لڑکے جو کھیل کھیلتے تھے، اپنے بڑوں کے سامنے کھیلتے تھے۔ اُن کے کھیلوں میں کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جو اپنے بزرگوں کے سامنے نہ کر سکیں۔ خواجہ فرید کی حویلی جس میں وہ اور ان کے ہم عمر لڑکے رہتے تھے، اُس کا چوک اور اُس کی چھتیں ہر قسم کی بھاگ دوڑ کے کھیلوں کے لیے کافی تھیں۔ ابتدا میں وہ اکثر گیند بلّا، کبڈّی، گیڑیاں، آنکھ مچولی، چیل چلو وغیرہ کھیلتے تھے۔ اگر چہ گیڑیاں کھیلنے کو اشراف معیوب جانتے تھے، مگر ان کے بزرگوں نے اجازت دے رکھی تھی کہ آپس میں سب بھائی مل کر گیڑیاں بھی کھیلو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ان کا بیان تھا کہ ''باوجود اس قدر آزادی کے بچپن میں مجھے تنہا باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب میری والدہ نے اپنے رہنے کی جُدا حویلی بنائی اور وہاں آ رہیں تو باوجودیکہ اس حویلی میں اور نانا صاحب کی حویلی میں صرف ایک سڑک درمیان تھی، جب کبھی میں ان کی حویلی میں جاتا تو ایک آدمی میرے ساتھ جاتا۔ اسی لیے بچپن میں مجھے گھر سے باہر جانے اور عام صحبتوں میں بیٹھنے یا آوارہ پھرنے کا بالکل اتفاق نہیں ہوا۔''

سرسیّد اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مُستعِد، چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار میں شطرنج کھیلتے میں اپنے ایک رشتہ دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مُکّے سے اُس کے ہاتھ کی انگلی اُتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ ہمیشہ یوں ہی لڑائی بھڑائی مار کٹائی ہوتی تھی، مگر آخر کو سب ایک ہو جاتے تھے۔

سرسیّد لکھتے ہیں کہ میرے نانا صبح کا کھانا اندر زنانے میں کھاتے تھے۔ ایک چوڑا چکلا دسترخوان بچھتا تھا، بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں اور بیٹوں کی بیویاں سب اُن کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ بچوں کے آگے خالی رکابیاں ہوتی تھیں۔ نانا صاحب ہر ایک سے پوچھتے تھے کہ کون سی چیز کھاؤ گے۔ جو کچھ وہ بتاتا وہی چیز چمچے میں لے کر اپنے ہاتھ سے اُس کی رکابی میں ڈال دیتے۔ تمام بچے بہت ادب

NOT FOR SALE-PESRP

اور صفائی سے اُن کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ سب کو خیال رہتا تھا کہ کوئی چیز گرنے نہ پائے، ہاتھ کھانے میں زیادہ نہ بھرے اور نوالا چبانے کی آواز منھ سے نہ نکلے۔ رات کا کھانا وہ باہر دیوان خانے میں کھاتے تھے۔ میری والدہ اور میری چھوٹی خالہ کھانا کھلانے آتی تھیں۔ ہم سب لڑکے اُن کے سامنے بیٹھتے تھے۔ ہم کو بڑی مشکل پڑتی تھی۔ کسی کے پاؤں کا دھبّا سفید چاندنی پر لگ جاتا تھا تو نہایت ناراض ہوتے تھے۔ روشنائی وغیرہ کا دھبّا کسی کے کپڑے پر ہوتا تھا اُس سے بھی ناخوش ہوتے تھے۔ شام کو چراغ جلنے کے بعد، ان کے پوتے اور نواسے جو مکتب میں پڑھتے تھے اور جن میں سے ایک مَیں بھی تھا، ان کو سبق سنانے جاتے تھے۔ جس کا سبق اچھا یاد ہوتا اُس کو کسی قسم کی عمدہ مٹھائی ملتی اور جس کو یاد نہ ہوتا اس کو کچھ نہ دیتے اور گُھرک دیتے۔

گرمی اور برسات کے موسم میں اب بھی دِلّی کے اکثر باشندے سہ پہر کو جمنا پر جا کر پانی کی سیر دیکھتے ہیں اور تیرنے والے تیرتے ہیں۔ مگر پچاس برس پہلے وہاں اشراف تیرنے والوں کے بہت دل چسپ جلسے ہوتے تھے۔ سرسیّد کہتے تھے کہ مَیں نے اور بڑے بھائی نے اپنے والد سے تیرنا سیکھا تھا۔ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ ایک طرف دِلّی کے مشہور تیراک مولوی علیم اللہ کا غول ہوتا تھا، جن میں مرزا مغل اور مرزا طغل بہت سربرآوردہ اور نامی تھے اور دوسری طرف ہمارے والد کے ساتھ سَو سوا سَو شاگردوں کا گروہ ہوتا تھا۔ یہ سب ایک ساتھ دریا میں کودتے تھے اور مجنوں کے ٹیلے سے شیخ محمد کی بائیں تک یہ سارا گروہ تیرتا جاتا تھا۔ پھر جب ہم دونوں بھائی تیرنا سیکھتے تھے اُس زمانے میں بھی تیس چالیس آدمی والد کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُنھی دنوں میں نواب اکبر خاں اور چند اور رئیس زادے بھی تیرنا سیکھتے تھے۔ زینت المساجد کے پاس نواب احمد بخش خاں کے باغ کے نیچے جمنا بہتی تھی، وہاں سے تیرنا شروع ہوتا تھا۔ مغرب کے وقت سب تیراک زینت المساجد میں جمع ہو جاتے تھے اور مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر اپنے اپنے گھر چلے آتے تھے۔ مَیں ان جلسوں میں اکثر شریک ہوتا تھا۔

تیر اندازی کی صحبتیں بھی سرسیّد کے ماموں نواب زین العابدین خاں کے مکان پر ہوتی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے ماموں اور والد کے شوق کا وہ زمانہ جب کہ نہایت دھوم دھام سے تیر اندازی ہوتی تھی یاد نہیں، مگر جب دوبارہ تیر اندازی کا چرچا ہوا، وہ بخوبی یاد ہے۔ اُس زمانے میں دریا کا جانا موقوف ہو گیا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد تیر اندازی شروع ہوتی تھی۔ نواب فتح اللہ بیگ خاں، نواب سیّد عظمت اللہ خاں، نواب ابراہیم علی خاں اور چند شاہ زادے اور رئیس اور شوقین اس جلسہ میں شریک ہوتے تھے۔ نواب شمس الدین خاں رئیس فیروز پور جھرکہ جب دِلّی میں ہوتے تھے تو وہ بھی آتے تھے۔ مَیں نے بھی اُسی زمانے میں تیر اندازی سیکھی اور مجھ کو خاصی مشق ہو گئی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ میرا نشانہ، جو تودے میں نہایت صفائی اور خوبی سے جا کر بیٹھا تو والد بہت خوش ہوئے اور کہا ''مچھلی کے جائے کو کون تیرنا سکھائے۔'' یہ جلسہ برسوں تک رہا، پھر موقوف ہو گیا۔

اہل اللہ اور مُقدّس لوگوں کی عظمت کا خیال بچپن سے سرسیّد کے دل میں بٹھایا گیا تھا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ اکثر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں جاتے تھے اور شاہ صاحب سے ان کی عقیدت کا رنگ اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مرزا صاحب کے عرس میں شاہ صاحب ایک روپیا ان کے مزار پر چڑھایا کرتے تھے اور اس روپیا کے لینے کا حق میرے والد کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔ ایک دفعہ عرس کی تاریخ سے کچھ پہلے ایک مرید نے شاہ صاحب سے اجازت لے لی کہ اب کی بار نذر کا روپیا مجھے عنایت ہو۔ میرے والد کو بھی خبر ہو گئی۔

جب شاہ صاحب نے روپیا چڑھانے کا ارادہ کیا تو والد نے عرض کی کہ حضرت! میرے اور میری اولاد کے جیتے جی آپ نذر کا روپیا لینے کی اوروں کو اجازت دیتے ہیں! شاہ صاحب نے فرمایا نہیں نہیں تمھارے سوا کوئی نہیں لے سکتا۔ مَیں اس وقت صغیر سِن تھا۔ جب شاہ صاحب نے روپیا چڑھایا، والد نے مجھ سے کہا جاؤ روپیا اٹھا لو، مَیں نے آگے بڑھ کر روپیا اٹھا لیا۔

دِلّی سے سات کوس مغل پور ایک جاٹوں کا گاؤں ہے۔ وہاں سرسیّد کے والد کی کچھ مِلک بطور معافی کے تھی۔ اگر کبھی فصل کے موقع پر اُن کے والد مغل پور جاتے تو ان کو بھی اکثر اپنے ساتھ لے جاتے اور ایک ایک ہفتہ گاؤں میں رہتے۔ سرسیّد کہتے تھے کہ اس عمر میں گاؤں میں جا کر رہنا، جنگل میں پھرنا، عمدہ دودھ اور دہی اور تازہ تازہ گھی اور جاٹنیوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی باجرے یا مکئی کی روٹیاں کھانا نہایت ہی مزہ دیتا تھا۔

سرسیّد کے والد کو اکبر شاہ کے زمانے میں ہر سال تاریخِ جلوس کے جشن پر پانچ پارچہ اور تین رقوم جواہر کا خلعت عطا ہوتا تھا مگر اخیر میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، انھوں نے دربار کا جانا کم کر دیا تھا اور اپنا خلعت سرسیّد کو باوجودیکہ اُن کی عمر کم تھی، دلوانا شروع کر دیا تھا۔

سرسیّد کہتے تھے کہ ایک بار خلعت ملنے کی تاریخ پر ایسا اتفاق ہوا کہ والد بہت سویرے اٹھ کر قلعہ چلے گئے اور مَیں بہت دن چڑھے اٹھا۔ ہر چند بہت جلد گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچا مگر پھر بھی دیر ہو گئی۔ جب لال پردہ کے قریب پہنچا تو قاعدہ کے موافق اوّل دربار میں جا کر آداب بجالانے کا وقت نہیں رہا تھا۔ داروغہ نے کہا کہ بس اب خلعت پہن کر ایک ہی دفعہ دربار میں جانا۔ جب خلعت پہن کر مَیں نے دربار میں جانا چاہا تو دربار برخاست ہو چکا تھا اور بادشاہ تخت پر سے اُٹھ کر ہوادار پر سوار ہو چکے تھے۔ بادشاہ نے مجھے دیکھ کر والد سے جو اس وقت ہوادار کے پاس ہی تھے، پوچھا کہ "تمھارا بیٹا ہے؟" انھوں نے کہا "حضور کا خانہ زاد" بادشاہ چُپکے ہو رہے۔ لوگوں نے جانا کہ بس اب محل میں چلے جائیں گے، مگر جب تسبیح خانہ میں پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے۔ تسبیح خانہ میں بھی ایک چبوترا بنا ہوا تھا جہاں کبھی کبھی دربار کیا کرتے تھے۔ اُس چبوترے پر بیٹھ گئے اور جواہر خانے کے داروغہ کو کشتیِ جواہر حاضر کرنے کا حکم دیا۔ مَیں بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔ بادشاہ نے مجھے اپنے سامنے بلایا اور کمال عنایت سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ دیر کیوں کی؟ حاضرین نے کہا، عرض کرو کہ تقصیر ہوئی۔ مگر میں چپکا کھڑا رہا۔ جب حضور نے دوبارہ پوچھا تو مَیں نے عرض کیا کہ سو گیا تھا۔ بادشاہ مسکرائے اور فرمایا بہت سویرے اٹھا کرو اور ہاتھ چھوڑ دیے۔ لوگوں نے کہا آداب بجالاؤ، مَیں آداب بجالایا۔ بادشاہ نے جواہرات کی معمولی رقمیں اپنے ہاتھ سے پہنائیں، مَیں نے نذر دی اور بادشاہ اُٹھ کر خاص ڈیوڑھی سے محل میں چلے گئے۔ تمام درباری میرے والد کو بادشاہ کی اس عنایت پر مبارک سلامت کہنے لگے۔ سرسیّد کہتے تھے کہ اس زمانہ میں میری عمر آٹھ نو برس کی ہوگی۔

(حیاتِ جاوید)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 سبق ''سرسیّد کا بچپن'' کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) سرسیّد احمد خاں کی ولادت ان کے بھائی (سیّد محمد خاں) کی ولادت کے کتنے عرصے بعد ہوئی؟

(ii) حکما نے محنت کے بارے میں کیا رائے دی ہے؟

(iii) سرسیّد احمد خاں کے منھ بولے دادا کون تھے؟

(iv) مان بی بی کون تھیں اور ان کا سرسیّد احمد خاں کے بچپن میں کیا کردار تھا؟

(v) اپنے بچپن اور لڑکپن میں سرسیّد احمد خاں کس قسم کے کھیل کھیلتے رہتے تھے؟

(vi) سرسیّد احمد خاں کو بادشاہ کے دربار سے کیا انعام ملا؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) سرسیّد احمد خاں کی بہن کا نام تھا:

(الف) آصفۃ النسا بیگم (ب) صفیۃ النسا بیگم (ج) زینت النسا بیگم (د) گل آرا بیگم

(ii) سرسیّد کا نام رکھا تھا:

(الف) شاہ ولی اللہ نے (ب) شاہ عبدالعزیز نے (ج) شاہ غلام علی نے (د) شاہ متقی نے

(iii) سرسیّد احمد خاں کے نانا جان صبح کا کھانا کھاتے تھے:

(الف) کمرے میں (ب) دیوان خانے میں (ج) زنانے میں (د) مردانے میں

(iv) سرسیّد احمد خاں نے تیراکی کا فن سیکھا، اپنے:

(الف) والد صاحب سے (ب) بڑے بھائی سے (ج) دوستوں سے (د) عم زاد سے

(v) مرزا صاحب کے عرس میں شاہ صاحب ان کے مزار پر نذرانہ چڑھاتے تھے:

(الف) ایک روپیا (ب) دو روپیا (ج) پانچ روپیا (د) سات روپیا

(vi) ''ہوادار'' نام ہے ایک:

(الف) دیوان خانے کا (ب) زنان خانے کا (ج) تیز گھوڑے کا (د) پالکی کی قسم کی سواری کا

(vii) سرسیّد احمد خاں کے والد کو اکبر شاہ کے زمانے میں جشن کے موقع پر ملے:

(الف) پانچ پارچہ جات (ب) پانچ رقوم جواہرِ خلعت

(ج) تین رقوم جواہر کا خلعت (د) پانچ پارچہ اور تین رقوم جواہر کا خلعت

3 سبق ''سرسیّد کا بچپن'' کے اہم نکات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

4 درج ذیل الفاظ کی مدد سے پیراگراف مکمل کریں:

بتدریج، قوائے ذہنیہ، دماغی ریاضت، مفہوم، معمولی، فزیکل قابلیت، طباع، ذکی، صریح امتیاز، بے تکلف، ہمجولیوں

سرسیّد کے بیان سے ۔۔۔۔ ہوتا تھا کہ ان کے بچپن میں جسمانی صحت اور ۔۔۔۔ کے سوا کوئی ایسی خصوصیت، جس سے ان کے بچپن کو ۔۔۔۔ لڑکوں کے بچپن پر ۔۔۔۔ فوقیت دی جاسکے، نہیں پائی جاتی تھی۔ یعنی جیسے کہ بعضے بچے ابتدا میں نہایت ۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔ اور اپنے ۔۔۔۔ میں سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں، سرسیّد میں کوئی اس قسم کا ۔۔۔۔ نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے ۔۔۔۔ کو محض ۔۔۔۔ اور لگاتار غور وفکر سے ۔۔۔۔ ترقی دی تھی۔

5 مولانا الطاف حسین حالی کی سوانح نگاری پر شبلی نعمانی نے کیا رائے دی تھی؟ تائید یا تردید میں دلائل فراہم کریں۔

6 سبق کے متن میں سے ایسے الفاظ، تراکیب، محاورات اور اصطلاحات کی فہرست تیار کریں جو فی زمانہ کم استعمال ہوتے ہیں یا سرے سے متروک ہو چکے ہیں۔

7 سرسیّد احمد خاں کے بچپن کے حالات کا آپ نے مطالعہ کیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سرسیّد کے اس ابتدائی دور سے ان کے مستقبل کی مضبوط علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی شخصیت کا پتا ملتا ہے یا نہیں؟

8 ”مچھلی کے جائے کو کون تیرنا سکھائے۔“ اس ضرب المثل کی روشنی میں سرسیّد احمد خاں کو پیش آنے والے واقعے کو بیان کریں۔

9 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیں۔

تیراندازی کی صحبتیں بھی سرسیّد کے ماموں نواب زین العابدین خاں کے مکان پر ہوتی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے ماموں اور والد کے شوق کا وہ زمانہ جب کہ نہایت دھوم دھام سے تیراندازی ہوتی تھی یاد نہیں، مگر جب دوبارہ تیراندازی کا چرچا ہوا وہ بخوبی یاد ہے۔ اس زمانے میں دریا کا جانا موقوف ہو گیا تھا۔

10 درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

جسمانی صحت	تأہّل اختیار کرنا	فی الواقع	مضائقہ	عقیدت
صغیر سن	تقصیر	خانہ زاد	متعدّد	عنایت

11 درج ذیل پیراگراف کا بغور مطالعہ کریں اور دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں:

ان دنوں موسمی اور ماحولیاتی تبدیلیاں دنیا بھر کے لیے ایک بڑا چیلنج بن چکی ہیں۔ درجۂ حرارت میں اضافہ، جنگلات کی بے تحاشا کٹائی، آلودگی اور گلیشیرز کے پگھلنے کی وجہ سے فطرت کا توازن بگڑنے لگا ہے۔ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں سیلاب، خشک سالی اور موسمیاتی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے جو انسانی زندگی، حیاتیاتی تنوّع اور معیشت کو متاثر کر رہا ہے۔ اگر ہم نے فوری طور پر اقدامات نہ کیے تو آنے والی نسلیں شدید مسائل کا شکار ہو سکتی ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

سوالات

۱۔ موسمی تبدیلیوں کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟

۲۔ موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟

۳۔ ہمیں ماحولیاتی تحفّظ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

۴۔ عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

علاماتِ وقف

علامات، علامت کی جمع ہے، جب کہ اوقاف، وقف کی جمع ہے۔ وقف کی علامات کا جاننا اور ان کا درست استعمال کرنا بہت ضروری ہے۔ وقف کی علامات عبارت میں موجود مختلف اسموں، ضمیروں، باتوں اور جملوں کو الگ کرتی ہیں۔ اگر یہ علامات نہ ہوں تو عبارت کو پڑھنا اور سمجھنا دشوار ہو جائے۔

علامات کا اردو نام	شکل	انگریزی نام
سکتہ	،	Comma
وقفہ	؛	Semi-colon
رابطہ	:	Colon
استفہامیہ	؟	Sign of Interogatio
تفصیلیہ	:۔	Colon and Dash
ختمہ	۔	Full Stop
ندائیہ/فجائیہ	!	Sign of Exclamatio
واوین	‘‘ ’’	Inverted Commas
قوسین	()	Brackets
ترچھا خط/خطِ فاصل	/	Oblique

سکتہ یہ علامت، سب سے کم وقفے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

وقفہ یہ علامت، جملے میں سکتے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

رابطہ یہ علامت، جملے میں وقفے سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ کسی کے قول، فرمان، حوالے سے پہلے اور جملے میں ربط پیدا کرنے کے لیے رابطے کی علامت استعمال ہوتی ہے۔

ختمہ یہ علامت، بیانیہ جملے کے اختتام پر لگاتے ہیں۔

تفصیلیہ یہ علامت کسی بات کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے استعمال ہوتی ہے۔

استفہامیہ یہ علامت، استفہامیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

ندائیہ/فجائیہ یہ علامت، تحریر وتقریر میں غصہ، حقارت، حیرت، تمنا، ادب، خوف، تعریف وتحسین، خوشی وغیرہ، جیسے جذبات کو ظاہر کرنے پر لگائی جاتی ہے۔

واوین یہ علامت، کسی اقتباس کا اندراج کرتے وقت اس قول یا اقتباس کے آغاز اور آخر میں لگائی جاتی ہے۔

قوسین یہ علامت، جملہ معترضہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

ترچھا خط یہ علامت ''یا'' کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ یہ علامت دو لفظوں کے درمیان آتی ہے، مثلاً: عدالتی/قانونی وغیرہ۔

روزمرہ، محاورہ اور ضرب المثل

روزمرّہ روزمرہ اس بول چال کا نام ہے جو، خاص اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں۔ روزمرہ میں الفاظ کے استعمال کا ایک خاص انداز ہوتا ہے، مثلاً: انیس بیس کا فرق، دو چار ہاتھ وغیرہ۔

محاورہ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا ایسا مجموعہ، جس سے حقیقی کے بجائے مجازی معنی مراد لیے جائیں، اسے محاورہ کہتے ہیں، مثلاً: آبرو خاک میں ملانا، آسمان سے باتیں کرنا وغیرہ۔

ضرب المثل ضرب المثل عربی زبان کی ترکیب ہے۔ اردو میں اس کے لیے ''کہاوت'' کی اصطلاح مستعمل ہے۔ ضرب المثل سے مراد روزمرہ زندگی کے بارے میں ایسا جملہ ہے جو کسی خاص رویّے، حقیقت یا اصول کو بیان کرے، مثلاً: اُلٹے بانس بریلی کو، آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل، اونچی دکان پھیکا پکوان وغیرہ۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ایک طالب علم سرسیّد احمد خاں کا فرضی کردار ادا کرے جب کہ دوسرا طالب علم اس سے انٹرویو کی شکل میں سوالات کرے۔
- طلبہ گروپ بنائیں اور ہر گروپ سرسیّد احمد خاں کے بچپن کے دور کے حوالے سے متاثر کن واقعات بیان کریں۔
- مولانا الطاف حسین حالیؔ کی تحریر کردہ سوانح عمری ''حیاتِ جاوید'' لائبریری سے جاری کروائیں اور اس کا جستہ جستہ مطالعہ کلاس میں پیش کریں۔
- سبق ''سرسیّد کا بچپن'' میں سرسیّد احمد خاں کے عہد کی دِلّی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس دور کے شہروں، قصبوں، کھیل تماشوں، شغل اشغال، شخصیات، زبان و بیان، دربار، ملبوسات، پکوان وغیرہ جیسی تہذیبی وتمدنی روایات کے بارے میں تفصیل سے پڑھیں اور کمرہ جماعت میں گفتگو کریں۔

اشاراتِ تدریس

- سرسیّد احمد خاں کی شخصیت اور خدمات کے حوالے سے طلبہ کو بتائیں اور ان سے گفت گو بھی کریں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ بچپن کی محنت اور رہ نمائی مستقبل پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔
- طلبہ سے کہیں کہ وہ اپنے دورِ بچپن کا موازنہ سرسیّد احمد خاں کے دور سے کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

اشفاق احمد

(۱۹۲۵ء۔ ۲۰۰۴ء)

پاکستان کے مشہور ڈراما نگار، شاعر، افسانہ نگار، صدا کار اور دانش ور، اشفاق احمد ضلع فیروز پور (ہندوستان) کے ایک قصبے مکتسر میں ڈاکٹر محمد خاں کے گھر پیدا ہوئے۔ اپنے آبائی قصبے سے ۱۹۴۳ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد، گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا اور ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا۔ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد فیروز پور سے لاہور آ گئے اور دیال سنگھ کالج میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ پھر دو سال تک روم یونیورسٹی میں اردو کے استاد رہے۔ وہیں اطالوی زبان میں ڈپلوما حاصل کیا۔ فرانسیسی زبان کا ڈپلوما گرونوبل یونیورسٹی (Grenoble University) فرانس سے حاصل کیا۔ نیویارک سے ریڈیائی نشریات کی تربیّت لی۔ وطن واپسی پر اپنا اشاعتی ادارہ ''داستان سرائے'' قائم کیا اور رسالہ ''داستان گو'' جاری کیا۔ ریڈیو نشریات میں ''تلقین شاہ'' اشفاق احمد کا سلسلہ وار فیچر عوام میں بے حد مقبول ہوا۔

پاکستان ٹیلی وژن کے لیے متعدد ڈرامے لکھے لیکن ''ایک محبت سو افسانے'' کی سیریز کے تحت دکھائے گئے ڈرامے زیادہ مشہور ہوئے۔ ان کا افسانہ ''گڈریا'' اردو ادب میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ ڈراموں میں ''من چلے کا سودا'' نے بھی خاصی شُہرت پائی۔ ان کی علمی، ادبی خدمات کے عوض ۱۹۷۹ء میں حکومتِ پاکستان کی طرف سے صدارتی تمغا برائے حسنِ کارکردگی عطا کیا گیا۔

اشفاق احمد کی مشہور تصانیف میں ''ایک محبت سو افسانے''، ''کھٹیا وٹیا''، ''توتا کہانی''، ''ٹاہلی دے تھلّے''، ''اُچّے بُرج لاہور دے'' اور ''کارواں سرائے'' وغیرہ شامل ہیں۔

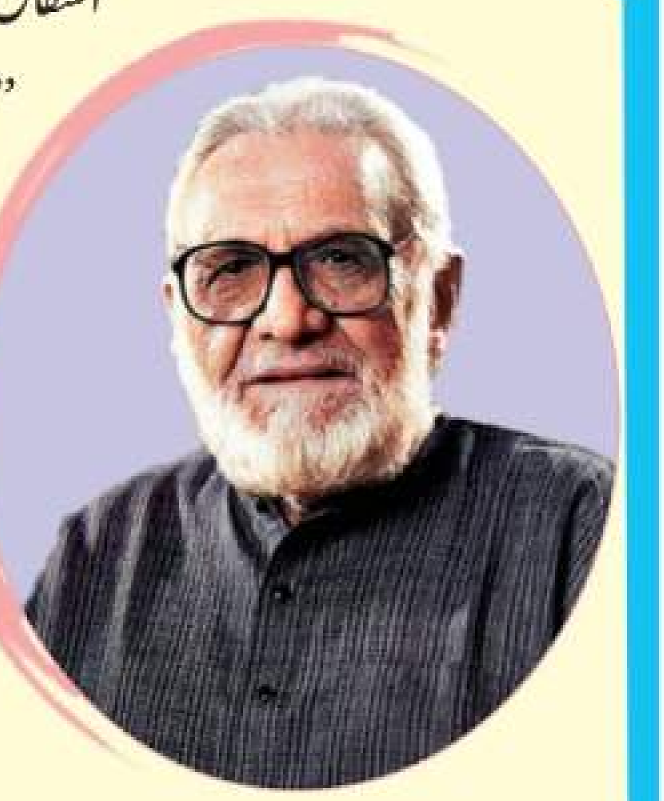

اشفاق احمد کا اسلوبِ بیان نہایت سادہ، پُراثر اور دل میں اتر جانے والا ہے۔ وہ عام فہم زبان میں گہرے فلسفیانہ اور روحانی نکات بیان کرتے ہیں جو قاری یا سامع کے ذہن پر دیرپا اثرات چھوڑتے ہیں۔ ان کے جملے مختصر مگر معنی خیز ہوتے ہیں اور زندگی کی پیچیدگیوں کو نہایت سہل اور فطری انداز میں واضح کرتے ہیں۔ اشفاق احمد کی تحریروں میں تصوّف، اخلاقیات اور انسانی رویّوں کی عمدہ عکّاسی ملتی ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

5

مُحسِن محلّہ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو افسانہ ''محسن محلہ'' کے بنیادی موضوع سے روشناس کرانا
- تنقیدی سوچ کو فروغ دینا تاکہ طلبہ سماجی مسائل پر گہرائی سے سوچ سکیں
- افسانے کے اسلوب، کردار نگاری اور بیانیہ تکنیک کے تجرباتی پہلو سے آگاہ کرنا
- سماجی ذمے داری اور احساسِ آدمیت کا جذبہ بیدار کرنا
- طلبہ کو تذکیر و تانیث اور اسم، فعل اور حرف کی پہچان کروانا

کسی کو ٹھیک سے معلوم نہیں کہ ماسٹر الیاس کب اس محلہ میں آیا تھا اور کب اُس نے یہ کوٹھڑی کرائے پر لی تھی لیکن اس بات کا ہر ایک کو علم تھا کہ ماسٹر الیاس مہاجر ہے اور اس کا تعلق انبالے کے کسی علاقے سے ہے، کیوں کہ وہ بولی ہی ایسی بولتا ہے جو انبالے، پٹیالے میں بولی جاتی ہے۔

ماسٹر الیاس کرائے کی کوٹھڑی میں رہتا تھا اور اُس کے پاس محلے کے لڑکے گنتی سیکھنے، پہاڑے کہنے اور تختی لکھنے کے لیے آجاتے تھے۔ اُس کے پاس دولڑا کا بٹیر اور ایک اصیل مرغا تھا۔ بٹیر تو پنجروں میں بند رہتے تھے لیکن اصیل مرغا، اُس کی کوٹھڑی کے دروازے سے ذرا دور کھڑا رہتا تھا۔ ماسٹر الیاس نے مرغے کی ایک ٹانگ میں پیتل کا چھلّا ڈال کر اس سے مضبوط ڈور باندھ رکھی تھی اور اس ڈور کا دوسرا سرا اپنی کوٹھڑی کی دہلیز میں میخ ٹھوک کر اس سے باندھ رکھا تھا۔ محسن محلہ کے سبھی لوگ ماسٹر الیاس کی عزّت کرتے تھے اور اس کو السّلام علیکم کہہ کر اس کے دروازے کے آگے سے گزرتے تھے۔ ماسٹر جی کچھ اور کام بھی کرتے تھے لیکن کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ شاید وہ سبزی منڈی میں منشی گیری کرتے تھے یا کسی دُور کے محلے میں پھیری لگاتے تھے یا کسی کارخانے میں رنگ وروغن کی دہاڑی کرتے تھے، کوئی اس کی بابت اچھی طرح سے نہیں جانتا تھا لیکن اتنا سب کو معلوم تھا کہ ماسٹر الیاس کی گزر بسر ذرا تنگی تُرشی سے ہی ہوتی ہے۔

دراصل ماسٹر صاحب سیدھے آدمی تھے اور اُن کو زمانے کے ساتھ چلنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ کچھ تو ان کی شکل ہی ایسی تھی کہ اسے دیکھ کر لوگوں کے دل میں محبت یا ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا تھا اور کچھ اُن کی گفت گو اس انداز کی ہوتی تھی کہ کسی کو اس پر یقین نہیں آتا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے، ہیرا پھیری نہیں کرتے تھے، مبالغے سے کام نہیں لیتے تھے، شیخی نہیں بگھارتے تھے، کسی کو خوف زدہ نہیں کرتے تھے، اسی وجہ سے کسی کو ان کی بات پر یقین نہیں آتا تھا۔ ان کی گفت گو میں، گرامر کی اور علمِ بیان کی بہت سے غلطیاں ہوتی تھیں اور سننے والا جھلّا کر ان کی صحبت چھوڑ دیتا تھا۔ وہ اتنے سیدھے اور اس قدر بے پیچ تھے کہ انسان ہی نہیں لگتے تھے۔ سارے محلّے پر اور ساری سوسائٹی پر ایک بوجھ سا لگتے تھے اور چوں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ رسم و راہ پیدا کرنا، کوئی بھی پسند نہیں کرتا، اس لیے کوئی بھی ان کا دوست نہیں تھا۔

سردیوں کی ایک شام، مالک مکان نے ماسٹر الیاس کو بڑے سخت الفاظ میں ڈانٹا اور دھمکی دی کہ اگر اُس نے تین دن کے اندر اندر پچھلے

NOT FOR SALE-PESRP

چھے ماہ کا کرایہ ایک ساتھ ادا نہ کیا تو وہ اس کا سامان نکال کر باہر پھینک دے گا۔ ماسٹر جی کی خوف کے مارے گھگھی بندھ گئی کیوں کہ ان کے پاس ایک سو اسّی روپے یک مُشت موجود نہیں تھے، صرف چالیس روپے تھے۔ جن کے ساتھ دس کا ایک نوٹ اور پرو کر انھوں نے پچاس بنا لیے تھے۔ پہلے تو مالک مکان پچیس تیس، چالیس پچاس لے کر آگے کی تاریخ دے دیا کرتا تھا لیکن اس مرتبہ وہ تڑنگ ہو گیا اور اس نے دھاگے میں پروئے ہوئے پچاس روپے اصیل مرغے کے آگے پھینک کر کہا: ''جا اوئے! میں نہیں لیتا۔ مجھے پورے ایک سو اسّی کر کے دے۔''

جب وہ یہ کہ کر چلا گیا تو ماسٹر الیاس نے پچاس روپے فرش پر سے اٹھا کر اپنی واسکٹ کی جیب میں ڈال لیے، پھر وہ اپنی کوٹھڑی کے اندر جا کر چار پائی پر دُکھی سے ہو کر بیٹھ گئے اور شدید غم کے باعث ان کی گھگھی بندھ گئی اور یہ پہلا موقع تھا کہ روئے بغیر کسی شخص کی گھگھی بندھی ہو!

وعدے کے مطابق مالک مکان نے ان کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ ماسٹر صاحب کی چار پائی ٹرانسفارمر والے دو کھمبوں کے پیچھے لگا دی اور ان کا باقی سامان اس کے اردگرد چُن دیا۔ اس نے کوٹھڑی کو نیا چینی تالا لگایا اور سکوٹر پر سوار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ اس کا گھر اس محلے سے کافی دُور تھا اور وہ اپنی کوٹھڑیوں کا کرایہ وصول کرنے ماہ بہ ماہ آیا کرتا تھا۔

ماسٹر صاحب نے ایک رات جُوں تُوں کر کے ٹرانسفارمر کے نیچے گزاری اور اگلے دن، شیخ کریم نواز کی حویلی پہنچ کر اس سے دو سو روپے اُدھار کے طلب گار ہوئے۔ شیخ صاحب نے ماسٹر صاحب کو نیک دل، سادہ لوح اور مرنجاں مرنج شخص سمجھ کر ٹرخا دیا کیوں کہ ایسے احمق لوگوں کو زیادہ رقم دینا اچھا نہیں ہوتا، پھر وہ اسماعیل بزاز کی دُکان پر گئے اور رقم میں کمی کر کے ڈیڑھ سو کا سوال ڈالا۔ اُس نے بھی معذرت کر لی۔ محلے کا کوئی نائی، حلوائی، قصائی، ڈاکٹر، وید، وکیل، ماسٹر صاحب نے نہیں چھوڑا لیکن ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ ان لوگوں کو شدید مہنگائی نے گھیر رکھا تھا اور اُن کے پاس اُدھار دینے کو کچھ بھی باقی نہ تھا۔

جس دن ماسٹر الیاس نے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو اپنی نبض دکھائی، اُس روز انھیں ٹرانسفارمر کے نیچے سوتے آٹھواں دن تھا۔ ڈاکٹر نے سٹیتھوسکوپ لگا کر دیکھا اور کہا: ''ماسٹر صاحب! نمونیہ ہے۔ مَیں آپ کو پُڑیا تو دے دیتا ہوں لیکن آپ کسی اور کو بھی دکھائیں۔'' ماسٹر صاحب نے کہا، ''بہت اچھا'' اور گرم دودھ پینے جبار حلوائی کی دُکان پر چلے گئے۔ انھوں نے دودھ پی کر اپنی نبض جبار کو دکھائی اور پھر گڑگڑا کر اس سے دو سو روپے قرض کی درخواست کی۔ جبار ہنس پڑا۔ اس کو پتا تھا کہ ایسے شخص کو کوئی ایک روپیا بھی اُدھار نہیں دے سکتا، یہ پورے دو سو مانگ رہا ہے۔ جب ایسی انہونی بات ہو تو ہر ایک کو ہنسی آ جاتی ہے اور اسی وجہ سے جبار ہنس پڑا تھا، ورنہ عام زندگی میں وہ بہت ہی کم ہنستا تھا۔

مسلسل تین دن تک ماسٹر الیاس اپنی رضائی سر پر اگلو کی طرح اوڑھ کر چار پائی پر بیٹھے رہے۔ جو کوئی وہاں سے گزرتا، السّلام علیکم کہ کر یہ ضرور پوچھتا، ''کیوں جی ماسٹر جی! دھوپ سینکی جا رہی ہے؟'' اور ماسٹر جی اندر سے بند آواز میں جواب دیتے، ''ہاں جی، تھوڑی سردی لگ رہی تھی۔''

چوتھے روز فجر کی اذان کے وقت جب ماسٹر صاحب فوت ہو گئے تو محسن محلہ کے ایک ایک شخص کو ان کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ ناشتے کا وقت ختم ہونے تک، ہر شخص خاموشی اور دُکھ کے کوئے میں لپٹ کر دھوپ میں جا کھڑا ہوا۔ ماسٹر جی کے بٹیروں کو کٹورہ بھر کنگنی اور ان کے مرغے کو آٹے کی آب خورہ بھر گولیاں ڈال دی گئیں۔ شیخ کریم نواز صاحب اپنی حویلی سے نکل کر ٹرانسفارمر کے نیچے آ بیٹھے۔ یہاں لوگوں

NOT FOR SALE-PESRP

نے بڑی سی دری بچھادی اور دو تین تازہ اخبار لا کر رکھ دیے۔ لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔ شیخ کریم نواز نے دو سو روپے نکال کر سعید اور بلال کو سکوٹر پر بھیجا کہ جا کر قبر کا بندوبست کریں۔ تین سو روپے بابو جلال کو دیے کہ رحمت کو ساتھ لے جا کر لٹھے، کافور، عرقِ گلاب اور پھولوں کا بندوبست کریں۔ جبار حلوائی نے دودھ پتی کا ایک پتیلا کاڑھ کر صف پر پہنچا دیا۔ لوگوں نے ماسٹر صاحب کی رسمِ قُل کے لیے پیسے جمع کرنے شروع کیے اور دیکھتے دیکھتے محسن محلہ کے لوگوں نے آٹھ سو گیارہ روپے جمع کر کے شیخ کریم نواز صاحب کے پاس محفوظ کرا دیے۔

(سفرِ مینا)

مشق

1 سبق "محسن محلہ" کو ذہن میں رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i ماسٹر الیاس کون تھے اور ان کا تعلق کس شہر سے تھا؟

ii ماسٹر الیاس کی باتوں پر لوگوں کو یقین کیوں نہیں آتا تھا؟

iii مکان کا ماہانہ کرایہ کتنا تھا اور ماسٹر الیاس کے ذمے کتنے مہینوں کا کرایہ واجب الادا تھا؟

iv ماسٹر الیاس رقم ادھار لینے کے لیے کس کس کے پاس گئے اور انھیں کیا جواب ملا؟

v ماسٹر الیاس میں نمونیہ تشخیص کس نے کیا تھا؟

vi ماسٹر الیاس کی وفات کے بعد محسن محلہ کے مکینوں نے کیا کیا؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i ماسٹر الیاس رہتے تھے:

(الف) کرائے کے مکان میں (ب) کرائے کی کوٹھڑی میں
(ج) کرائے کے فلیٹ میں (د) کرائے کی حویلی میں

ii ماسٹر الیاس نے مرغے کی ایک ٹانگ میں چھلّا ڈال رکھا تھا:

(الف) سونے کا (ب) لوہے کا
(ج) تانبے کا (د) پیتل کا

iii مالک مکان نے کوٹھڑی کو لگایا:

(الف) چینی تالا (ب) دیسی تالا
(ج) ولایتی تالا (د) وزیر آبادی تالا

NOT FOR SALE-PESRP

iv ماسٹر صاحب نے دو سو روپے ادھار طلب کیے:

(الف) اسماعیل بزاز سے	(ب) ڈاکٹر سے
(ج) بابو جلال سے	(د) شیخ کریم نواز سے

v ماسٹر صاحب اپنی رضائی اوڑھ کر چارپائی پر بیٹھے رہے:

(الف) دو دن	(ب) تین دن
(ج) چار دن	(د) پانچ دن

vi ماسٹر جی کے بٹیروں کا کٹورہ بھر دیا گیا:

(الف) کنگنی سے	(ب) باجرہ سے
(ج) چاولوں سے	(د) آب خورہ بھر گولیوں سے

3 افسانہ "محسن محلہ" کا خلاصہ تحریر کریں۔

4 "محسن محلہ" کا مرکزی خیال لکھیں۔

5 اِعراب لگا کر تلفظ واضح کریں۔

انبالہ	السلام علیکم	گھگھی	مرنجاں مرنج
احمق	بزاز	عرق	تڑنگ

6 سبق کی روشنی میں صحیح / غلط بیانات کی نشان دہی کریں:

i اس کے پاس ایک بٹیر اور دو اصیل مرغے تھے۔ ☐ صحیح ☐ غلط

ii شاید وہ سبزی منڈی میں منشی گیری کرتے تھے۔ ☐ صحیح ☐ غلط

iii وہ اتنے سیدھے اور اس قدر بے پیچ تھے کہ معصوم انسان لگتے تھے۔ ☐ صحیح ☐ غلط

iv ماسٹر صاحب نے ایک رات جوں توں کر کے ٹرانسفارمر کے سامنے گزاری۔ ☐ صحیح ☐ غلط

v وہ اسماعیل بزاز کی دکان پر گئے اور رقم میں کمی کر کے ڈیڑھ سو کا سوال ڈالا۔ ☐ صحیح ☐ غلط

vi ماسٹر الیاس نے یونانی حکیم کو اپنی نبض دکھائی۔ ☐ صحیح ☐ غلط

NOT FOR SALE-PESRP

7 درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیں:

کوٹھڑی	جذبہ	تنگی تُرشی	یک مُشت	مرنجاں مرنج	آب خورہ

8 درج ذیل الفاظ وتراکیب کے معانی لکھیں اور جملوں میں استعمال کریں:

الفاظ	معانی	جملوں میں استعمال
دہلیز		
گزر بسر کرنا		
مبالغے سے کام لینا		
سادہ لوح		
مرنجاں مرنج		
گھگّھی بندھنا		

9 اشفاق احمد کے افسانہ ''محسن محلہ'' کے عنوان میں طنز کا پہلو پوشیدہ ہے۔ اُن مقامات کی نشان دہی کریں کہ جہاں سماج ایک سیدھے سادے ''ماسٹر صاحب'' کو اپنی دنیا کا آدمی نہ سمجھتے ہوئے ہر مقام پر ٹال دیتا ہے۔

10 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی لکھیں:

دراصل ماسٹر صاحب سیدھے آدمی تھے اور ان کو زمانے کے ساتھ چلنے کا ڈھنگ نہیں آتا تھا۔ کچھ تو ان کی شکل ہی ایسی تھی کہ اسے دیکھ کر لوگوں کے دل میں محبت یا ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا تھا اور کچھ ان کی گفت گو اس انداز کی ہوتی تھی کہ کسی کو ان پر یقین نہیں آتا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے، ہیرا پھیری نہیں کرتے تھے۔ مبالغے سے کام نہیں لیتے تھے۔ شیخی نہیں بگھارتے تھے۔ کسی کو خوف زدہ نہیں کرتے تھے۔

تذکیر وتانیث

تذکیر وتانیث کی دو قسمیں ہیں:

- جاندار اشیا کی تذکیر وتانیث، جو اصلی یا حقیقی تذکیر وتانیث بھی ہے۔
- بے جان اشیا کی تذکیر وتانیث، اسے مجازی یا غیر حقیقی تذکیر وتانیث کہا جاتا ہے۔

حقیقی تذکیر وتانیث کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

NOT FOR SALE-PESRP

انسان کی تذکیروتانیث اور حیوان کی تذکیروتانیث، مثلاً:

باپ۔ماں	لڑکا۔لڑکی	مرد۔عورت	شیر۔شیرنی

اسم، فعل اور حرف کی پہچان

کلمے کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ اسم ۲۔ فعل ۳۔ حرف

اِسم وہ کلمہ ہے جو، کسی شخص چیز یا جگہ کا نام ہو اور تنہا اپنے معنی دے لیکن اس میں زمانہ اور کام دونوں نہ پائے جائیں۔ جیسے: اسلم، پشاور، دریائے راوی، درۂ خیبر وغیرہ۔

فعل وہ کلمہ ہے جو، اکیلا اپنے معنی دے۔ اس میں کسی کام کا کرنا، ہونا یا سہنا کسی زمانے (ماضی، حال یا مستقبل) میں پایا جائے۔
مثلاً: ''گیا تھا''، فعل ماضی، ''روتا ہے''، فعل حال اور ''ہنسے گا''، فعل مستقبل ہے۔

حَرف وہ کلمہ ہے جو، اکیلا کچھ معنی نہ دے، بلکہ دوسرے لفظوں سے مل کر معنی دے، جیسے:
سے، میں، کا، پر، کو، تک وغیرہ، مثلاً:

۱۔ یہ گھوڑا شیر خان کا ہے۔
۲۔ میں نے یہ قلم بازار سے خریدا ہے۔
۳۔ بلّی چھت پر چڑھ گئی۔
۴۔ باغ میں پھول کھلے ہیں۔

11 درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیں اور ان میں اسم، فعل اور حرف کی نشان دہی کریں:

۱۔ بچّے کھیل رہے ہیں۔
۲۔ وہ علی کے ساتھ گیا۔
۳۔ درخت ہرے بھرے ہیں۔
۴۔ پاکستان ایک خوب صورت ملک ہے۔
۵۔ پرندہ اڑ گیا۔
۶۔ وہ کھانا پکا رہی ہے۔
۷۔ ہم اور تم دوست ہیں۔
۸۔ میں نے خط لکھا۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- افسانہ ''محسن محلہ'' کی ڈرامائی تشکیل کریں۔
- افسانہ ''محسن محلہ'' کا بنیادی مقصد سماج کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑنا ہے، اس پر گفت گو کریں۔
- افسانہ ''محسن محلہ'' پر احمد ندیم قاسمی کے اس شعر کی روشنی میں گفت گو کریں:

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن
یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اِعزاز کے ساتھ

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو افسانے کے مرکزی اور ذیلی کرداروں کے بارے میں بتائیں۔
- ہمدردی، ایثار اور فلاح و بہبود جیسی اقدار کا رشتہ عملی زندگی سے جوڑیں۔
- افسانہ ''محسن محلہ'' کی ڈرامائی تشکیل میں طلبہ کی مدد اور رہ نمائی کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

منشی پریم چند

(۱۸۸۰ء۔۱۹۳۶ء)

پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے ہے۔ ضلع بنارس کے ایک گاؤں ملہی میں پیدا ہوئے۔ والد منشی عجائب لال ڈاک خانے میں ملازم تھے۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایک سکول میں مدرّس ہو گئے۔ ۱۹۰۰ء میں گورنمنٹ مڈل سکول سے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۹۱۹ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے کر لیا۔ ۱۹۲۱ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور مکمل طور پر علمی و ادبی کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۳۶ء میں ''انجمنِ ترقی پسند'' مصنّفین کے پہلے اجلاس کی صدارت کی اور اسی سال بنارس میں وفات پائی۔

پریم چند نے اپنی تحریروں میں ہندوستان کے دیہات میں بسنے والے مزدوروں اور کسانوں کی زندگی اور ان کے مسائل کامیابی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اُن کے افسانوں میں نیکی تمام تر مشکلات کے باوجود بدی کے مقابلے میں غالب رہتی ہے۔ ان کی زبان سادہ ہے۔ انھوں نے مقامی واقعات اور حقائق کو موضوع بنا کر تحریروں میں مقامی رنگ بھی پیدا کیا ہے۔ ان کی تحریروں کی بنیاد معاشرتی مسائل، نفسیاتی مطالعے اور مشاہدے پر ہے۔ ان کے کردار زیادہ تر مثالی ہیں، جن میں تنوّع پایا جاتا ہے۔ انھوں نے قریباً ہر عمر اور پیشے سے متعلق کردار پیش کیے ہیں۔

پریم چند کا شمار اُردو کے اوّلین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے افسانوں کے مجموعوں میں ''سوزِ وطن''، ''پریم پچیسی''، ''پریم چالیسی''، ''زادِ راہ'' اور ''واردات'' زیادہ اہم ہیں۔ انھوں نے افسانوں کے علاوہ ناول بھی لکھے، جس میں ''میدانِ عمل''، ''بازارِ حسن'' اور ''گئودان'' کو زیادہ شہرت ملی۔

NOT FOR SALE-PESRP

6

کفّارہ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو منشی پریم چند کے اُسلوب اور ان کے افسانوں کی سماجی اور اخلاقی پیش کش سے رُوشناس کرانا
- افسانے کے مرکزی خیال، پلاٹ، کردار نگاری اور افسانوی تکنیک کا شعور پیدا کرنا
- طلبہ کو معاشرے کے لیے مثبت اور مفید کردار ادا کرنے کی ترغیب دینا
- طلبہ کو حروف کی چند اقسام کے بارے میں بتانا

1

ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہیڈ کلرک بابو مداری لال کو کئی بار جگر دوز سانحات کے سننے کا اتفاق ہوا تھا لیکن ان کا چہرہ کبھی اتنا زرد اور دل کبھی اتنا پامال نہیں ہوا تھا جتنا وہ سرکاری لفافہ کھول کر ہوا جو، ایک دن دس بجے دفتر آتے ہی انھیں ملا۔ لفافہ ہاتھ میں لیے وہ کئی منٹ تک سکتے کے عالم میں کھڑے رہے گویا سارے حواس مفلوج ہو گئے ہوں، گویا دنیا ان کی نظروں میں تاریک ہو گئی ہو۔ بورڈ کے سیکرٹری صاحب نے پنشن لے لی تھی اور اس لفافہ میں نئے سیکرٹری کے تقرّر کا حکم تھا، اس نئے تقرّر پر بابو صاحب کی صورت اتنی متغیّر ہو گئی تھی۔ سرکار نے سبودھ چندر کو اس عہدہ پر مامور کیا تھا اور سبودھ چندر وہ شخص تھا جس کے نام سے ہی بابو مداری لال کو نفرت تھی۔ وہ سبودھ چندر جو، ان کا ہم جماعت تھا جسے زِک دینے کے لیے انھوں نے بارہا کوشش کی اور ہمیشہ ناکام رہے۔ وہ آج ان کا افسر ہو کر آ رہا تھا۔ سبودھ چندر کی بہت دنوں سے کوئی خبر نہ ملی تھی۔ وہ لڑائی میں شریک ہو کر بصرہ چلا گیا تھا۔ بابو صاحب نے سمجھا تھا، وہیں مر گیا ہوگا مگر آج وہ سیکرٹری ہو گیا اور مداری لال کو اس کی ماتحتی میں کام کرنا پڑے گا۔ اس ذِلّت سے تو موت بدر جہا بہتر تھی۔ یقیناً سبودھ کو سکول اور کالج کے واقعات یاد ہوں گے۔ مداری لال نے اسے سکول سے نکلوا دینے کے لیے کئی بار سازشیں کیں، غلط اتہام لگائے، بدنام کیا۔ کیا سبودھ وہ ساری باتیں بھول گیا ہوگا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ آتے ہی انتقام لینے کی کوشش کرے گا اور مداری لال کو جان براری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مداری لال کو سبودھ سے بُغض لِلّٰہی تھا۔ دونوں ایک ہی دن، ایک ہی مدرسے میں داخل ہوئے تھے اور اسی دن مداری لال کے دل میں حسد کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ سبودھ کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ مداری لال سے زیادہ ذہین، زیادہ حاضر جواب اور زیادہ خندہ پیشانی تھا اور مداری لال نے اس کا قصور کبھی معاف نہیں کیا۔ جب سبودھ ڈگری لے کر اپنے گھر چلا گیا اور مداری لال فیل ہو کر ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں نوکر ہو گیا، تب اُسے قدرے اطمینان ہوا۔ جب معلوم ہوا کہ سبودھ بصرہ جا رہا ہے تب مداری لال کے چہرے پر ہلکا سا تبسّم نظر آیا تھا، اُن کے دل سے وہ دیرینہ خلِش نکل گئی تھی مگر وائے ناکامی! آج وہ پرانا ناسُور صد گُونہ سوزش اور تپش کے ساتھ کُھل گیا۔ آج اُن کی قسمت سبودھ کے ہاتھ میں تھی اور مداری لال کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دریا میں بہے جا رہے ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

جب ذرا اوسان بجا ہوئے تو مداری لال نے دفتر کے کلرکوں کو سرکاری حکم سناتے ہوئے کہا: "اب آپ لوگ ذرا ہاتھ پاؤں سنبھال کر رہیے گا۔ سبودھ چندر وہ آدمی نہیں ہیں جو غلطیوں کو نظر انداز کر جائیں۔"

ایک کلرک نے پوچھا: "کیا بہت سخت ہیں؟"

مداری لال نے مسکرا کر کہا: "وہ تو آپ لوگوں کو دو چار دن ہی میں معلوم ہو جائے گا۔ میں کیوں اپنی زبان سے کسی کی شکایت کروں۔ بس آگاہ کر دیا کہ ذرا ہاتھ پاؤں سنبھال کر رہیے گا۔ آدمی لائق ہے مگر انتہا درجہ غصّہ ور، نہایت مغرور اور بدمزاج۔ خود ہزاروں ہضم کر جائے اور ڈکار تک نہ لے مگر کیا مجال کہ کوئی ماتحت ایک کوڑی بھی ہضم کرنے پائے۔ ایسے آدمی سے ایشور ہی بچائے۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ رخصت لے کر گھر چلا جاؤں۔ دونوں وقت حاضری بجالانی ہوگی۔ آپ لوگ آج سے دفتر کے ملازم نہیں، سیکرٹری صاحب کے ملازم ہیں۔ کوئی ان کے لڑکے کو پڑھائے گا، کوئی بازار سے سودا سُلف لائے گا، کوئی انھیں اخبار سنائے گا اور چپڑاسیوں کے تو شاید دفتر میں درشن ہی نہ ہوں گے۔"

اسی طرح سارے دفتر کو سبودھ کی طرف سے بدظن کر کے مداری لال نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

2

سبودھ چندر، اس کے ایک ہفتہ بعد گاڑی سے اترے تو اسٹیشن پر بورڈ کے سارے عملہ کو حاضر پایا۔ سب ان کا استقبال کرنے آئے تھے۔ مداری لال کو دیکھتے ہی سبودھ لپک کر ان کے گلے سے لپٹ گئے اور بولے: "تم خوب ملے بھئی! یہاں کیسے آئے؟ اوہ! آج دس سال کے بعد ملاقات ہوئی۔ کہاں ہو اب؟"

مداری لال بولے: "یہاں ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ہیڈ کلرک ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں!"

سبودھ: "اجی! میری نہ پوچھو۔ بصرہ، فرانس اور نجانے کہاں کہاں مارا پھرا تم دفتر میں ہو، یہ بہت اچھا ہوا۔ میری تو سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ کیسے کام چلے گا۔ میرے لیے یہ کام بالکل نیا ہے، کچھ تجربہ ہی نہیں۔ جہاں جاتا ہوں میری خوش نصیبی میرے ساتھ جاتی ہے۔ بصرہ میں سارے افسر خوش تھے۔ دو سال میں کوئی پچیس ہزار روپے بنالایا اور سب اُڑا دیے۔ وہاں سے آ کر کچھ دنوں کو آپریشن کے دفتر میں مٹر گشت کرتا رہا۔ یہاں آیا تو تم ملے۔ (کلرکوں کو دیکھ کر) یہ لوگ کون ہیں؟"

مداری لال کے دل پر برچھیاں سی چل رہی تھیں۔ ظالم پچیس ہزار روپے بصرہ سے کما لایا، یہاں قلم گھستے گھستے مر گئے اور پانچ سو بھی نہ جمع کر سکے۔ بولے: "یہ لوگ بورڈ کے کلرک ہیں، سلام کو حاضر ہوئے ہیں۔"

سبودھ نے ان سب لوگوں سے باری باری ہاتھ ملایا اور بولے: "آپ لوگوں نے ناحق تکلیف کی، بہت شکر گزار ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ صاحبان کو مجھ سے شکایت کا کوئی موقع نہ ملے گا۔ مجھے اپنا افسر نہیں، اپنا بھائی سمجھیے۔ آپ سب مل کر اس طرح کام کیجیے کہ بورڈ سے نیک نامی ہو اور میں بھی سرخرو رہوں۔ آپ کے ہیڈ کلرک صاحب تو میرے پرانے رفیق اور لنگوٹیا یار ہیں۔"

ایک چرب زبان کلرک نے کہا: "ہم سب حضور کے تابع ہیں۔ حتی الامکان تو جناب کو شکایت کا کوئی موقع نہ دیں گے مگر تقاضائے بشری سے اگر کبھی سہو ہو جائے تو حضور بھی از راہِ سرپرستی چشم پوشی فرمائیے گا۔"

NOT FOR SALE-PESRP

سبودھ: ''یہی میرا اصول ہے۔ ہمیشہ یہی اصول رہا، جہاں رہا۔ ماتحتوں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رہا۔ ہم اور آپ دونوں ہی کسی تیسرے کے غلام ہیں۔ پھر رعب کیسا اور حکومت کیسی۔ ہاں! ہمیں نیک نیتی اور تن دہی سے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔''

جب سبودھ سے رخصت ہو کر عملہ والے دفتر چلے آئے تو آپس میں باتیں ہونے لگیں:

''آدمی تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔''

''ہیڈ کلرک کے بیان سے تو معلوم ہوتا تھا، سب کو کچّا ہی کھا جائے گا۔''

''جناب! یہ دکھانے کے دانت ہیں۔''

3

سبودھ کو آئے ایک مہینا گزر گیا۔ بورڈ کے کلرک، اردلی، چپڑاسی سب اس کے برتاؤ سے خوش تھے۔ دلجوئی کرنے کا اس میں ایسا فطری مادہ ہے کہ جو اس سے ایک بار ملتا ہے، ہمیشہ کے لیے گرویدہ ہو جاتا ہے۔ سخت کلمہ تو اس کی زبان پر آتا ہی نہیں مگر اس کی یہ ساری خوبیاں مداری لال کی آنکھوں میں کھٹکتی رہتی ہیں۔ وہ اس کانٹے کو اپنے پہلو سے نکال ڈالنے کی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں۔ عملہ کو برانگیختہ کرنا چاہا، ناکامی ہوئی۔ ممبروں کو بھڑکانا چاہا منھ کی کھائی۔ ٹھیکیداروں کو ابھارنے کی کوشش کی، نادم ہونا پڑا۔ چاہتے تھے کہ بھُس میں آگ لگا کر آپ دور سے تماشا دیکھیں۔ سبودھ سے اس طرح ہنس کر ملتے، چکنی چپڑی باتیں کرتے، گویا اس کے سچے دوست ہیں لیکن گھات میں لگے رہتے کہ کب موقع ملے اور اسے نیچا دکھاؤں۔ سبودھ ذہین تھا، لائق تھا مگر مردم شناس نہ تھا۔ وہ مداری لال کو اب بھی اپنا رفیق اور شفیق سمجھتا تھا۔

ایک دن مداری لال، سیکرٹری صاحب کے کمرے میں گئے تو کرسی خالی دیکھی۔ وہ کسی ضرورت سے باہر چلے گئے تھے۔ ان کی میز پر پانچ ہزار کے نوٹ پلندوں میں بندھے ہوئے رکھے تھے۔ بورڈ کے مدرسوں کے لیے کچھ لکڑی کے سامان بنوائے گئے تھے۔ اس کی قیمت تھی۔ ٹھیکے دار آج وصولی کے لیے طلب کیا گیا تھا۔ آج ہی سیکرٹری صاحب نے چیک بھیج کر خزانے سے روپے منگوائے تھے۔ مداری لال نے برآمدہ میں نکل کر دیکھا سبودھ کا کہیں پتا نہ تھا۔ مداری لال کی نیّت برگشتہ ہو گئی۔ حسد میں بدنیّتی بھی شامل ہوئی۔ انھوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پلندے اٹھائے۔ پتلون کی دونوں جیبوں میں بھر کر فوراً کمرے سے نکلے اور چپڑاسی سے پوچھا، سیکرٹری صاحب کمرے میں ہیں یا نہیں؟ چپڑاسی نے کہا، جی نہیں، کچہری میں کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ مداری لال نے دفتر میں آ کر ایک کلرک سے کہا یہ فائل لے جا کر سیکرٹری صاحب کو دکھاؤ۔

کلرک فائل لے کر چلا گیا اور ذرا دیر میں لوٹ کر بولا: ''سیکرٹری صاحب کمرے میں نہ تھے، فائل میز پر رکھ آیا ہوں۔''

مداری لال: ''کمرہ چھوڑ کر کہاں چلے جایا کرتے ہیں۔ کسی دن دھوکا اٹھائیں گے۔''

کلرک نے کہا، ''ان کے کمرے میں دفتر والوں کے سوا جاتا ہی کون ہے؟''

مداری: ''تو کیا دفتر والے سب کے سب فرشتے ہیں؟ کب کسی کی نیّت برگشتہ ہوتی ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔ میں نے چھوٹی چھوٹی رقموں پر، اچھے اچھوں کی نیّتیں بدلتے دیکھی ہیں۔ ہم میں اس وقت سبھی شاہ نظر آتے ہیں لیکن موقع پا کر شاید ہی کوئی شاہ رہے۔ یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ آپ جا کر ان کے کمرے کا دروازہ دونوں طرف سے بند کر دیجیے۔''

NOT FOR SALE-PESRP

کلرک: ”چپڑاسی تو دروازہ پر بیٹھا ہوا ہے۔“

مداری لال نے جھنجلا کر کہا: ”آپ سے میں جو کہتا ہوں وہ کیجیے۔ چپڑاسی کوئی رشی ہے، منی ہے۔ چپڑاسی ہی کچھ اڑا دے تو آپ اس کا کیا کر لیں گے؟ ضمانت بھی ہے تو تین سو کی، یہاں ایک ایک کاغذ لاکھوں کا ہے۔“

یہ کہ کر مداری لال اٹھے اور دفتر کے دروازے دونوں طرف سے بند کر دیے۔ جب ذرا موقع ملا تو نوٹوں کے پلندے پتلون کی جیب سے نکال کر ایک الماری میں کاغذوں کے نیچے چھپا دیے۔ پھر آ کر اپنے کام میں ہمہ تن محو ہو گئے۔ سبودھ چندر آدھ گھنٹا میں لوٹے تو دروازہ بند تھا۔ دفتر میں آ کر مسکراتے ہوئے بولے، یہ دروازہ کسی نے بند کر دیا ہے صاحب! کیا مجھے آنے کی اجازت نہیں ہے؟

مداری لال نے کھڑے ہو کر واعظانہ لہجے میں کہا: ”جناب! گستاخی معاف کیجیے گا۔ آپ جب کبھی باہر جائیں، چاہے ایک منٹ ہی کے لیے کیوں نہ ہو، دروازہ ضرور بند کر دیا کریں۔ آپ کی میز پر روپے پیسے اور سرکاری کاغذات بکھرے پڑے رہتے ہیں، نہ جانے کس وقت کس کی نیت بدل جائے۔ میں نے ابھی سنا کہ آپ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں تو دروازے بند کرا دیے۔“ سبودھ دروازہ کھول کر کمرے میں گئے اور ایک سگار پینے لگے۔ میز پر نوٹ رکھے ہوئے ہیں، اس کی خبر ہی نہ تھی۔ دفعتاً ٹھیکے دار نے آ کر سلام کیا۔ سبودھ کرسی سے اٹھ بیٹھے اور بولے ”تم نے بہت دیر کر دی۔ تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ دس بجے ہی روپے منگوا لیے تھے۔ رسید کا ٹکٹ لائے ہو ناں؟“

ٹھیکے دار: ”حضور! رسید لکھتا لایا ہوں۔“

سبودھ: ”تو یہ روپیا لو۔ تمھارے کام سے میں بہت خوش نہیں ہوں۔ لکڑی خراب استعمال کی ہے اور کوئی چیز صاف نہیں۔ اگر ایسا کام پھر کرو گے تو ٹھیکے داروں کے رجسٹر سے تمھارا نام نکال دیا جائے گا۔“

یہ کہ کر سبودھ نے میز پر نگاہ ڈالی تو نوٹوں کا پلندہ نہ تھا۔ شاید کسی فائل کے نیچے دب گیا ہوگا۔ کرسی کے قریب کے کاغذات اُلٹ پلٹ ڈالے مگر نوٹوں کا پتا نہیں۔ ایں! نوٹ کہاں گئے؟ ابھی یہیں تو میں نے رکھ دیے تھے۔ جا کہاں سکتے ہیں؟ پھر فائلوں کو اُلٹنے پلٹنے لگے۔ دل میں ذرا ذرا سی دھڑکن ہونے لگی۔ ساری میز کے کاغذات چھان ڈالے۔ پلندہ کا پتا نہیں۔ تب وہ کرسی پر بیٹھ کر اس آدھ گھنٹا کے واقعات اور حرکات کا تبصرہ کرنے لگے۔ چپڑاسی نے نوٹوں کا پلندہ لا کر مجھے دیا۔ خوب یاد ہے۔ بھلا یہ بھی بھولنے کی بات ہے اور اتنی جلد! میں نے نوٹوں کو لے کر یہیں میز پر رکھ دیا، گنا تک نہیں۔ اتنے میں ایک وکیل صاحب آ گئے۔ پرانے ملاقاتی ہیں، ان سے باتیں کرتا ہوا ذرا اس درخت کے نیچے چلا گیا۔

یہاں تو پلندہ رکھا ہوا تھا۔ خوب اچھی طرح یاد ہے۔ پھر نوٹ کہاں غائب ہو گئے۔ میں نے کسی صندوق، دراز یا الماری میں نہیں رکھے۔ پھر گئے تو کہاں گئے؟ شاید دفتر میں کسی نے احتیاطاً اٹھا کر رکھ دیے ہوں۔ یہی بات ہے۔ میں ناحق اتنا گھبرا گیا۔ فوراً دفتر میں آ کر مداری لال سے بولے: ”آپ نے میری میز پر سے کچھ نوٹ تو کہیں نہیں رکھوا دیے؟“

مداری لال نے استعجاب سے پوچھا: ”کیا آپ کی میز پر نوٹ تھے؟ مجھے تو خبر نہیں۔ ابھی منشی سوہن لال ایک فائل لے کر گئے تھے تو آپ کو کمرے میں نہ دیکھا۔ میں نے سنا کہ آپ کسی سے باتیں کرتے چلے گئے ہیں تو دروازے بند کروا دیے۔ کیا کچھ نوٹ نہیں مل رہے ہیں؟“

NOT FOR SALE-PESRP

سبودھ: ''ارے صاحب! پورے پانچ ہزار کے ہیں۔ ابھی ابھی چیک بھنایا ہے۔''

مداری لال نے سر پیٹ کر کہا: ''پورے پانچ ہزار! یا بھگوان! غضب ہو گیا۔ آپ نے میز پر دیکھ لیا؟''

سبودھ: ''جناب! پندرہ منٹ سے پریشان ہوں۔''

مداری لال: ''چپڑاسی سے پوچھ لیا کہ کون کون آیا تھا؟''

سبودھ: ''آیئے! ذرا آپ لوگ بھی تلاش کیجیے۔ میرے حواس درست نہیں ہیں۔''

سارا دفتر سیکرٹری صاحب کے کمرے میں سرگرمِ تلاش ہوا۔ میز، الماریاں، صندوق سب دیکھے گئے مگر نوٹوں کا پتا نہیں۔ نوٹ غائب ہو گئے۔ اب اس میں شُبہ کی گنجائش نہ تھی۔ سبودھ نے ایک لمبی سانس لی اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کی ہیئت ہی بدل گئی جیسے مسخ ہو گئے ہوں۔ مداری لال نے ہمدردانہ انداز سے کہا: ''غضب ہو گیا۔ آج تک کبھی ایسا سانحہ نہ ہوا تھا، مجھے یہاں کام کرتے ہوئے دس سال ہو گئے کبھی دھیلے کی چیز بھی غائب نہیں ہوئی۔ میں نے آپ کو پہلے ہی دن متنبہ کر دینا چاہا کہ یہاں ذرا ہوشیار رہیے گا مگر شُدنی تھی، خیال ہی نہ رہا۔ ضرور باہر سے کوئی آدمی آیا اور پلندہ لے کر غائب ہو گیا۔ چپڑاسی کی خطا یہی ہے کہ اس نے اس آدمی کو کمرے میں جانے کیوں دیا۔ وہ لاکھ قسمیں کھائے کہ باہر سے کوئی نہیں آیا لیکن میں اسے کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ صرف منشی سوہن لال ایک فائل لے کر آپ کے کمرے میں گئے تھے مگر دروازہ سے ہی جھانک کر چلے آئے۔''

سوہن لال نے کہا، ''جی ہاں، میں نے تو اندر قدم بھی نہیں رکھا۔ اپنے جوان بیٹے کی قسم کھاتا ہوں جو میں نے اندر قدم رکھا ہو۔''

مداری لال: ''آپ ناحق قسمیں کھاتے ہیں۔ آپ سے کوئی کچھ کہتا ہے؟ (سبودھ کے کان میں) بینک میں آپ کا کچھ روپیا ہو تو نکال کر ٹھیکے دار کو دے دیا جائے ورنہ سخت بدنامی ہوگی۔ نقصان تو ہو ہی گیا۔ اس کے ساتھ خفّت کیوں اٹھانی پڑے۔'' سبودھ چندر نے دردناک لہجے میں کہا: ''بینک میں مشکل سے دو چار سو روپے ہوں گے۔ بھائی جان! روپے ہوتے تو کیا غم تھا۔ سمجھ لیتا جیسے پچیس ہزار اُڑ گئے ویسے پانچ ہزار اُڑ گئے مگر میں تو قلاش ہوں۔''

اسی رات کو سبودھ چندر نے خود کشی کر لی۔ اتنے روپوں کا انتظام کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔ پردۂ موت کے سوا انھیں اپنی خفت، ندامت، بدگمانی، ذِلّت کو چھپانے کی اور کوئی آڑ نہ تھی۔

4

دوسرے دن علی الصبح چپڑاسی نے مداری لال کے گھر پہنچ کر آواز دی۔ مداری لال کو رات بھر نیند نہ آئی تھی۔ گھبرا کر باہر آئے۔

چپڑاسی: حجور بڑا اگجب ہو گیا۔ سیکرٹری صاحب نے رات کو اپنی گردن پر چھری پھیر لی۔

مداری کو ایسا معلوم ہوا گویا ان کے سر پر کوئی بڑا سا پتھر ٹوٹ پڑا ہو۔ ''چھری پھیر لی!''

''جی ہاں، آج سویرے معلوم ہوا۔ پولیس کے آدمی جمع ہیں۔ آپ کو بلایا ہے۔''

''لاش ابھی پڑی ہوئی ہے؟''

''جی ہاں، ابھی ڈاکٹری معائنہ ہونے والا ہے۔''

NOT FOR SALE-PESRP

''بہت سے لوگ جمع ہیں؟''

''سب بڑے بڑے اپسر جمع ہیں۔ لاس کی طرپھ دیکھے نہیں بنتا بابو جی! کیسا بھلا مانس، ہیرا آدمی تھا۔ سب لوگ رو رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے دو بچے ہیں۔ ایک بڑی لڑکی ہے، بیاہنے لائق! بہو جی کو لوگ کتنا روک رہے ہیں، پر بار بار دوڑ کر لاس کے پاس آجاتی ہیں۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو آنکھیں رومال سے نہ پونچھ رہا ہو۔ ابھی کتنے ہی دن آئے ہوئے پر سب سے کیسا میل جول ہو گیا تھا۔ روپے کی تو انھیں محبت ہی نہیں تھی۔ دریا دل تھا۔''

مداری لال کے سر میں چکر آنے لگا۔ دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر اپنے کو سنبھال نہ لیتے تو شاید گر پڑتے۔

''بہو جی بہت رو رہی تھیں۔ کتنے لڑکے بتلائے تم نے؟''

''ہجور دو لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔''

''لڑکی سیانی ہوگی؟''

''جی ہاں، بیاہنے لائق ہے۔ روتے روتے بچاری کی آنکھیں سُوج اٹھی ہیں۔''

''نوٹوں کے بارے میں بھی بات چیت ہو رہی ہوگی؟''

''جی ہاں، سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ دپھتر کے کسی آدمی کا کام ہے۔ دروگا جی تو سوہن لال کو گرپتار کرنا چاہتے تھے مگر سائت آپ کی صلاح لیں۔ سیکرٹری صاحب لکھ گئے ہیں کہ میرا سک کسی پر نہیں ہے۔ نہیں تو اب تک تہلکہ مچ گیا ہوتا۔ سارا دپھتر پھنس جاتا۔''

''کیا سیکرٹری صاحب کوئی خط لکھ کر چھوڑ گئے ہیں؟''

''ہاں صاحب! معلوم ہوتا ہے چھری مارنے بکھت انھیں یاد آیا کہ سب دپھتر گرپتار ہو جائے گا۔ بس کلکٹر صاحب کے نام چٹھی لکھ دی۔''

''اس چٹھی میں میرا بھی ذکر ہے؟ تمھیں یہ کیا معلوم ہوگا۔''

''ہجور! اب میں کیا بتاؤں مگر اتنا سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بڑی تارپھ لکھی ہے۔''

مداری لال کی سانس اور تیز ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو کے دو بڑے قطرے ٹپک پڑے۔

''میں اور وہ ایک ساتھ کے پڑھے تھے۔ آٹھ دس سال تک ساتھ رہنا، ساتھ اٹھتے بیٹھتے، ساتھ کھاتے، بس اسی طرح تھے جیسے دو سگے بھائی ہوں۔ خط میں میری کیا تعریف لکھی ہے؟ یہ تمھیں کیا معلوم ہوگا!''

''آپ تو چل ہی رہے ہیں دیکھ لیجیے گا۔''

''کفن کا انتظام ہو گیا ہے؟''

''نہیں صاحب، کہا ناں کہ ابھی لاس کا ڈاکٹری معائنہ ہوگا مگر اب جلدی چلیے ایسا نہ ہو کوئی دوسرا آدمی آتا ہو۔''

''ہمارے دفتر کے بھی سب لوگ آ گئے ہوں گے؟''

''جی ہاں، کئی آدمی آ گئے تھے۔ وہی جو اس محلہ میں رہتے ہیں۔''

NOT FOR SALE-PESRP

''ان سے پولیس والوں نے میری بابت تو سوال جواب نہیں کیا؟''

''جی نہیں، کسی سے بھی نہیں۔''

مداری لال جب سبودھ چندر کے گھر پہنچے تو کوئی افسر اور محلہ کے معززین جمع تھے۔ مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب ان کی طرف بدگمانی کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ پولیس انسپکٹر نے انھیں فوراً بلا کر کہا: ''آپ بھی اپنا بیان لکھا دیں اور سب کے بیان لکھ چکا ہوں۔''

مداری لال نے اتنی ہوشیاری سے اپنا بیان دیا کہ انسپکٹر پولیس بھی ان کی قانونی نکتہ دانی کا معترف ہو گیا۔ سارے بیان میں ایک لفظ بھی ایسا نہ تھا جو ان کے خلاف پڑ سکے۔

یکا یک مرحوم کے دونوں بچے روتے ہوئے مداری لال کے پاس آئے اور بولے، ''چلیے آپ کو اماں جی بلا رہی ہیں۔'' دونوں مداری لال سے مانوس تھے۔

مداری کو سبودھ چندر کی بیوی سے کبھی بات چیت کرنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ یہ بلا وا سُن کر ان کا دل دھڑک اٹھا۔ کہیں اس کا مجھ پر شُبہ نہ ہو۔ کہیں سبودھ نے میری نسبت شک تو ظاہر نہیں کیا؟ کچھ جھجکے، کچھ ڈرے۔ اندر داخل ہوئے تو بیوہ کا نالۂ دلخراش سنائی دیا۔ انھیں دیکھتے ہی بے کس بیوہ کے نالۂ درد کا کوئی دوسرا سوتا کُھل گیا۔ لڑکی نے آ کر انھیں پرنام کیا اور ان کے لیے ایک کرسی رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں لڑکوں نے بھی انھیں گھیر لیا۔ مداری لال کو ان تینوں کی نظروں میں ایسی بے کسانہ التجا بھری ہوئی معلوم ہوئی کہ وہ ان کے سامنے دیکھ نہ سکے۔

ان کا نفس انھیں نفرین کرنے لگا۔ جن غریبوں کو ان پر اتنا اعتماد، اتنا بھروسا، اتنی عقیدت، اتنی یگانگت ہے، انھیں کی گردن پر انھوں نے چُھری پھیری۔ انھیں کے ہاتھوں یہ بھرا پُرا خاندان خاک میں مل گیا۔ ان غریبوں کا اب کیا حشر ہو گا؟ لڑکی کی شادی کرنی ہے، کون کرے گا؟ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بار کون اٹھائے گا؟ مداری لال خود اپنی نظروں میں اتنے ذلیل ہوئے، ان کے دل نے خود اتنا دُھتکارا کہ ان کی زبان سے تشفّی کا ایک لفظ نہ نکلا۔ انھیں ایسا محسوس ہوا گویا ان کے چہرے پر کوئی سیاہ اور بدنما داغ لگا ہوا ہے۔ گویا ان کا قد کچھ چھوٹا ہو گیا ہے۔ وہ سبودھ چندر کو صرف پریشان کرنا چاہتے تھے۔ اس کا یہ انجام ہو گا، شاید اس کا انھیں گُمان بھی نہیں تھا۔

مجروح بیوہ نے سسکتے ہوئے کہا، ''بھیّا جی! ہم لوگوں کو وہ منجدھار میں چھوڑ گئے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ دل میں یہ بات ٹھان چکے ہیں تو اپنے پاس جو کچھ تھا، سب ان کے قدموں پر رکھ دیتی۔ مجھ سے تو وہ یہی کہتے رہے کہ کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا۔ آپ ہی کے ذریعے وہ کوئی مہاجن ٹھیک کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے اوپر انھیں اتنا بھروسا تھا کہ بیان نہیں کر سکتی۔''

مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی ان کے دل پر نشتر چلا رہا ہے۔ ان کے حلق میں کوئی وزنی چیز پھنسی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

بیوہ نے پھر کہا، ''رات سوئے تو خوب ہنس رہے تھے۔ معمول کے مطابق دودھ پیا، بچوں کو پیار کیا، تھوڑی دیر تک ہارمونیم بجایا۔ کوئی ایسی بات نہ کی جس سے کسی قسم کا شبہ ہوتا۔ مجھے متفکّر دیکھ کر بولے، تم ناحق گھبراتی ہو۔ مداری لال سے پرانی ملاقات ہے۔ آخر وہ کس دن کام آئے گی۔ میرے ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں۔ اس شہر میں ان کی خاصی عزت ہے۔ روپوں کا انتظام آسانی سے ہو جائے گا۔ پھر نہ جانے کب

NOT FOR SALE-PESRP

ان کا ارادہ پلٹا۔ میں نصیبوں جلی ایسی سوئی کہ رات کوسنکی تک نہیں۔ کیا جانتی تھی کہ وہ اپنی جان پر کھیل جائیں گے۔''

مداری لال کو سارا مکان تیرتا ہوا معلوم ہوا۔ انھوں نے بہت ضبط کیا پر جوشِ اشک نہ روک سکے۔ بیوہ نے آنکھیں پونچھ کر پھر کہا: ''بابو جی! جو کچھ ہونا تھا، وہ تو ہو چکا لیکن آپ اس بدمعاش کا پتا ضرور لگایئے جس نے ہمارا ستیاناس کیا۔ دفتر ہی کے کسی آدمی کی حرکت ہے۔ وہ بہت سیدھے سادے آدمی تھے۔ مجھ سے یہی کہتے رہے کہ میرا کسی پر شبہ نہیں ہے۔ آپ سے صرف یہی التجا کرتی ہوں کہ اس بدمعاش کو بچ کر جانے نہ دیجیے گا۔ پولیس والے شاید رشوت لے کر اسے چھوڑ دیں۔ آپ کو دیکھ کر ان کا یہ حوصلہ نہ ہوگا۔ اب ہمارے سر پر آپ کے سوا اور کون ہے۔ کس سے اپنا دکھ کہیں۔ لاش کی یہ دُرگت ہونی ہی لکھی تھی۔''

مداری لال کے سر میں ایسا چکر آیا کہ وہ زمین پر گر پڑے۔

5

تیسرے پہر لاش کا معائنہ ختم ہوا۔ جنازہ ندی کی طرف چلا۔ سارا دفتر، سارے حکام اور ہزاروں آدمی ساتھ تھے۔ چِتا کے مراسم لڑکوں کے ہاتھوں ادا ہونے چاہییں تھے مگر لڑکے نابالغ تھے۔ بیوہ چلنے کو تیار ہی ہو رہی تھی کہ مداری لال نے جا کر کہا، ''بھو جی! یہ فرض مجھے ادا کرنے دو۔ تم کِریا پر بیٹھ جاؤ گی تو بچوں کو کون سنبھالے گا؟ سبودھ میرے بھائی تھے۔ زندگی میں مَیں ان کے ساتھ کچھ سلوک نہ کر سکا۔ اب زندگی کے بعد مجھے اپنا دوستانہ اور برادرانہ فرض ادا کر لینے دو۔ آخر میرا بھی تو ان پر کچھ حق تھا۔''

بیوہ نے رو کر کہا، ''آپ کو بھگوان نے بڑا وفا پرور دل دیا ہے بابو جی، نہیں تو مرنے پر کون پوچھتا ہے۔ دفتر کے آدمی جو آدھی آدھی رات تک ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے، جھوٹوں بھی نہ آئے کہ ذرا دل کو ڈھارس ہوتی۔''

مداری لال نے واہ کریا کی۔ تیرہ دن تک سنسکار کرتے رہے۔ تیرھویں دن پِنڈ دان ہوا۔ برہمنوں نے بھوجن کیا۔ فقیروں کو غلہ تقسیم کیا گیا۔ قریبی احباب کی دعوت ہوئی اور سبھی اخراجات مداری لال نے ادا کیے۔ بیوہ نے ہر چند اصرار کیا کہ آپ نے جتنا کیا، اتنا ہی بہت ہے۔ اب میں آپ کو اور زیادہ زیر بار نہیں کرنا چاہتی۔ دوستی کا حق اس سے زیادہ اور کوئی کیا ادا کرے گا مگر مداری لال نے ایک نہ سنی۔ سارے شہر میں لوگ ان کی تعریف کرنے لگے۔ دوست ہو تو ایسا ہو!

سولھویں دن بیوہ نے مداری لال سے کہا، ''بھیّا! آپ نے ہمارے ساتھ جو سلوک اور احسان کیے، ان سے ہم مرتے دم تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ آپ نے ہمارے سر پر ہاتھ نہ رکھا ہوتا تو نہیں معلوم ہماری کیا گت ہوتی۔ اسی طرح کبھی کبھی یاد کیجیے گا۔ اب ہمیں اجازت دیجیے کہ گھر جائیں۔ وہاں دیہات میں خرچ بھی کم ہوگا اور کچھ کھیتی باڑی کا سلسلہ بھی کر لوں گی۔ کسی نہ کسی طرح زندگی کے دن کٹ جائیں گے۔''

مداری لال: ''گھر پر کتنی جائیداد ہے؟''

بیوہ: ''جائیداد کیا ہے! ایک کچا مکان ہے اور دس بارہ بیگھے کاشت کاری ہے۔ پکا مکان بنوانا شروع کیا تھا مگر روپے پورے نہ پڑے۔ ابھی ادھورا پڑا ہوا ہے۔ دس بارہ ہزار روپے خرچ ہو گئے اور ابھی چھت پڑنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔''

NOT FOR SALE-PESRP

مداری: ''کچھ روپے بینک میں جمع ہیں یا بس کھیتی ہی کا سہارا ہے؟''

بیوہ: ''جمع تو ایک پائی بھی نہیں ہے بھیّاجی! ان کے ہاتھ میں روپیا رہنے ہی نہ پاتا تھا۔ بس وہی کھیتی باڑی ہے۔''

مداری: ''تو ان کھیتوں میں اتنی پیداوار ہو جائے گی کہ لگان بھی ادا ہو جائے اور تم لوگوں کی بسر اوقات بھی ہو؟''

بیوہ: ''اور کر ہی کیا سکتے ہیں بھیّاجی۔ کسی نہ کسی طرح زندگی تو کاٹنا ہی ہے۔ بچے نہ ہوتے تو میں زہر کھا لیتی۔''

مداری: ''اور ابھی لڑکی کی شادی بھی کرنی ہے!''

بیوہ: ''لڑکی کی شادی کی اب کوئی فکر نہیں ہے۔ کاشتکاروں میں بہت سے ایسے مل جائیں گے جو بلا کچھ لیے دیے شادی کر لیں گے۔''

مداری نے ذرا دیر خاموش رہ کر کہا: ''اگر میں کچھ صلاح دوں تو اسے مانیں گی آپ؟''

بیوہ: ''بھیّاجی! آپ کی صلاح نہ مانیں گے تو کس کی صلاح مانیں گے؟ دوسرا اور ہے ہی کون؟''

مداری: ''تو آپ اپنے گھر جانے کے بدلے میرے گھر چلیے۔ جیسے میرے بال بچے کھائیں، رہیں گے ویسے آپ کے بال بچے بھی رہیں گے۔ آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی۔ میرا مکان کافی بڑا ہے۔ آپ چاہیں گی تو اسے دو حصّوں میں تقسیم کر کے ایک حصّہ آپ کو دے دوں گا ورنہ ایک ساتھ ہی رہیں گے۔ ایشور نے چاہا تو لڑکی کی شادی بھی کسی شریف خاندان میں ہو جائے گی۔''

بیوہ نے آنکھوں میں احسان اور تشکّر کے آنسو بھرتے ہوئے کہا، ''مگر بابوجی! سوچیے۔''

مداری نے بات کاٹ کر کہا: ''میں نہ کچھ سوچوں گا اور نہ کوئی عذر مانوں گا۔ آپ کو میری یہ درخواست قبول کرنی پڑے گی۔ میں آج دس دن سے اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا اور اس تجویز کے سوا مجھے اور کوئی دوسری صورت نظر نہیں آئی۔ دو بھائیوں کے خاندان کیا ایک ساتھ نہیں رہتے؟ سبودھ کو میں اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ سمجھوں گا۔''

بیوہ کا کوئی عُذر نہ سنا گیا۔ اُسی دن مداری لال سارے خاندان کو اپنے گھر لے گئے اور آج دس سال سے ان کی پرورش کر رہے ہیں۔ لڑکی کی شادی ایک بہت ممتاز خاندان میں ہوگئی۔ دونوں بچے کالج میں پڑھتے ہیں اور ان کی ماں مداری لال کے گھر کی مالکن ہے۔ مداری لال اور ان کی بیوی دل و جان سے اس کی خدمت کرتے ہیں اور اس کی مرضی کو مُقدّم سمجھتے ہیں۔

مداری لال نے اپنے گناہ کو خدمت کے پردے میں چھپا لیا ہے۔

پریم چالیسی

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 افسانہ ''کفّارہ'' کا متن مدِنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) بابو مداری لال اور سبودھ چندر کے مابین کیا رشتہ تھا؟

(ii) سبودھ چندر کی تعیناتی پر بابو مداری لال کیوں پریشان تھے؟

(iii) مداری لال نے ''نئے صاحب'' کے بارے میں کس طرح غلط فہمیاں پیدا کیں؟

(iv) سبودھ چندر نے اپنے سٹاف سے کیا کہا؟

(v) سبودھ چندر کی میز سے پانچ ہزار کے نوٹ کا پلندہ کس نے چُرایا تھا؟

(vi) بابو مداری لال نے اپنی زیادتیوں کا کفّارہ کیسے ادا کیا؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) سرکاری لفافے میں تقرر کا حکم نامہ تھا:

(الف) کلرک کا (ب) نئے سیکرٹری کا (ج) ہیڈ کلرک کا (د) چپڑاسی کا

(ii) بابو مداری لال نئے سیکرٹری سبودھ چندر کے تھے:

(الف) دوست (ب) ہمسایہ (ج) پرانے یار (د) ہم جماعت

(iii) مداری لال کو دیکھتے ہی سبودھ چندر نے لپک کر:

(الف) مارنا پیٹنا شروع کر دیا (ب) دھکا دے دیا
(ج) پکڑ لیا (د) گلے سے لگا لیا

(iv) سبودھ چندر بصرہ سے کما لایا:

(الف) دس ہزار روپے (ب) پندرہ ہزار روپے
(ج) بیس ہزار روپے (د) پچیس ہزار روپے

(v) سبودھ چندر ذہین تھا مگر نہ تھا:

(الف) معاملہ فہم (ب) بُردبار
(ج) مردم شناس (د) موقع شناس

NOT FOR SALE-PESRP

vi) ''اپنے جوان بیٹے کی قسم کھاتا ہوں جو میں نے اندر قدم رکھا ہو۔'' یہ الفاظ کہے:

(الف) مداری لال نے (ب) سبودھ چندر نے (ج) سوہن لال نے (د) ٹھیکے دار نے

vii) مداری لال کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی ان کے دل پر چلا رہا ہے:

(الف) چاقو (ب) خنجر (ج) چھری (د) نشتر

3 افسانہ ''کفّارہ'' کا خلاصہ تحریر کریں۔

4 دیے ہوئے موزوں الفاظ کی مدد سے جملے مکمل کریں:

i) سبودھ کا قصور صرف یہی تھا کہ وہ مداری لال سے زیادہ ذہین، زیادہ حاضر جواب اور زیادہ ______ تھا۔	(خندہ پیشانی، حسین)
ii) آپ لوگ ذرا ہاتھ پاؤں ______ کر رہیے گا۔	(باندھ، سنبھال)
iii) مگر تقاضائے بشری سے اگر کبھی ______ ہو جائے تو ازراہِ سرپرستی چشم پوشی فرمائیے گا۔	(غلطی، سہو)
iv) اجی! میری نہ پوچھو بصرہ، ______ اور نہ جانے کہاں کہاں مارا پھرا۔	(فرانس، ایران)
v) اندر داخل ہوئے تو بیوہ کا نالۂ ______ سنائی دیا۔	(دل سوز، دلخراش)
vi) لڑکی کی شادی ایک بہت ______ خاندان میں ہوگئی۔	(ممتاز، اعلیٰ)

5 افسانے کا عنوان ''کفّارہ'' کس طرح کہانی کے موضوع سے ہم آہنگ ہے؟ وضاحت کریں۔

6 پریم چند نے حسد، بُغض، نفرت کے مُضمِرات کے علاوہ ''گناہ اور توبہ'' کے تصوّر کو کس طرح پیش کیا ہے؟ تفصیل سے بتائیں۔

7 پریم چند ایک حقیقت نگار ادیب ہیں۔ ان کے شاملِ نصاب افسانہ ''کفّارہ'' میں سے کس طرح حقیقت نگاری کو تلاش کیا جا سکتا ہے؟

8 مداری لال کا کفّارہ ادا کرنا اس کی اخلاقی ذمہ داری تھی یا سماجی دباؤ؟ دلائل دیں۔

9 مندرجہ ذیل محاورات، تراکیب و مرکبات کے معانی لغت سے تلاش کریں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں:

نشتر چلانا	ستیاناس کرنا	نالۂ دلخراش	نیّت برگشتہ ہونا	ہمہ تن محو ہونا
چشم پوشی کرنا	دل جوئی کرنا	دیرینہ خلش	اوسان بجا ہونا	اِتہام لگانا

NOT FOR SALE-PESRP

10 سبق کے متن کے مطابق صحیح یا غلط پر نشان لگائیں:

(i) مداری لال کے دل میں حسد کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔	صحیح ☐	غلط ☐
(ii) سبودھ چندر گاڑی سے اترے تو اسٹیشن پر بورڈ کے عملے کو غائب پایا۔	صحیح ☐	غلط ☐
(iii) ساری خوبیاں سبودھ چندر کی آنکھوں میں کھٹکتی رہتی ہیں۔	صحیح ☐	غلط ☐
(iv) ''جناب! بیس منٹ سے پریشان ہوں۔''	صحیح ☐	غلط ☐
(v) سبودھ نے ایک لمبی سانس لی اور چارپائی پر سو گئے۔	صحیح ☐	غلط ☐

حروف کی مختلف اقسام

حروفِ ندا وہ حروف ہیں جو کسی کو آواز دینے یا پکارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے: اجی! میری بات سنیں۔ اس جملے میں ''اجی'' حرفِ ندا ہے۔ حروف ندا کے بعد علامتِ ندا ''!'' استعمال کی جاتی ہے۔ اجی، اے، او، یا، ارے وغیرہ حروفِ ندا ہیں۔

حروفِ تحسین وہ حروف ہیں جو کسی کی تعریف اور تحسین کرتے وقت ادا کیے جاتے ہیں۔ جیسے: شاباش! آپ نے پہلا انعام حاصل کیا ہے۔ اس جملے میں ''شاباش'' حرفِ تحسین ہے۔ حروفِ تحسین کے فوری بعد فجائیہ کی علامت ''!'' استعمال کی جاتی ہے۔ واہ وا، شاباش، آفرین، اللہ اللہ وغیرہ حروفِ تحسین ہیں۔

حروفِ نفرین وہ حروف ہیں جو نفرت، حقارت یا برا بھلا کہنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے: لعنت ہے تمھارے جھوٹ پر۔ اس جملے میں ''لعنت'' حرفِ نفرین ہے۔ تف، ہزار لعنت، پھٹکار، اخ تھو وغیرہ حروفِ نفرین ہیں۔

حروفِ انبساط وہ حروف ہیں جو خوشی اور مسرّت و انبساط کے موقع پر ادا کیے جاتے ہیں۔ جیسے: سبحان اللہ! کیسا خوب صورت منظر ہے۔ اس جملے میں ''سبحان اللہ'' حرفِ انبساط ہے۔ واہ، آہا، خوب، بہت خوب وغیرہ حروفِ انبساط ہیں۔

حروفِ تاسُّف وہ حروف ہیں جو افسوس اور غم کے موقعے پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے: آہ! صائمہ کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اس جملے میں ''آہ'' حرفِ تاسُّف ہے۔ افسوس، صد افسوس، حیف، ہائے ہائے، حسرتا وغیرہ حروفِ تاسُّف ہیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- کیا افسانہ ''کفارہ'' کا اختتام مناسب تھا؟ بحث کریں۔
- مداری لال اور سبودھ چندر کے مرکزی کرداروں کی شخصیت اور کردار پر گروپ کی شکل میں بات چیت کریں۔
- پریم چند کے افسانے ''عیدگاہ'' کا مطالعہ کریں اور اس کا فکری و فنی موازنہ افسانہ ''کفارہ'' سے کریں۔

اشاراتِ تدریس

- افسانے کے مشکل الفاظ اور جملوں کی وضاحت کریں۔
- مداری لال اور سبودھ چندر کے کرداروں کی تحلیلِ نفسی (Psycho Analysis) پیش کریں۔
- پریم چند کے بارے میں بتائیں کہ وہ اردو ادب کے اوّلین افسانہ نگاروں کی صف میں شامل ہیں اور وہ ترقی پسند ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقت نگاری میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

NOT FOR SALE-PESRP

پطرس بُخاری

(۱۸۹۸ء۔۱۹۵۸ء)

پطرس بُخاری اردو ادب کے ممتاز مزاح نگار، ادیب، مترجم اور ریڈیو پاکستان کے نام ور براڈ کاسٹر تھے۔ان کا اصل نام ''سیّد احمد شاہ'' تھا لیکن وہ ''پطرس بخاری'' کے قلمی نام سے مشہور ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنی جائے پیدائش پشاور میں حاصل کی۔گورنمنٹ کالج لاہور سے انگریزی ادب میں ماسٹر کیا اور طلائی تمغا حاصل کرنے میں کام یاب ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کی خاطر انگلستان روانہ ہوئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور جیسے تاریخی ادارے میں انگریزی زبان وادب کی تدریس کا موقع ملا۔ بعد میں وہ ریڈیو یعنی آواز کی دنیا سے وابستہ ہو گئے اور یہاں اپنی لیاقت اور تجربے کی بنیاد پر ترقی کرتے ہوئے ڈائریکٹر جنرل کے عہدے تک جا پہنچے۔

پطرس بُخاری ذہین، حاضر جواب اور خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی تحریریں اور تقریریں دونوں ہی دل چسپ اور متاثر کن تھیں۔

پطرس بُخاری کو مزاح نگاروں کا شہزادہ کہا جاتا ہے۔ان کی تحریروں میں شگفتگی، ظرافت اور گہرائی پائی جاتی ہے۔ان کے مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ''پطرس کے مضامین'' اردو مزاح نگاری کا شاہ کار تصور ہوتا ہے۔ان کے یہ مضامین بے حد ہلکے پھلکے ہیں جن میں روز مرّہ زندگی کے معمولات کو نہایت دل چسپ اور طنز و مزاح کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ان کی تحریروں میں انگریزی ادب کے اثرات کافی نمایاں ہیں۔

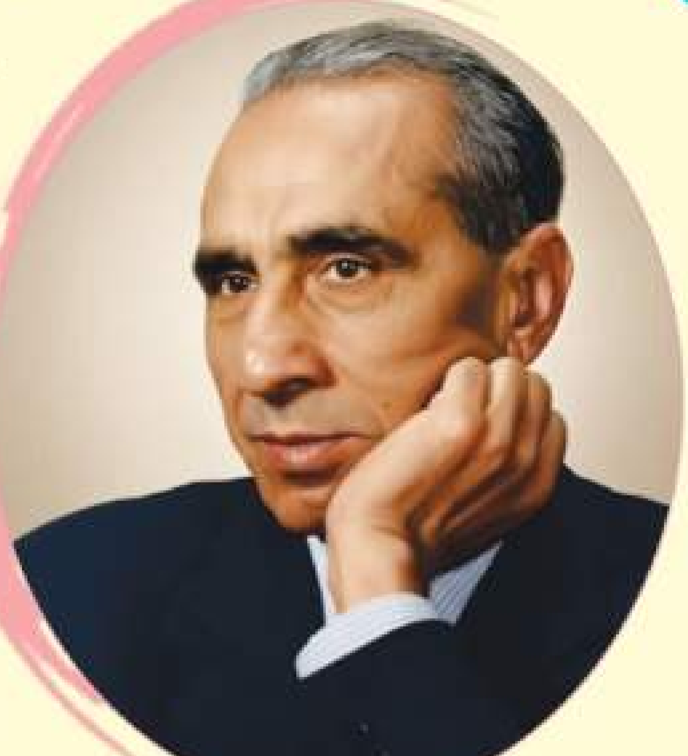

پطرس بخاری کا انتقال ۵ ردسمبر ۱۹۵۸ء کو نیویارک، امریکا میں ہوا، جہاں وہ اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔

پطرس بخاری کی تحریریں، آج بھی اردو ادب کے طلبہ اور قارئین کے لیے بہت خاص ہیں۔ان کا نام اردو مزاح نگاری کی روایت میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

NOT FOR SALE-PESRP

7

سویرے جو کل آنکھ میری کھُلی

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو پطرس بخاری کے مزاحیہ مضامین کی انفرادیت اور اسلوب بیان سے روشناس کرانا
- مزاح کی ادبی اہمیت اور معاشرتی رویّوں پر تنقید کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا
- طلبہ میں طنز و مزاح کے ذریعے سے معاشرتی مسائل پر تنقیدی سوچ پیدا کرنا

گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کی طرف دوڑتا ہے۔ ہماری جو شامت آئی تو ایک دن اپنے پڑوسی لالہ کرپا شنکر جی برہمچاری سے برسبیلِ تذکرہ کہہ بیٹھے کہ ''لالہ جی! امتحان کے دن قریب آتے جاتے ہیں، آپ سحر خیز ہیں، ذرا ہمیں بھی صبح جگا دیا کیجیے۔''

وہ حضرت بھی معلوم ہوتا ہے نفلوں کے بھوکے بیٹھے تھے۔ دوسرے دن اُٹھتے ہی انھوں نے ایشور کا نام لے کر ہمارے دروازے پر مُکا بازی شروع کر دی۔ کچھ دیر تک تو ہم سمجھے کہ عالمِ خواب ہے۔ ابھی سے کیا فکر، جاگے تو لاحول پڑھ لیں گے لیکن یہ گولہ باری، لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی گئی۔ اور صاحب جب کمرے کے چوبی دروازے لرزنے لگے، صراحی پر رکھا گلاس جل ترنگ کی طرح بجنے لگا اور دیوار پر لٹکا ہوا کیلنڈر پنڈولم کی طرح ہلنے لگا تو بیداری کا قائل ہونا ہی پڑا۔ مگر اب دروازہ ہے کہ لگا تار کھٹکھٹایا جا رہا ہے۔ مَیں کیا میرے آبا و اجداد کی روحیں اور میری قسمتِ خوابیدہ تک جاگ اُٹھی ہوگی۔ بہتیرا آوازیں دیتا ہوں۔ ''اچھا!۔۔۔ اچھا!۔۔۔ تھینک یو!۔۔۔ جاگ گیا ہوں!۔۔۔ بہت اچھا! نوازش ہے!'' آنجناب ہیں کہ سنتے ہی نہیں۔ خدایا کس آفت کا سامنا ہے؟ یہ سوتے کو جگا رہے ہیں یا مُردے کو جِلا رہے ہیں؟ اور حضرت عیسیٰؑ بھی تو بس واجبی طور پر ہلکی سی آواز میں ''قُم'' کہہ دیا کرتے ہوں گے، زندہ ہو گیا تو ہو گیا، نہیں تو چھوڑ دیا۔ کوئی مُردے کے پیچھے لٹھ لے کے پڑ جایا کرتے تھے؟ توپیں تھوڑی داغا کرتے تھے؟ تو بھلا ہم سے کیسے ہو سکتا تھا کہ اُٹھ کر دروازے کی چٹخنی کھول دیتے، پیش تر اس کے کہ بستر سے باہر نکلیں، دل کو جس قدر سمجھانا بجھانا پڑتا ہے، اس کا اندازہ کچھ اہلِ ذوق ہی لگا سکتے ہیں۔ آخر کار جب لیمپ جلایا اور ان کو باہر سے روشنی نظر آئی، تو طوفان تھما۔

اب جو ہم کھڑکی میں سے آسمان کو دیکھتے ہیں تو جناب ستارے ہیں کہ جگمگا رہے ہیں! سوچا کہ آج پتا چلائیں گے، یہ سورج آخر کس طرح سے نکلتا ہے لیکن جب گھوم گھوم کر کھڑکی میں سے اور روشن دان میں سے چاروں طرف دیکھا اور بزرگوں سے صبحِ کاذب کی جتنی نشانیاں سنی تھیں، ان میں سے ایک بھی کہیں نظر نہ آئی، تو فکر سی لگ گئی کہ آج کہیں سورج گرہن نہ ہو۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا، تو پڑوسی کو آواز دی:

''لالہ جی!۔۔۔ لالہ جی!''

جواب آیا، ''ہوں۔''

مَیں نے کہا: ''آج یہ کیا بات ہے۔ کچھ اندھیرا اندھیرا سا ہے؟''

NOT FOR SALE-PESRP

کہنے لگے، ''تو اور کیا تین بجے ہی سورج نکل آئے؟''

تین بجے کا نام سن کر ہوش گم ہو گئے، چونک کر پوچھا، ''کیا کہا تم نے؟ تین بجے ہیں؟''

کہنے لگے، ''تین۔۔۔ تو۔۔۔ نہیں۔۔۔ کچھ سات۔۔۔ ساڑھے سات۔۔۔ منٹ اوپر تین ہیں۔''

میں نے کہا، ''ارے کم بخت! خدائی فوج دار! بدتمیز کہیں کے! میں نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ صبح جگا دینا، یا یہ کہا تھا کہ سرے سے سونے ہی نہ دینا؟ تین بجے جاگنا بھی کوئی شرافت ہے؟ ہمیں تو نے کوئی ریلوے گارڈ سمجھ رکھا ہے؟ تین بجے ہم اُٹھ سکا کرتے تو اس وقت دادا جان کے منظورِ نظر نہ ہوتے؟ ابے احمق کہیں کے! تین بجے اُٹھ کے ہم زندہ رہ سکتے ہیں؟ امیر زادے ہیں، کوئی مذاق ہے! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔''

دل تو چاہتا تھا کہ عدم تشدّد و شدد کو خیر باد کہ دوں لیکن پھر خیال آیا کہ بنی نوع انسان کی اصلاح کا ٹھیکہ کوئی ہمیں نے لے رکھا ہے؟ ہمیں اپنے کام سے غرض۔ لیمپ بجھایا اور بڑبڑاتے ہوئے پھر سو گئے۔ اور پھر حسبِ معمول نہایت اطمینان کے ساتھ بھلے آدمیوں کی طرح دس بجے اُٹھے، بارہ بجے تک منھ ہاتھ دھویا اور چار بجے چائے پی کر ٹھنڈی سڑک کی سیر کو نکل گئے۔

شام کو واپس ہاسٹل میں وارد ہوئے۔ جوشِ شباب تو ہے ہی اس پر شام کا ارمان انگیز وقت، ہوا بھی نہایت لطیف تھی، طبیعت بھی ذرا مچلی ہوئی تھی۔ ہم ذرا ترنگ میں گاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے:

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے

کہ اتنے میں پڑوسی کی آواز آئی، ''مسٹر!''

ہم اس وقت ذرا چٹکی بجانے لگے تھے۔ بس انگلیاں وہیں پر رُک گئیں اور کان آواز کی طرف لگ گئے۔ ارشاد ہوا: ''یہ آپ گا رہے ہیں؟'' (زور ''آپ'' پر)

مَیں نے کہا ''اجی! میں کس لائق ہوں۔ لیکن خیر فرمائیے؟'' بولے ''ذرا۔۔۔ وہ مَیں۔۔۔ مَیں ڈسٹرب ہوتا ہوں۔''

بس صاحب، ہم میں جو موسیقیت کی روح پیدا ہوئی تھی فوراً مر گئی۔ دل نے کہا ''او نابکار انسان! دیکھ پڑھنے والے یوں پڑھتے ہیں۔'' صاحب، خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دعا مانگی کہ ''خدایا ہم بھی اب باقاعدہ مطالعہ شروع کرنے والے ہیں۔ ہماری مدد کر اور ہمیں ہمت دے۔''

آنسو پونچھ کر اور دل کو مضبوط کر کے میز کے سامنے آ بیٹھے، دانت بھینچ لیے، نکٹائی کھول دی، آستینیں چڑھا لیں، لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کریں کیا؟ سامنے سرخ، سبز، زرد سب ہی قسم کی کتابوں کا انبار لگا تھا۔ اب ان میں سے کون سی پڑھیں؟ فیصلہ یہ ہوا کہ پہلے کتابوں کو ترتیب سے میز پر لگا دیں کہ باقاعدہ مطالعہ کی پہلی منزل یہی ہے۔

بڑی تقطیع کی کتابوں کو علیحدہ رکھ دیا۔ چھوٹی تقطیع کی کتابوں کو سائز کے مطابق الگ قطار میں کھڑا کر دیا۔ ایک نوٹ پیپر پر ہر ایک کتاب کے صفحوں کی تعداد لکھ کر سب کو جمع کیا، پھر ۱۵۔ اپریل تک کے دن گنے۔ صفحوں کی تعداد کو دنوں کی تعداد پر تقسیم کیا۔ ساڑھے پانچ سو جواب آیا، لیکن اضطراب کی کیا مجال جو چہرے پر ظاہر ہونے پائے۔ دل میں کچھ تھوڑا سا پچھتائے کہ صبح تین بجے ہی کیوں نہ اُٹھ بیٹھے لیکن کم خوابی کے طبّی پہلو پر غور کیا تو فوراً اپنے آپ کو ملامت کی۔ آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ تین بجے اُٹھنا تو لغو بات ہے البتہ پانچ، چھے، سات بجے کے قریب اُٹھنا معقول ہوگا۔ صحت بھی قائم رہے گی اور امتحان کی تیاری بھی باقاعدہ ہوگی۔ ہم خرما و ہم ثواب!

NOT FOR SALE-PESRP

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ سویرے اُٹھنا ہوتو جلدی ہی سو جانا چاہیے۔ کھانا باہر سے ہی کھا آئے تھے۔ بستر میں داخل ہو گئے۔ چلتے چلتے خیال آیا، کہ لالہ جی سے جگانے کے لیے کہ ہی نہ دیں؟ یوں تو ہماری اپنی قوتِ ارادی کافی زبردست ہے، جب چاہیں اُٹھ سکتے ہیں، لیکن پھر بھی کیا حرج ہے؟

ڈرتے ڈرتے آواز دی، ''لالہ جی!''

انھوں نے پتھر کھینچ مارا ''یس!''

ہم اور بھی سہم گئے کہ لالہ جی کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں، تُتلا کے درخواست کی کہ ''لالہ جی! صبح آپ کو بڑی تکلیف ہوئی، میں آپ کا بہت ممنون ہوں۔کل اگر ذرا مجھے چھے بجے یعنی جس وقت چھے بجیں۔۔۔''

جواب ندارد۔

میں نے پھر کہا، ''جب چھے بج چکیں تو۔۔۔سنا آپ نے؟''

چُپ۔

''لالہ جی!''

کڑکتی ہوئی آواز نے جواب دیا: ''سُن لیا سُن لیا، چھے بجے جگا دوں گا۔ تھری گاما پلس، فورایلفا پلس۔۔۔''

ہم نے کہا، ''ب۔۔۔ب۔۔۔ب۔۔۔بہت اچھا۔ یہ بات ہے۔''

توبہ! خدا کسی کا محتاج نہ کرے۔

لالہ جی آدمی بہت شریف ہیں۔ اپنے وعدے کے مطابق دوسرے دن صبح چھے بجے انھوں نے دروازے پر گھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ ان کا جگانا تو محض ایک سہارا تھا ہم خود ہی انتظار میں تھے کہ یہ خواب ختم ہولے تو بس جاگتے ہیں۔ وہ نہ جگاتے تو میں خود ایک دو منٹ کے بعد آنکھیں کھول دیتا۔ بہرصورت جیسا کہ میرا فرض تھا، میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے اس شکل میں قبول کیا کہ گولہ باری بند کر دی۔

اس کے بعد کے واقعات ذرا بحث طلب سے ہیں اور ان کے متعلق روایات میں کسی قدر اختلاف ہے۔ بہرحال اس بات کا تو مجھے یقین ہے اور میں قسم بھی کھا سکتا ہوں کہ آنکھیں مَیں نے کھول دی تھیں، پھر یہ بھی یاد ہے کہ ایک نیک اور سچّے مسلمان کی طرح کلمۂ شہادت بھی پڑھا۔ پھر یہ بھی یاد ہے کہ اُٹھنے سے پیش تر دیباچے کے طور پر ایک آدھ کروٹ بھی لی، پھر کا نہیں پتا۔ شاید لحاف اوپر سے اتار دیا۔ شاید سر اس میں لپیٹ دیا یا شاید کھانسا کہ خدا جانے یا خراٹا لیا۔ خیر یہ تو یقینی امر ہے کہ دس بجے ہم بالکل جاگ رہے تھے لیکن لالہ جی کے جگانے کے بعد اور دس بجے سے پیش تر خدا جانے ہم پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ نہیں ہمارا خیال ہے پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ بہرصورت یہ نفسیات کا مسئلہ ہے، جس میں نہ آپ ماہر ہیں نہ میں۔ کیا پتا، لالہ جی نے جگایا ہی دس بجے ہو یا اس دن چھے دیر میں بجے ہوں۔ خدا کے کاموں میں ہم آپ کیا دخل دے سکتے ہیں؟ لیکن ہمارے دل میں دن بھر یہ شبہ رہا کہ قصور کچھ اپنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ جناب شرافت ملاحظہ ہو، کہ محض اس شبہ کی بنا پر صبح سے شام تک ضمیر کی ملامت سنتا رہا اور اپنے آپ کو کوستا رہا مگر لالہ جی سے ہنس ہنس کر باتیں کیں، ان کا شکریہ

NOT FOR SALE-PESRP

ادا کیا۔ اور اس خیال سے کہ ان کی دل شکنی نہ ہو، حد درجے کی طمانیت ظاہر کی کہ آپ کی نوازش سے میں نے صبح کا سہانا اور روح افزا وقت بہت اچھی طرح صَرف کیا ورنہ اور دنوں کی طرح آج بھی دس بجے اٹھتا۔ لالہ جی! صبح کے وقت دماغ کیا صاف ہوتا ہے، جو پڑھو خدا کی قسم فوراً یاد ہو جاتا ہے۔ بھئی! خدا نے صبح بھی کیا عجیب چیز پیدا کی ہے یعنی اگر صبح کے بجائے صبح، صبح شام ہوا کرتی تو دن کیا بری طرح کٹا کرتا۔

لالہ جی نے ہماری اس جادو بیانی کی دادیوں دی کہ آپ پوچھنے لگے، ''تو میں آپ کو چھے بجے جگا دیا کروں ناں؟''

میں نے کہا، ''ہاں ہاں، واہ! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ بے شک۔''

شام کے وقت آنے والی صبح کے مطالعہ کے لیے دو کتابیں چھانٹ کر میز پر علیحدہ جوڑ دیں۔ کرسی کو چار پائی کے قریب سرکا لیا۔ اووَرکوٹ اور گلوبند کو کرسی کی پُشت پر آویزاں کر دیا۔ کنٹوپ اور دستانے پاس ہی رکھ لیے۔ دیا سلائی کو تکیے کے نیچے ٹٹولا۔ تین دفعہ آیت الکُرسی پڑھی اور دل میں نہایت ہی نیک منصوبے باندھ کر سو گیا۔

صبح لالہ جی کی پہلی دستک کے ساتھ ہی جھٹ آنکھ کھل گئی۔ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ لحاف کی ایک کھڑکی میں سے ان کو ''گڈ مارننگ'' کیا، اور نہایت بیدارانہ لہجے میں کھانسا، لالہ جی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

ہم نے اپنی ہمت اور اولوالعزمی کو بہت سراہا کہ آج ہم فوراً ہی جاگ اُٹھے۔ دل سے کہا کہ ''دل بھیّا! صبح اٹھنا تو محض ذرا سی بات ہے، ہم یوں ہی اس سے ڈرا کرتے تھے۔''

دل نے کہا: ''اور کیا؟ تمھارے تو یوں ہی اوسان خطا ہو جایا کرتے ہیں۔''

ہم نے کہا ''سچ کہتے ہو یار، یعنی اگر ہم سُستی اور کسالت کو خود اپنے قریب نہ آنے دیں تو ان کی کیا مجال ہے کہ ہماری باقاعدگی میں خلل انداز ہوں۔ اس وقت لاہور شہر میں ہزاروں ایسے کاہل لوگ ہوں گے جو، دنیا و مافیہا سے بے خبر نیند کے مزے اُڑاتے ہوں گے اور ایک ہم ہیں کہ ادائے فرض کی خاطر نہایت شگفتہ طبعی اور غنچہ دہنی سے جاگ رہے ہیں۔ بھئی کیا برخوردار سعادت آثار واقع ہوئے ہیں!''

ناک کو سردی سی محسوس ہونے لگی تو اسے ذرا یوں ہی سا لحاف کی اوٹ میں کر لیا اور پھر سوچنے لگے۔۔۔ ''خوب! تو ہم آج کیا وقت پر جاگے ہیں۔ بس ذرا اس کی عادت ہو جائے تو باقاعدہ قرآنِ مجید کی تلاوت اور فجر کی نماز بھی شروع کر دیں گے۔ آخر مذہب سب سے مقدّم ہے۔ ہم بھی کیا روز بروز الحاد کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں، نہ خدا کا ڈر اور نہ رسول کا خوف۔ سمجھتے ہیں کہ بس اپنی محنت سے امتحان پاس کر لیں گے۔ اکبر بے چارہ یہی کہتا کہتا مر گیا لیکن ہمارے کان پر جُوں تک نہ چلی۔۔۔ (لحاف کانوں پر سرک آیا)۔۔۔ تو گویا آج ہم اور لوگوں سے پہلے جاگے ہیں۔۔۔ بہت ہی پہلے۔۔۔ یعنی کالج شروع ہونے سے بھی چار گھنٹے پہلے۔ کیا بات ہے! خداوند، کالج والے بھی کس قدر سُست ہیں۔ ایک مستعد انسان کو چھے بجے تک قطعی جاگ اُٹھنا چاہیے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کالج سات بجے کیوں نہ شروع ہوا کرے۔۔۔ (لحاف سر پر)۔۔۔ ''بات یہ ہے کہ تہذیبِ جدید، ہماری تمام اعلیٰ قوتوں کی بیخ کنی کر رہی ہے۔ عیش پسندی روز بروز بڑھتی جاتی ہے''۔۔۔ (آنکھیں بند)۔۔۔ تو اب چھے بجے ہیں تو گویا تین گھنٹے تو متواتر مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ پہلے کون سی کتابیں پڑھیں۔ شیکسپیئر یا ورڈز ورتھ؟ میں جانوں شیکسپیئر بہتر ہو گا۔ اس کی عظیم الشّان تصانیف میں خدا کی عظمت کے آثار دکھائی دیتے ہیں اور صبح کے وقت اللہ میاں کی یاد سے بہتر چیز کیا ہو سکتی ہے؟ پھر خیال آیا کہ دن کو جذبات کے محشرستان سے شروع کرنا ٹھیک فلسفہ نہیں۔ ورڈز ورتھ پڑھیں۔ اس کے اوراق میں فطرت کو سکون و اطمینان میسّر ہو گا اور دل و دماغ

NOT FOR SALE-PESRP

نیچر کی خاموش دلآویزیوں سے ہلکے ہلکے لطف اندوز ہوں گے۔۔۔لیکن شیکسپیئر۔۔۔نہیں ورڈز ورتھ۔۔۔ لیڈی میکبتھ۔۔۔ دیوانگی۔۔۔ سبزہ زار۔۔۔سنجر سنجر۔۔۔بادِ بہاری۔۔۔صیدِ ہوس۔۔۔ کشمیر۔۔۔میں آفت کا پرکالہ ہوں۔۔۔

یہ مُعمّہ اب مابعد الطّبیعات ہی سے تعلق رکھتا ہے، کہ پھر جو ہم نے لحاف سے سر باہر نکالا اور ورڈز ورتھ پڑھنے کا ارادہ کیا تو وہی دس بج رہے تھے۔اس میں نہ معلوم کیا بھید ہے!

کالج ہال میں لالہ جی ملے، کہنے لگے: ''مسٹر! صبح میں نے آپ کو پھر آواز دی تھی، آپ نے جواب نہ دیا؟''

میں نے زور کا قہقہہ لگا کر کہا، ''اوہو! لالہ جی یاد نہیں۔ میں نے آپ کو گڈ مارننگ کہا تھا؟ میں تو پہلے ہی سے جاگ رہا تھا۔''

بولے،'' وہ تو ٹھیک ہے لیکن بعد میں۔۔۔اس کے بعد!۔۔۔کوئی سات بجے کے قریب، میں نے آپ سے تاریخ پوچھی تھی، آپ بولے ہی نہیں۔''

ہم نے نہایت تعجّب کی نظروں سے ان کو دیکھا۔گویا وہ پاگل ہو گئے ہیں اور پھر ذرا متین چہرہ بنا کر ماتھے پر تیوریاں چڑھائے، غور و فکر میں مصروف ہو گئے۔ایک آدھ منٹ تک ہم اس تعمّق میں رہے۔ پھر یکایک ایک مجوبانہ اور معشوقانہ انداز سے مسکرا کے کہا،'' ہاں ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں اس وقت۔۔۔اے۔۔۔اے، نماز پڑھ رہا تھا۔''

لالہ جی مرعوب ہو کر چل دیے اور ہم اپنے زہد و تقویٰ کی تسکینی میں سر نیچا کیے کمرے کی طرف چلے آئے۔اب یہی ہمارا روزمرّہ کا معمول ہو گیا ہے۔جاگنا نمبر ایک چھے بجے۔جاگنا نمبر دو دس بجے۔اس دوران لالہ جی آواز دیں تو نماز!

(پطرس کے مضامین)

مشق

1 سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) مصنّف نے صبح کے وقت جگانے کے لیے کس سے درخواست کی تھی؟

(ii) ''وہ حضرت بھی معلوم ہوتا ہے نفلوں کے بھوکے بیٹھے تھے۔'' اِس جملے میں ''نفلوں کا بُھوکا'' سے کیا مراد ہے؟

(iii) ''پڑوسی کی گولہ باری'' سے کیا مراد ہے؟

(iv) مصنّف کو پہلی مرتبہ کتنے بجے جگایا گیا تھا؟

(v) ''فلسفۂ عدم تشدّد'' کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

(vi) مصنّف بھلے آدمیوں کی طرح کس وقت جاگے؟

(vii) مصنّف نے مطالعے کے لیے کیا طریقِ کار اختیار کیا؟

(viii) مصنّف نے شیکسپیئر اور ورڈز ورتھ کی کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟

(ix) لالہ جی مصنّف سے کس بات پر مرعوب ہو کر چل دیے؟

NOT FOR SALE-PESRP

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i ''گیدڑ کی موت (کم بختی) آتی ہے تو شہر کی طرف دوڑتا (بھاگتا) ہے'': قواعد کی رُو سے ہے:

(الف) محاورہ (ب) روزمرّہ (ج) مقولہ (د) ضرب المثل

ii صراحی پر رکھا گلاس بجنے لگا:

(الف) باجے کی طرح (ب) بانسری کی طرح (ج) جھرنے کی طرح (د) جل ترنگ کی طرح

iii ''اس کا اندازہ کچھ اہلِ ذوق ہی لگا سکتے ہیں۔'' کے جملے میں ''اہلِ ذوق'' سے یہاں مراد ہے:

(الف) صبح سویرے جاگنے والے (ب) رات کو سونے والے

(ج) موسیقی کا شوق رکھنے والے (د) کاہلی اور سُستی برتنے والے

iv بزرگوں سے جتنی نشانیاں سنی تھیں:

(الف) چاند گرہن کی (ب) صبحِ کاذب کی (ج) صبحِ صادق کی (د) سورج گرہن کی

v تین بجے جاگنا بھی کوئی:

(الف) تک ہے (ب) وقت ہے (ج) سمجھداری ہے (د) شرافت ہے

vi صفحوں کی تعداد کو دِنوں کی تعداد پر تقسیم کیا، جواب آیا:

(الف) تین سَو (ب) چار سَو (ج) ساڑھے چار سَو (د) ساڑھے پانچ سَو

vii بعد کے واقعات ہیں ذرا:

(الف) غور طلب (ب) توجہ طلب (ج) بحث طلب (د) انصاف طلب

3 سبق ''سویرے جو کل آنکھ میری کھلی'' کے اہم نکات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

4 سبق کے متن کے مطابق صحیح/غلط بیانات کی نشان دہی کریں:

i دوسرے دن اٹھتے ہی انھوں نے بھگوان کا نام لے کر ہمارے دروازے پر مُکّا بازی شروع کر دی۔ ☐ صحیح ☐ غلط

ii مَیں کیا میرے آباؤ اجداد کی روحیں اور میری قسمتِ خوابیدہ تک جاگ اٹھی ہو گی۔ ☐ صحیح ☐ غلط

iii سوچا کہ آج پتا چلائیں گے، یہ چاند اور تارے آخر کس طرح نکلتے ہیں۔ ☐ صحیح ☐ غلط

iv جوشِ شباب تو ہے ہی اس پر شام کا کیف آفریں وقت۔ ☐ صحیح ☐ غلط

v دانت بھینچ لیے، نکٹائی کھول دی، آستینیں چڑھا لیں لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کریں کیا! ☐ صحیح ☐ غلط

NOT FOR SALE-PESRP

5 درج ذیل کے معنی و مفہوم لکھیں اور اپنے جملوں میں استعمال کریں:

ہم خرما و ہم ثواب	نابکار انسان	ہوش گم ہونا	خدائی فوج دار
کم خوابی	جادو بیانی	خلل انداز ہونا	سعادت آثار واقع ہونا

6 سبق ''سویرے جو کل آنکھ میری کھلی'' میں انگریزی کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان کی نشان دہی کرتے ہوئے فہرست بنائیں۔

7 مغربی تہذیب سے رات کو دیر تک جاگنا اور صبح تاخیر سے بیدار ہونے کا کلچر کس طرح ہمارے معاشرے میں داخل ہوا؟ اس عادت کے نقصانات پر بات چیت کریں۔

8 پطرس بخاری نے اپنے اس مزاحیہ مضمون میں کس طرح نوجوان نسل کی کاہلی، سُستی، مذہب بیزاری وغیرہ جیسی عادات اور رویّوں پر تنقید کی ہے؟

9 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیں۔

''لیکن لالہ جی کے جگانے کے بعد اور دس بجے سے پیش تر خدا جانے ہم پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ نہیں ہمارا خیال ہے پڑھ رہے تھے یا شاید سو رہے تھے۔ بہر صورت یہ نفسیات کا مسئلہ ہے جس میں نہ آپ ماہر ہیں نہ میں۔ کیا پتا، لالہ جی نے جگایا ہی دس بجے ہو یا اس دن چھے دیر میں بجے ہوں۔ خدا کے کاموں میں ہم آپ کیا دخل دے سکتے ہیں۔''

10 درج ذیل پیراگراف کا بغور مطالعہ کریں اور دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں:

پاکستان کے ہر خطّے میں بے شمار مقامی مشاہیر نے علم و ادب، فن اور سماجی خدمات کے شعبوں میں نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں۔ مثلاً پنجاب سے علامہ اقبالؒ جیسے عظیم شاعر اور مفکر، سندھ سے شہباز قلندرؒ جیسے صوفی بزرگ، بلوچستان سے میر چاکرِ اعظم رند جیسے تاریخی ہیرو اور خیبر پختون خوا سے خوشحال خان خٹک جیسے عوامی رہنما اور شاعر پیدا ہوئے۔ یہ مشاہیر نہ صرف اپنے علاقوں کا فخر اور سرمایہ ہیں بلکہ پورے ملک کے ثقافتی ورثے کی شناخت بھی ہیں۔ ان کی زندگیوں سے ہمیں عزم و ہمت، محنت اور قومی یک جہتی کا سبق ملتا ہے۔

سوالات

(۱) مشاہیر سے کیا مُراد ہے؟

(۲) علّامہ اقبالؒ کی وجہِ شہرت کیا ہے؟

(۳) خوشحال خان خٹک کون ہیں اور ان کا تعلق کس صوبے سے ہے؟

(۴) مشاہیر کی زندگیوں سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(۵) پاکستان کے چند اہم مشاہیر کے نام لکھیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

ترکیبِ نحوی

ترکیبِ نحوی سے مراد کسی جملے کے اجزا کو الگ الگ کرنا اور ان کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنا ہے۔ ترکیبِ نحوی کرتے وقت چند باتیں ذہن میں رکھیں:

- جس جملے کی ترکیبِ نحوی مطلوب ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ اس جملے کا مفہوم سمجھتے ہوں۔
- اگر کسی شعر یا شعر کے مصرعے کی ترکیبِ نحوی کرنی ہو تو پہلے اس شعر/مصرعے کو نثر میں تبدیل کریں۔
- پہلے معلوم کیجیے کہ کیا جملہ اسمیہ ہے یا فعلیہ۔ ترکیبِ نحوی کرنی ہو تو یہ ترتیب ہوگی:

جملہ اسمیہ کی مثال حارث ذہین ہے۔

- ہے — فعلِ ناقص
- حارث — مبتدا
- ذہین — خبر

جملہ فعلیہ کی مثال احمد نے خط لکھا۔

- لکھا — فعلِ تام
- احمد — فاعل
- خط — مفعول
- نے — علامتِ فاعل

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ اپنے روزمرہ کے پُرلطف واقعات پر مشتمل ایک مختصر مزاحیہ مضمون تحریر کریں اور جماعت میں سنائیں۔
- پطرس بخاری کے مضمون ''سویرے جو کل آنکھ میری کھلی'' کے بنیادی موضوع یعنی سستی اور کاہلی پر گروپ کی شکل میں بحث کریں۔
- سبق میں استعمال ہونے والے محاورات، ضرب الامثال اور تراکیب کی فہرست بنائیں اور ان کے متبادل مترادف تجویز کریں۔
- پطرس بخاری کا مضمون ''مرحوم کی یاد میں'' جماعت میں پڑھیں اور اس پر اظہارِ خیال کریں۔

اشاراتِ تدریس

- مضمون ''سویرے جو کل آنکھ میری کھلی'' کو بھرپور مزاحیہ انداز میں اس طرح پڑھیں کہ طلبہ کے چہروں پر خوش گوار اثرات نظر آئیں۔
- پطرس بخاری اور مشتاق احمد یوسفی کے مزاحیہ اسلوب کا موازنہ کریں۔
- طلبہ کو مضمون کے اہم اور دل چسپ اقتباسات کو کارٹون کی صورت میں ڈیزائن کرنے کی ہدایت دیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

شفیع عقیل

(۱۹۳۰ء۔۲۰۱۳ء)

خاندانی نام محمد شفیع، ادبی نام شفیع عقیل ہے۔ شین۔ عین کے نام سے بھی لکھتے رہے۔ لاہور چھاؤنی کے ایک نواحی گاؤں تھینہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زمانہ دھرم پورہ (حال مصطفی آباد) میں گزارا۔ اُن کا کہنا ہے کہ ابتدائی عمر کا زمانہ نہایت مفلسی میں بسر ہوا مگر انھوں نے محنت کے بل بُوتے پر غربت کو اپنی ترقی کی راہ میں کبھی رکاوٹ بننے نہیں دیا۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ انھیں اس بات پر بڑا فخر ہے کہ انھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے قائدِ اعظمؒ کے نیشنل گارڈ کے فرائض انجام دیے اور لُٹے پُٹے مہاجرین کی دل و جان سے خدمت کی تھی۔

شفیع عقیل نے منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحان پاس کیے۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی آ گئے جہاں صحافت سے وابستہ ہو کر روز نامہ ''جنگ'' کراچی میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۷ء میں بچوں کے میگزین ''بھائی جان'' کے ایڈیٹر بن گئے۔

اسی دوران مشہور مزاحیہ شاعر اور صحافی مجید لاہوری کے پندرہ روزہ رسالے ''نمکدان'' کے مدیرِ معاون بھی رہے۔ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۶ء تک ہفت روزہ ''اخبارِ جہاں'' کے ایڈیٹر رہے۔ ان کے علاوہ بھی دیگر اخبارات و رسائل سے ان کا تعلق رہا۔

شفیع عقیل نے دنیا بھر کی سیاحت کی اور سفر نامے بھی لکھے ہیں لیکن انھیں جس موضوع پر تخصص حاصل ہے، وہ لوک کہانیاں ہیں۔ انھوں نے دنیا کے مختلف ملکوں کی لوک کہانیوں کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ صرف خطۂ پنجاب کی لوک کہانیوں، لوک داستانوں اور حکایتوں پر گیارہ کتابیں مرتب کی ہیں، جن میں سے ''پنجابی لوک کہانیاں'' یونیسکو کی طرف سے سات زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ شفیع عقیل منجھے ہوئے مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر، نقاد اور سفر نامہ و ناول نگار بھی تھے۔

شاملِ کتاب لوک داستان ''دوستی کا پھل'' ان کی کتاب ''پنجابی لوک داستانیں'' سے لی گئی ہے جس میں دوستی کے موضوع کو جانوروں اور پرندوں کی بولیوں میں پیش کیا گیا ہے۔ پنجابی اور مقامی زبان کے الفاظ اردو زبان میں بڑی مہارت اور خوب صورتی سے سموئے گئے ہیں۔ اس کہانی میں بتایا گیا ہے کہ دوستی اور اتحاد سے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی شکست دی جا سکتی ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

8

دوستی کا پھل

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو پنجابی لوک ادب اور ثقافتی ورثے سے روشناس کرانا
- پنجابی لوک داستان ''دوستی کا پھل'' میں پنجابی زبان کے الفاظ، محاورات اور اسلوب بیان کو سمجھنے میں رہنمائی فراہم کرنا
- طلبہ کو کہانی کے عناصر (پلاٹ، کردار، کہانی کے موڑ، اخلاقی سبق) کی شناخت کرنے کی تربیت دینا
- طلبہ کو حروف کی مختلف اقسام اور تلخیص نگاری کے بارے میں بتانا

کسی جنگل میں، ایک کبوتر اور کبوتری رہتے تھے۔ ایک بڑے سے درخت پر ان کا گھونسلا تھا اور اس میں وہ دونوں امن، چین کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ جب کبوتری نے گھونسلے میں انڈے دیے تو اسے ہر وقت اسی بات کی فکر لگی رہتی کہ کہیں کوئی جانور انڈے نہ لے جائے۔ یہی بات سوچتے ہوئے، ایک روز وہ کبوتر سے کہنے لگی:

''ہمارا یہاں کوئی ایسا سنگی ساتھی نہیں ہے جو وقت پڑنے پر کام آسکے۔''

''لیکن تمھیں یہاں خطرہ کس بات کا ہے؟''

کبوتر نے حیرانی سے دریافت کیا۔ اس پر کبوتری اسے سمجھانے کے انداز میں بولی۔

''بُرا وقت کسی کو بتا کر نہیں آیا کرتا۔''

پھر اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا:

''ہمیں اپنے ایک دو ساتھی ضرور بنانے چاہییں تا کہ مصیبت کے وقت وہ ہماری مدد کر سکیں۔''

کبوتری کی یہ بات سن کر، کبوتر بھی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر وہ کچھ سوچ کر کہنے لگا:

''تمھاری بات اپنی جگہ درست ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ یہاں ہماری برادری کا کوئی پرندہ بھی تو نہیں رہتا۔ پھر دوست بنائیں تو کسے بنائیں؟''

کبوتری بولی: ''کوئی حرج نہیں۔ ہماری برادری کا کوئی پرندہ نہیں ہے تو نہ ہو۔ پھر کسی دوسری برادری کے پرندے یا جانور سے بھی تو تعلّقات قائم کیے جا سکتے ہیں۔ اکیلا جان دار، دنیا میں کسی کام کا نہیں ہوتا۔ ہمیں کوئی نہ کوئی ساتھی ضرور بنا لینا چاہیے۔''

سچ تو یہ ہے کہ کبوتری کی بات کبوتر کے دل کو لگ گئی تھی۔ آج تک اس کا اس طرف دھیان ہی نہ گیا تھا اور اب کبوتری کے کہنے پر اسے بھی احساس ہونے لگا تھا کہ کوئی نہ کوئی دوست ضرور ہونا چاہیے۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اردگرد کے قریبی علاقے کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہاں کون کون رہتا ہے۔ کچھ پرندے اس کے ذہن میں آئے لیکن وہ وہاں سے کافی فاصلے پر رہتے تھے، اس لیے ان سے دوستی کرنا یا نہ کرنا برابر تھا کیونکہ وقت پڑنے پر انھیں اطّلاع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ سوچتے سوچتے کبوتر کو خیال آیا کہ جہاں وہ رہتے ہیں، اس سے ذرا

NOT FOR SALE-PESRP

آگے ایک دوسرے درخت پر گِدھوں کا جوڑا رہتا ہے۔اس نے کبوتری سے کہا:

''قریب ہی ایک درخت پر گِدھوں کا ایک جوڑا رہتا ہے۔اگر تم کہو تو میں ان کے پاس جاؤں؟'' کبوتری جلدی سے بولی:

''اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟ابھی جاؤ اور ان سے دوستی قائم کرو۔''

''مگر مجھے تو گِدھوں سے ڈر لگتا ہے۔ان کا ہم سے میل مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔''

کبوتر سوچ میں پڑ گیا لیکن کبوتری نے پھر اسے سمجھاتے ہوئے کہا:

''گِدھ ہیں تو کیا ہے؟ ہیں تو پرندے !تم جا کر تو دیکھو۔''

''اچھا تم کہتی ہو تو چلا جاتا ہوں۔''

کبوتر نے اتنا کہا اور اسی وقت اُڑ کر گِدھوں کے جوڑے کے پاس جا پہنچا۔وہاں پہنچ کر اس نے سلام دعا کی اور پھر بڑی اپنائیت سے کہنے لگا:''ہم سب ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں اور اِس طرح ہمارا رشتہ سگوں جیسا ہے۔پھر کیوں نہ ہم ایک دوسرے کے دوست بن جائیں۔''

اس پر گِدھ قدرے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ہمسائے تو ماں جائے ہوتے ہیں۔آپس کے دُکھ سُکھ میں شریک ہو کر ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں۔''

کبوتر نے انھیں بھی اپنا ہم خیال پایا تو بولا:

''میں اسی لیے تم لوگوں کے پاس آیا ہوں کہ آج سے ہم دوست بن جائیں۔''

جواب میں گِدھ بولا:

''ہم تو آج سے ایک دوسرے کے دوست بن گئے ہیں مگر میری بات مانو تو ہم ایک اور کام کریں۔''

کبوتر نے پوچھا:''وہ کیا؟''

جس پر گِدھ نے بتایا:

''یہاں قریب ہی ایک درخت کی کھوہ میں ایک سانپ رہتا ہے،اگر وہ بھی ہمارا دوست بن جائے تو پھر ہم خطرے سے بالکل محفوظ ہو جائیں گے۔''

یہ تجویز کبوتر کو بھی پسند آئی،لہٰذا وہ بولا:''اگر یہ بات ہے تو چلو اس کے پاس چلتے ہیں۔ہوسکتا ہے،وہ بھی ہمارا دوست بن جائے۔''

چناں چہ گِدھ اور کبوتر دونوں سانپ کے پاس پہنچ گئے۔سانپ کو اپنے آنے کا مقصد بتایا اور کہا:

''یہ ٹھیک ہے کہ ہم تینوں مختلف برادری سے تعلق رکھتے ہیں مگر دوست بننے میں کیا حرج ہے؟''

''دوستی میں تو کوئی پابندی حائل نہیں ہوتی۔''

سانپ نے ان دونوں کی باتوں کو بڑے غور سے سنا،کچھ دیر تک لیٹا ان پر سوچ بچار کرتا رہا اور پھر ان سے کہنے لگا:

''دوستی بڑی مشکل ہوتی ہے۔اس میں ایک دوسرے کے لیے جان قربان کرنا پڑتی ہے۔''

''تم ہمیں ہر امتحان میں ثابت قدم پاؤ گے۔'' دونوں نے بہ یک زبان سانپ سے کہا۔

NOT FOR SALE-PESRP

اس پر سانپ بولا:

''اگر یہ بات ہے تو مجھے تم دونوں کی دوستی منظور ہے۔ آج سے ہم تینوں دوست ہیں اور وقت پڑنے پر ایک دوسرے کی پوری پوری مدد کریں گے۔''

''بالکل ایسا ہی ہوگا۔''

اس طرح کبوتر، گِدھ اور سانپ کی دوستی ہوگئی۔ اب کبوتری مطمئن تھی کہ وہ اکیلے نہیں رہے۔ ان کے دوسرے ساتھی بھی ہیں۔

دن گزرتے گئے۔ کبوتری نے جو انڈے دیے تھے، اب ان کی جگہ ننھے مُنّے بچوں نے لے لی تھی۔ کبوتری اور کبوتر دن رات بچوں کی دیکھ بھال اور حفاظت میں لگے رہتے۔

ایک روز ایک شکاری اُس طرف آنکلا۔ وہ صبح سے مارا مارا پھر رہا تھا لیکن کوئی شکار اس کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ وہ اسی درخت کے نیچے آکر کھڑا ہوگیا جس پر کبوتر اور کبوتری نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔ اس نے دل میں سوچا، ''خالی ہاتھ گھر جانا اچھی بات نہ ہوگی۔ کیوں نہ کسی گھونسلے سے کسی جانور کے بچے ہی پکڑ کے لے چلوں۔ کچھ تو مل جائے گا۔''

اتنا سوچ کر اس نے اردگرد سے درخت کا جائزہ لیا تو اسے اس پر ایک گھونسلا دکھائی دیا۔ گھونسلا دیکھ کر اس نے اپنے تجربے سے اس کا اندازہ بھی کرلیا کہ گھونسلے میں کسی پرندے کے بچے بھی موجود ہیں۔ اس وقت شام ہونے کو آئی تھی اور آہستہ آہستہ چاروں طرف اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ یہ دیکھ کر شکاری کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے سوچا، ''اگر میں درخت کے نیچے آگ جلادوں تو روشنی میں درخت پر گھونسلا تلاش کرنے میں آسانی رہے گی۔''

اس نے اِدھر اُدھر سے چند سُوکھی لکڑیاں اور گھاس پھونس جمع کی اور پھر اُن میں آگ لگا کر الاؤ سا روشن کر دیا۔ اس کے بعد وہ درخت پر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔

اِدھر درخت کے نیچے شکاری یہ تیاری کر رہا تھا اور اُدھر درخت پر بیٹھے ہوئے کبوتر اور کبوتری یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ وہ شکاری کی نیّت بھانپ گئے تھے اور اب اپنے بچوں کو بچانے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے جو، ابھی اتنے چھوٹے تھے کہ اُڑ بھی نہ سکتے تھے۔

کبوتر، کبوتری سے کہنے لگا: ''میں ابھی اپنے دوستوں کو خبر کرتا ہوں اور انھیں جلد بلا کر لاتا ہوں۔''

اس پر کبوتری کہنے لگی:

''یہ درست ہے کہ تم اپنے دوستوں کو بُلا لاؤ گے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ وہ ہماری مدد کو آ بھی جائیں گے لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے ہم خود کوشش کریں۔ ہوسکتا ہے، دوسروں کی مدد کے بغیر یہ مصیبت ٹل جائے۔''

''میرا تو خیال ہے پہلے اپنے دوستوں کو خبر کر دینی چاہیے۔'' کبوتر نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہا۔ جس پر کبوتری نے کہا:

''اگر کوئی اپنی مدد آپ نہ کرے تو دوسرے بھی اس کی مدد کو تیار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں، اگر ہم اس کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہوجائیں تو پھر تم اپنے دوستوں کو ضرور بلانا۔ مگر پہلے خود ہی کچھ کرنا چاہیے۔''

شکاری آگ جلا چکا تھا اور اب اس نے روشنی میں درخت پر چڑھنا شروع کر دیا تھا۔ کبوتری نے جب اسے درخت پر چڑھتے ہوئے

NOT FOR SALE-PESRP

دیکھا تو کبوتر سے بولی:

''اگر ہم آگ بجھا دیں تو شکاری اندھیرے میں ہمارا گھونسلا نہیں ڈھونڈ سکے گا۔''

''مگر ہم آگ کیسے بجھا سکتے ہیں؟'' کبوتر قدرے فکرمند ہوتے ہوئے بولا۔

''تم آؤ تو سہی! ہم کوشش کرتے ہیں۔''

کبوتری نے اتنا کہا اور وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے اُڑ گئے۔

قریب ہی دریا بہ رہا تھا۔ ان دونوں نے دریا پر پہنچ کر اپنے پروں میں پانی بھرا اور پھر آن کی آن میں واپس آ کر وہ پانی جلتی ہوئی آگ پر چھڑک دیا۔ وہ پھر اُڑے اور دوبارہ پانی لا کر آگ پر چھڑکا اور اس طرح چند ہی لمحوں میں تین چار بار پانی لا کر انھوں نے آگ پر چھڑک دیا، جس سے جلتی ہوئی آگ بُجھ گئی۔

درخت پر چڑھتے ہوئے شکاری نے جب دیکھا کہ آگ بجھ گئی ہے اور اندھیرے میں گھونسلا تلاش کرنا مشکل ہے تو نیچے اُتر کر اس نے دوبارہ آگ جلائی اور پھر سے درخت پر چڑھنے لگا۔ ادھر کبوتری اور کبوتر نے جب دیکھا کہ آگ دوبارہ روشن ہوگئی ہے تو وہ پھر سے بھاگے بھاگے دریا پر گئے اور پہلے کی طرح پروں میں پانی بھر بھر کر، لا کر اس پر چھڑکنے لگے اور اس طرح چند ہی لمحوں میں انھوں نے پھر آگ بجھا دی۔

شکاری ایک بار پھر درخت پر چڑھتے چڑھتے رُک گیا۔ کچھ اندھیرا ابھی بڑھ چکا تھا اور روشنی کے بغیر درخت پر چڑھنا ممکن نہیں تھا۔ اُسے آگ پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا کہ یہ اپنے آپ بجھ کیسے جاتی ہے۔ وہ غصے میں کھولتا ہوا پھر درخت سے نیچے اُترا اور ایک بار پھر اِدھر اُدھر سے لکڑیاں جمع کر کے ان میں آگ لگا دی۔ اس دفعہ اس نے موٹی موٹی لکڑیاں جمع کی تھیں تا کہ جلنے کے بعد آگ بجھ نہ سکے۔ کبوتر اور کبوتری نے جب یہ دیکھا کہ اس دفعہ کی آگ بجھانا ان کے بس کی بات نہیں تو وہ بہت گھبرائے۔ اب دوستوں کی مدد ضروری تھی چناں چہ کبوتری نے کبوتر سے کہا:

''اب دوستوں سے مدد لینے کا وقت آ گیا ہے۔ جلدی جاؤ اور اپنے گِدھ دوست کو مدد کے لیے بلا لاؤ۔''

یہ سنتے ہی کبوتر، آن کی آن میں گِدھ کے جوڑے کے پاس پہنچا اور انھیں یہ ساری بات بتا کر کہا:

''اب مجھے تم لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے۔''

گِدھ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، سارے کام چھوڑ کر کہا: ''چلو! ہم ابھی چلتے ہیں، دوستی کس روز کام آئے گی؟''

کبوتر گِدھوں کے جوڑے کو ساتھ لے کر آیا تو انھوں نے دیکھا کہ آگ پوری طرح جل رہی تھی اور اس کی روشنی میں شکاری درخت پر چڑھ رہا تھا۔ دونوں گِدھ کبوتر اور کبوتری کے ساتھ جلدی جلدی دریا پر گئے اور انھوں نے اپنے بڑے بڑے پروں میں پانی بھر کے، لا کر آگ پر پھینکنا شروع کر دیا۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے چند لمحوں میں جلتی ہوئی آگ بجھ گئی۔ یہ دیکھ کر شکاری تلملا کر رہ گیا۔ مصیبت یہ تھی کہ اب اندھیرا بہت زیادہ ہو چکا تھا، پھر یہ بھی تھا کہ شکاری بار بار درخت پر چڑھنے، اُترنے میں تھک چکا تھا، اس لیے اس نے دل میں سوچا: ''اب آگ جلانا مشکل ہے، بہت رات ہوگئی ہے۔ کیوں نہ رات یہیں بسر کرلوں۔ صبح آسانی سے بچے نکال کر لے چلوں گا۔''

یہ سوچ کر، وہ درخت سے تھوڑی دور زمین پر کپڑا بچھا کر لیٹ گیا۔ کبوتر اور گِدھ نے جب یہ دیکھا کہ شکاری وہیں پر رات بسر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور سونے کی تیاری کرنے لگا ہے تو وہ جان گئے کہ اس کی نیّت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ صبح ضرور گھونسلے میں سے بچے نکال کر لے

NOT FOR SALE-PESRP

جائے گا۔ یہ جان کر وہ کچھ دوسری ترکیبیں سوچنے لگے۔ کبوتری نے رائے دی:

''میری مانو تو تم دونوں، اپنے دوست سانپ کے پاس جاؤ۔ اس وقت وہی ہماری مدد کر سکتا ہے۔''

''ہاں! وہ یقیناً اس وقت ہمارے کام آسکتا ہے۔'' مادہ گدھ نے بھی کبوتری کی رائے پسند کی۔

کبوتر اور گِدھ دونوں، تھوڑی دیر میں اپنے دوست سانپ کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے شروع سے آخر تک اسے ساری بات بتائی اور پھر کہا:

''اس وقت شکاری وہیں سویا ہوا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ وہ صبح ضرور بچے نکال کر لے جائے گا۔''

سانپ لیٹے لیٹے سوچنے لگا تو کبوتر بولا:

''اب صرف تمھاری مدد ہی میرے بچوں کی زندگی بچا سکتی ہے۔''

''ہم اِسی لیے تمھارے پاس آئے ہیں۔'' گِدھ نے بھی کبوتر کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

سانپ بڑے غور سے ان کی بات سُن کر کہنے لگا: ''تم لوگ گھبراؤ نہیں۔ اس وقت تم دونوں جاؤ، میں صبح سارا بندوبست کرلوں گا۔''

''جیسے تمھاری مرضی۔'' گِدھ اور کبوتر نے کہا اور دونوں واپس گھونسلے میں آگئے۔

وہاں آکر انھوں نے کبوتری اور مادہ گِدھ کو ساری بات بتائی اور کہا کہ سانپ نے ہمیں مدد کرنے کا یقین دلایا ہے۔ وہ ضرور اپنی دوستی نبھائے گا۔

اس کے بعد وہ چاروں کے چاروں درخت پر بیٹھے بیٹھے صبح کا انتظار کرنے لگے۔

شکاری رات بھر بڑے مزے سے سویا اور جب صبح ہوئی تو وہ خوش خوش آنکھیں ملتا ہوا اٹھا کہ درخت پر چڑھ کر گھونسلے میں سے بچے نکالے اور اپنے گھر کی راہ لے۔ اس نے اٹھ کر اپنا سامان وغیرہ سمیٹا اور جوں ہی درخت پر چڑھنے کے لیے اس کے پاس گیا، اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ حواس باختہ ہوگیا۔ گھبراہٹ اور خوف میں اُسے اپنا ہوش تک نہ رہا۔ اس کے تیر کمان کہیں تھے اور اب وہ اپنی جان بچانے کی فکر کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جس درخت پر چڑھ کر اسے کبوتر کے گھونسلے سے بچے نکالنا تھے، اس درخت کے تنے کے اردگرد بہت بڑا سانپ لپٹا ہوا اسے دیکھ دیکھ کر پھنکار رہا تھا۔ شکاری نے دل میں سوچا:

''جس طرح بھی ہو، اپنی جان بچاؤ۔ بھاڑ میں جائے شکار۔''

وہ اپنا سارا سامان چھوڑ چھاڑ کر اُلٹے پاؤں ایسا بھاگا کہ پھر پلٹ کر نہ دیکھا۔

وُہ دن اور آج کا دن، اس شکاری کا کہیں پتا نہیں چل سکا لیکن کبوتر آج بھی سُکھ چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ ان کی دوستی کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی لوگ دوستی اور امن کے پیغام کے لیے کبوتر ہی استعمال کرتے ہیں۔

(پنجابی لوک داستانیں)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 لوک داستان ''دوستی کا پھل'' کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) کبوتری کو ہر وقت کس بات کی فکر لگی رہتی تھی؟
(ii) اکیلے پن کا احساس ختم کرنے کے لیے کبوتری نے کبوتر کو کیا مشورہ دیا؟
(iii) گِدھ، سانپ اور کبوتروں کے درمیان دوستی کس بنا پر ہوئی؟
(iv) کبوتری کس بات پر مطمئن تھی؟
(v) شکاری نے درخت پر چڑھنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی؟
(vi) کبوتر اور اس کے دوستوں نے کس طرح شکاری کا منصوبہ خاک میں ملایا؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) کبوتری کی بات سن کر کبوتر پڑ گیا:

(الف) پریشانی میں (ب) حیرانی میں (ج) سوچ میں (د) مشکل میں

(ii) جہاں کبوتر رہتے تھے، پاس ہی درخت پر ایک جوڑا رہتا تھا:

(الف) تیتروں کا (ب) گِدھوں کا (ج) فاختاؤں کا (د) ہنسوں کا

(iii) ''ہمسائے تو ماں جائے ہوتے ہیں''، قواعد کی رو سے یہ جملہ ہے:

(الف) محاورہ (ب) روزمرّہ (ج) کہاوت (د) مقولہ

(iv) سبق ''دوستی کا پھل'' کا ماخذ ہے:

(الف) پنجابی لوک داستانیں (ب) پشتو لوک داستانیں
(ج) سندھی لوک داستانیں (د) ہِندکو لوک داستانیں

(v) گھونسلا دیکھ کر شکاری نے اندازہ لگایا:

(الف) اچانک ہی (ب) اٹکل سے (ج) یوں ہی (د) تجربے سے

(vi) آگ بجھانے کے لیے کبوتر اڑے اور پانی بھر لائے:

(الف) پیروں میں (ب) دُم میں (ج) اپنی چونچ میں (د) اپنے پروں میں

NOT FOR SALE-PESRP

3 ''دوستی کا پھل'' کا خلاصہ تحریر کریں۔

4 ''دوستی کا پھل'' کے مرکزی کرداروں پر گفت گو کریں۔

5 کبوتر، کبوتری، گِدھ، سانپ کے درمیان جو مُکالمے ہوئے ان کی نشان دہی کریں اور انھیں اپنی کاپیوں میں لکھیں۔

6 ''دوستی کا پھل'' سبق کے حوالے سے مقامی الفاظ، تراکیب اور ضرب الامثال کی معنویت اور اردو زبان پر ان کے اثرات کا جائزہ لیں۔

7 کالم ''الف'' میں دیے گئے الفاظ کو کالم ''ب'' کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم ''الف''	کالم ''ب''
سنگی	پھونس
برادری کا	جیسا رشتہ
سلام	ساتھی
سگوں	نہ تاؤ
گھاس	پرندہ
آؤ دیکھا	دُعا

حروف کی مختلف اقسام

حروفِ تاکید وہ حروف جو، کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، جیسے: ضرور، بالضرور، بالکل، ہرگز، مطلق وغیرہ۔

حروفِ شرط و جزا وہ حروف جو، کسی عمل کو دوسرے عمل سے مشروط کرنے کے لیے اِستعمال میں لائے جاتے ہیں، جیسے: اگر وہ محنت کرتا تو کامیاب ہو جاتا۔ اس جملے میں ''اگر'' حرفِ شرط جب کہ ''تو'' حرفِ جزا کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

حروفِ اضراب وہ حروف ہیں جو، ایک چیز کو رُوگردانی کر کے یا ترقّی دے کر اعلیٰ کو ادنیٰ یا ادنیٰ کو اعلیٰ بنانے میں استعمال ہوتے ہیں، مثلاً: وہ اس کا بیٹا ہی نہیں، بلکہ شاگرد بھی ہے۔ ''بلکہ'' یہاں حرفِ اضراب استعمال ہوا ہے۔

حروفِ تردید وہ حروف جو، دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے موقع پر ادا کیے جاتے ہیں، جیسے: اچھا ہو یا کہ برا، اپنا یا کہ بیگانہ، ''یا کہ''، ''خواہ''، ''چاہے''، بہ طور حروفِ تردید استعمال ہوتے ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

حرفِ بیان وہ حرف جو کسی وضاحت کے لیے استعمال کیا جائے۔ یہ وضاحت حرف ''کہ'' سے ہوتی ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ حق بات نہ چھپاؤ۔

تلخیص نگاری

تلخیص نگاری سے مراد کسی عبارت یا اقتباس کو مختصر اور جامع انداز میں اس طرح لکھنا کہ کوئی اہم بات تحریر کرنے سے رہ نہ جائے اور غیر ضروری باتیں حذف ہو جائیں۔ تلخیص نگاری ایک فن ہے۔ تلخیص کرتے وقت کوشش کی جانی چاہیے کہ وہ اصل عبارت کا کم و بیش ایک تہائی (۱/۳) حصہ ہو۔

8 درج ذیل نثر پارے کی تلخیص کریں اور مناسب عنوان تجویز کریں:

''اے آسمانوں کی روشنی اور اے نا امید دلوں کی تسلّی امید! تیرے ہی شاداب اور سرسبز باغ سے ہر ایک محنت کا پھل ملتا ہے۔ تیرے ہی پاس ہر درد کی دوا ہے۔ تجھی سے ہر ایک رنج میں آسودگی ہے۔ عقل کے ویران جنگلوں میں بھٹکتے بھٹکتے، تھکا ہوا مسافر تیرے ہی گھنے باغ کے سرسبز درختوں کے سایہ کو ڈھونڈتا ہے۔ وہاں کی ٹھنڈی ہوا، خوش الحان جانوروں کے راگ، بہتی نہروں کی لہریں اُس کے دل کو راحت دیتی ہیں۔ اس کے مَرے ہوئے خیالات کو پھر زندہ کرتی ہیں۔ تمام فکریں دل سے دور ہوتی ہیں اور دُور دراز زمانہ کی خیالی خوشیاں سب آ موجود ہوتی ہیں۔''

سرگرمیاں برائے طلبہ

- پُرامن بقائے باہمی اور دوستی کی اہمیّت پر بحث کریں۔
- داستان کی مختلف اقسام کے بارے میں تحقیق کریں اور یہ بتائیں کہ ''دوستی کا پھل'' کا شمار کس قسم میں ہوتا ہے؟
- سینہ بہ سینہ بزرگوں سے سُنی جانے والی کسی لوک کہانی کو اپنے الفاظ اور ادبی اُسلوب میں تحریر کریں اور دوستوں کو سنائیں۔

اشاراتِ تدریس

- کہانی کے کردار اور خاص الفاظ تختۂ تحریر پر لکھیں۔
- کہانی پڑھتے وقت مختلف کرداروں کے لیے الگ الگ آوازوں کا استعمال کریں تاکہ طلبہ میں دل چسپی بڑھے۔
- کہانی کے متن کے مطابق مکالمہ تیار کرائیں۔
- طلبہ کو دیگر زبانوں اور ثقافتوں کی ملتی جلتی لوک کہانیوں سے موازنہ کرائیں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ ''دوستی کا پھل'' پنجاب کی لوک داستانوں میں سے ایک لوک داستان ہے جو پنجاب کی تہذیب و ثقافت کو عیاں کرتی ہے۔
- طلبہ کو بتائیں کہ زیرِ مطالعہ لوک داستان علامتی انداز میں پیش ہوئی ہے۔ اس کا اطلاق ہم اپنی معاشرتی زندگی پر بھی کر سکتے ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

سیّد غلام الثّقلین نقوی

(۱۹۲۳ء ۔ ۲۰۰۲ء)

سیّد غلام الثّقلین نقوی مقبوضہ کشمیر کے ایک گاؤں ''چوکی ہنڈن'' میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیّد امیر شاہ نے کچھ عرصہ ریاست جموں و کشمیر کے محکمہ مال میں ملازمت کی جب کہ باقی عمر درس و تدریس میں گزاری۔

سیّد غلام الثّقلین نقوی نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں میٹرک، ۱۹۴۱ء میں مرے کالج سیالکوٹ سے ایف اے، ۱۹۴۵ء میں بی اے اور ۱۹۴۶ء میں بی ٹی کا امتحان پاس کر کے ہائی سکول میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۰ء میں ایم اے اُردو جامعہ پنجاب سے کیا۔ بطور لیکچرر اُردو، ان کا تقرر گورنمنٹ کالج جھنگ میں ہوا۔ کچھ عرصہ بہاول نگر میں بھی پڑھایا۔ ۱۹۶۸ء میں ان کا تبادلہ سنٹرل ٹریننگ کالج، لاہور میں ہو گیا، جہاں سے ۱۹۸۳ء میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

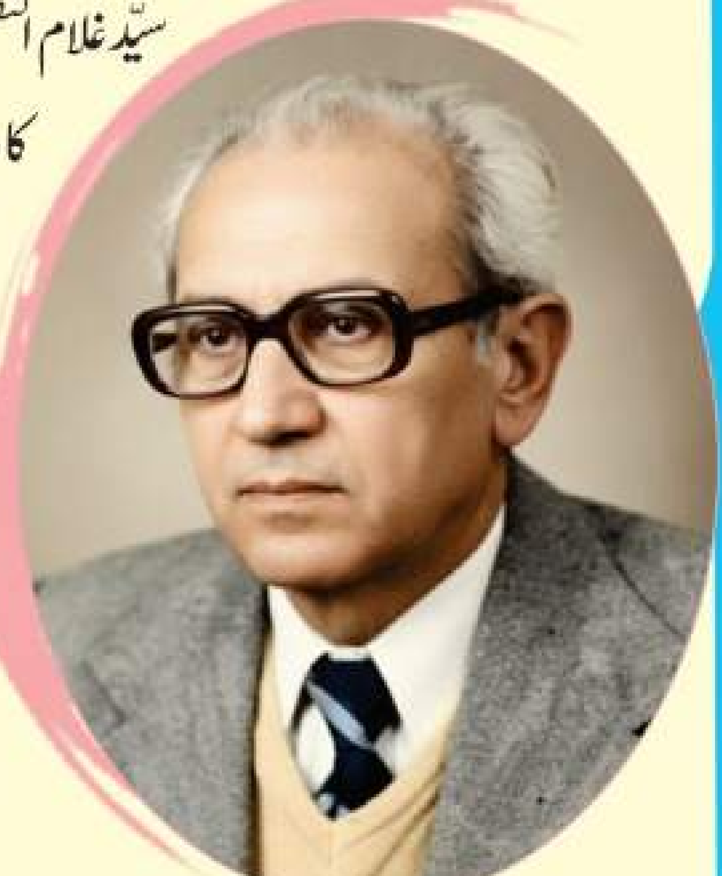

سیّد غلام الثّقلین نقوی کو افسانوی ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ ان کا پہلا افسانہ ''سانڈنی سوار'' کالج میگزین میں، جب کہ ان کی آخری تحریر ''اگلے وقتوں کے لوگ'' ادبی مجلہ ''اوراق'' میں شائع ہوئی۔

افسانوں کے علاوہ انھوں نے کئی ناول بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے مشہور ناولوں میں ''مکّہ و مدینہ''، ''بکھری راہیں''، ''میرا گاؤں''، ''شیر زمان'' اور ''چاند پور کی نینا'' شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مزاحیہ مضامین ''ایک طُرفہ تماشا ہے'' اور افسانوی مجموعوں میں ''دھوپ کا سایہ''، ''سرگوشی''، ''لمحے کی دیوار''، ''نغمہ اور آگ'' وغیرہ کو اہمیّت حاصل ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

9

میرا گاؤں

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ناول کے موضوعات، کرداروں اور واقعات کی تفہیم کرانا
- طلبہ کو پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کے بارے میں بتانا
- گاؤں کی معاشرتی، ثقافتی اور معاشی زندگی سے روشناس کرانا
- طلبہ کو ناول کے موضوعات پر تنقیدی انداز میں سوچنے کی ترغیب دینا
- ناول کے اُسلوب، زبان اور بیانیے کا تجزیہ کرنا

ناول ''میرا گاؤں'' کا تعارف

اُردو ادب میں سیّد غلام الثقلین نقوی کی حیثیت اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس وقت جب افسانوی ادب میں شہری تہذیب کو موضوع بنایا جا رہا تھا، انھوں نے نہ صرف دیہاتی معاشرے کے سات رنگوں کی قوسِ قزح ترتیب دی بلکہ اس کے پورے ثقافتی پس منظر کو بھی عیاں کر دیا۔ منشی پریم چند کے بعد دیہاتی زندگی کو بھرپور انداز میں پیش کرنے کا سہرا سیّد غلام الثقلین نقوی کے سر ہے۔ ناول ''میرا گاؤں'' میں قیامِ پاکستان سے کچھ پہلے سے لے کر تقریباً ۱۹۶۵ء تک کی پاکستانی تاریخ کے اہم واقعات، پاک بھارت جنگ اور ملکی و بین الاقوامی سیاست کی کروٹوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔
اس ناول میں چک مراد نامی گاؤں کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ یہ گاؤں سیال کوٹ کے نزدیک واقع ہے اور وہیں خود ان کا آبائی گاؤں بھڑتھ بھی آباد ہے۔ ناول کے تمام واقعات ناول نگار نے اس کے مرکزی کردار ''ماہنے'' (عبدالرحمان) کی زبان سے کہلوائے ہیں۔
ناول کے دیگر کرداروں میں چودھری شرف دین، بھا اسلم، حمیداں، موج دین، شیماں، سُلّی، حیات وغیرہ شامل ہیں۔

ہم لائل پور کے چک میں تھے کہ تاشقند کا معاہدہ ہوا۔

یہ معاہدہ روس نے کرایا تھا جو دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے۔ گاؤں میں کوئی معاملہ اُلجھ جائے تو گاؤں سے باہر کے کسی بڑے آدمی کو بلا کر ہم اُسے سرپنچ بنا لیتے ہیں۔ وہ جو فیصلہ کرے ہم اُسے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ ہم نے روس کا فیصلہ قبول کر لیا۔ ہم عام لوگوں میں اتنی سیاسی بصیرت کہاں ہے کہ اس معاہدے کی تہ تک پہنچ پاتے۔ صدرِ پاکستان نے ریڈیو پر جو تقریر کی اس سے معلوم ہوا کہ اس معاہدے سے پاکستان کو بہت فائدہ پہنچے گا اور جموں کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اس جنگ سے ہم نے کیا پایا جو خوشی کا اظہار کریں بلکہ ہم نے جیتی ہوئی جنگ ہار دی۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ جنگ سے انسان پاتا کچھ نہیں کھوتا بہت کچھ ہے۔ لوگ گھر سے بے گھر ہوتے ہیں،

NOT FOR SALE-PESRP

ان کی فصلیں اُجڑ جاتی ہیں اور ان کی عزّتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ نجانے کیوں، میں جس سے بھی یہ بات کرتا، وہ خوش نہ ہوتا۔ یوں لگتا جیسے ہر شخص کے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی ہے اور اس کا حوصلہ پست ہو گیا ہے۔

میں نے بھا سے کہا" یہ جنگ بھی اسی قسم کی تھی، جس سے ہم اپنے گاؤں میں آئے دن دو چار ہوتے رہتے ہیں۔"

"میں نے نہیں سمجھا ماہنے!"

"ہم نے چودھری کو قدم قدم پر شکست دی لیکن چودھری کی سیاست ہم سے زوردار تھی۔ ہر شکست کے بعد وہ پھر جیت جاتا۔ وہ ہار کر جیتتا رہا اور ہم جیت کر ہارتے رہے۔ کیوں بھا! ٹھیک ہے ناں ؟"

"ٹھیک ہے۔"

"اس کی کیا وجہ ہے؟" مَیں نے پوچھا۔

"چودھری کے پاس ہم سے زیادہ زمین ہے۔ اس کا اثر ورسوخ بھی ہم سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس کا بیٹا وکیل ہے۔ اس کا سید پور کے ذیل داروں سے رشتہ ہے۔ ایسی بہت سی باتیں ہیں جن میں ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم ہر جیت پر کچھ ہار جاتے ہیں وہ ہر ہار پر کچھ نہ کچھ جیت لیتا ہے۔"

ہم نے چک کے جن کھیتوں میں گندم بوئی تھی، وہ اب ہرے بھرے نظر آتے تھے کیوں کہ سردیوں میں ایک دو بارشیں بھی ہو گئی تھیں۔ ریڈیو اور اخباروں سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں ملکوں کی فوجیں ایک دوسرے کا علاقہ خالی کر رہی ہیں۔ ہم اپنے علاقے میں جانے کے لیے بے تاب ہو گئے تھے۔ آخر یہ اعلان بھی ہو گیا کہ ان علاقوں کے لوگ واپس جا سکتے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ابھی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے جانا اچھا نہیں۔ اس لیے میرے باپ نے فیصلہ کیا کہ بھا اسلم اور عبدالغفار، چک میں ان کے پاس رہیں اور ہم باپ بیٹا گاؤں جا کر حالات دیکھیں اور جب مناسب ہوا، انھیں بلا لیں۔

سردیوں کا وہ دن نہایت خوش گوار تھا، کیوں کہ دھوپ چمک رہی تھی اور اس میں پچھلے دنوں کی بارش کی نمی بھی رچی ہوئی تھی۔ سیال کوٹ شہر میں چہل پہل لوٹ آئی تھی۔ چھاؤنی میں بھی کچھ کچھ آبادی نظر آ رہی تھی اور سید پور جانے والی پکی سڑک پر یکّے اور تانگے چلنا شروع ہو گئے تھے۔ ہم تانگے پر بیٹھنے لگے تو اپنے علاقے کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ اُن میں سے ایک دو آدمی اپنا علاقہ دیکھ آئے تھے۔ انھوں نے کہا:"چودھری موج دین! وہاں پہنچ کر تم جو کچھ دیکھو گے، اسے دیکھ کر تمھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے گا۔"

تانگا چلتا رہا اور ہم اپنے خیالوں میں کھوئے رہے۔ سڑک کے دونوں طرف کی زمینیں آباد تھیں اور شیشم کے درختوں پر بُور آ رہا تھا۔ ہلکی ہلکی خُوش بُو پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی ہمارا گاؤں تین چار میل کے فاصلے پر تھا کہ یکا یک منظر بدل گیا۔ ہمارے سامنے کی سڑک لُنج مُنج تھی۔ اس کے دونوں طرف درختوں کے کٹے ہوئے ٹھنٹھ نظر آ رہے تھے اور دُور دُور تک کھیتوں میں بھی کوئی درخت نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہاں کھیتوں میں گھاس اُگ آئی تھی۔ بارش کی وجہ سے گھاس تر و تازہ تھی۔ اس کا رنگ نکھر گیا تھا، پر کھیتوں میں سے درخت کٹ جائیں تو گھاس کا

NOT FOR SALE-PESRP

میدان بھی بنجر بنجر سا اور لُٹا پٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ اب سڑک کا جو حصّہ شروع ہوا تھا اس میں قدم قدم پر گڑھے پڑے ہوئے تھے اور تانگا دھچکے لے رہا تھا۔

ہم بھٹے کے قریب تانگے سے اُترے۔ چھے مہینوں کے بعد گاؤں کی دھرتی پر پہلا قدم رکھا تو میں نے سوچا ''اس دھرتی کو دشمن کے پاؤں روند چکے ہیں۔ اس کے سینے پر اُس کے ٹینک چلے تھے۔ یہاں قدم قدم پر گولے گرے تھے اور اس کا سینہ پھٹتا رہا تھا۔ وہ بھی تو اسی کا بیٹا تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟'' مجھے اپنے سوال کا جواب نہ ملا۔

بھٹے پر دشمن نے اپنا مورچا لگایا تھا۔ اس کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ میری کُٹیا کا نام و نشان باقی نہیں رہا تھا۔ گاؤں تک جانے والی اینٹوں کی سڑک پس کر چُورا ہو چکی تھی اور اس میں گڑھے پڑ چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ لگے بجلی کے کھمبے غائب تھے۔ گاؤں تک پہنچتے پہنچتے میرا دل سُنسان اور ویران ہو چکا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے شام پڑ چکی ہو حالاں کہ ابھی دھوپ تیز تھی اور اس میں ڈھلتے سورج کی زردی بھی نہیں رچی تھی۔ ابھی ہم گاؤں سے سَو دو سَو قدم کے فاصلے پر تھے کہ اس کی ویرانی نے ہمیں لپک کر آ لیا جیسے وہ ہمارا استقبال کر رہی ہو۔ دلوں میں اُتری ہوئی شام اور بھی گہری ہو گئی۔

میرا جی چاہا کہ میں یہیں سے لَوٹ جاؤں۔

پر میں نے سوچا ''میں لوٹ کر کہاں جاؤں گا؟''

جوہڑ کا گدلا سا پانی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ بھا اسلم کے مکان اور دُکان کے ملبے نے گلی کے دہانے کو بند کر دیا تھا۔ گلی کے اردگرد کے مکان منھ پھاڑے ہمیں نگل جانے کو تیار نظر آتے تھے۔ اُن کے دروازے غائب تھے، کھڑکیاں باقی نہیں رہی تھیں، چھتیں موجود نہیں تھیں، کڑیاں، بالے اور شہتیر اُتار لیے گئے تھے۔ کچے مکانوں کے کھنڈر تو بہت بھیانک نظر آ رہے تھے۔ پکے مکانوں کی سب اینٹیں، پتا نہیں کون سا جن اُٹھا کر لے گیا تھا۔ صرف اُن کی بنیادیں باقی رہ گئی تھیں۔

میرے باپ نے پوچھا: ''ماہنے! ہماری بستی پر عذاب کیوں نازل ہوا؟''

''مولوی صاحب جب گاؤں میں آئیں گے تو اُن سے پوچھیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔ گاؤں کے کھنڈر چپ چاپ تھے۔ ہم ان کھنڈروں کے دو وارث، ان کے درمیان کھڑے پتھر بن چکے تھے۔ اس وقت گاؤں کی ٹوٹی پھوٹی مسجد سے اذان کی آواز آئی تو پتھروں میں جان سی پڑ گئی۔ ہم دونوں مسجد کی طرف لپکے۔ مسجد کے صحن میں مولوی صاحب کھڑے اذان دے رہے تھے اور کھنڈروں سے کچھ اور لوگ بھی برآمد ہو رہے تھے۔ ''موج دین تم؟ ۔۔۔ ماہنے تم کب پہنچے؟'' یہ بابا حیات کی آواز تھی۔

اس نے آگے بڑھ کر ہمیں باری باری گلے لگایا۔ بابا حیات کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ بھی تھے جو ہم سے بغل گیر ہوئے۔ اس وقت میں رو پڑا۔ بچھڑے لوگوں کے سینوں کی گرمی نے میرے دل کو پگھلا دیا تھا۔ مولوی جی نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''ماہنے! مرد لوگ رویا نہیں کرتے۔'' میں نے سوچا، میں کب رویا، یہ تو دوسروں کے رُکے ہوئے آنسو تھے جو میری آنکھوں سے بہہ نکلے۔ ''آؤ نماز پڑھیں۔ دل کو قرار مل جائے گا۔'' دیگر کی نماز پڑھ کر ہم نے سلام پھیرا تو مولوی صاحب نے ہماری طرف منھ کر کے کہا: ''انسان بڑا سخت دل ہے۔ وہ عذاب سے نہیں ڈرتا اور عذاب اُسے اچانک آ لیتا ہے۔ قرآن نے اُجڑی بستیوں کو ہمارے لیے عبرت قرار دیا تھا۔ ہم نے اُنھیں قصے

NOT FOR SALE-PESRP

کہانیاں سمجھا۔ اب ہم اپنی آنکھوں سے اپنی ہی بستی کا عذاب دیکھ رہے ہیں۔‘‘

’’یہ عذاب ہم پر کیوں نازل ہُوا، مولوی جی؟‘‘ میرے باپ نے پوچھا۔

’’موج دِینا! تم اتنے سیانے بیانے ہو کر بھی مجھ سے پوچھتے ہو کہ عذاب کیوں آیا؟ ذرا گردن جُھکا کر اپنے گریبان میں دیکھو۔ تمھیں وہاں کچھ نظر آتا ہے؟‘‘

’’میں بہت گناہ گار ہوں۔ یہ میرے گناہوں کی سزا ہے؟‘‘

’’نہیں‘‘ بابا حیات بولا۔

مولوی صاحب نے اس کی طرف حیران ہو کر دیکھا۔

’’یہ عذاب نہیں، آزمائش ہے۔‘‘ بابا حیات نے کہا۔

’’نام بدلنے سے کیا فرق پڑتا ہے چودھری حیات!‘‘ مولوی صاحب بولے۔

’’مولوی جی! بڑا فرق ہے۔ مَیں جب گاؤں سے ہو کر اپنے کنویں پر جا رہا تھا تو میرے جی پر بڑا بوجھ تھا۔ میں نے سمجھا، میری دُنیا تو میرا گاؤں ہے۔ یہ بستی اُجڑ گئی تو سمجھو ساری دنیا اُجڑ گئی۔ اُجڑے ہوئے کنویں پر پہنچ کر میں نے اپنے ارد گرد نظر ڈالی۔ مجھے دُور دُور تک اُجاڑ بیابان نظر آیا تو میرا دل بنجر ہو گیا۔ کنویں پر ان درختوں کے ٹھنٹھ مجھے بُھتنے لگے جن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ ماہل ٹوٹ کر کنویں میں گر پڑی تھی۔ ڈھول اور چرخڑ چرمُر گئے تھے۔ منڈیروں سے اینٹیں اُکھڑ کر کنویں میں گر گئی تھیں اور میری ڈھاری کی چھت بیٹھ گئی تھی۔ جس علاقے میں درخت نہ رہیں، وہاں سے پنچھی اُڑ جاتے ہیں۔ چار کھونٹ سُونے تھے اور کسی چڑی جنور کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ڈھاری کے پیچھے بیری کا ایک مریل سا سُوکھا سڑا پودا تھا۔ کبھی اتنے درختوں کے جُھنڈ میں مَیں اُس کے وجود سے بھی واقف نہیں تھا۔ اس کی ایک شاخ پر دو چار ہری بھری پتیاں تھیں اور آج مجھے اپنے علاوہ ساری دنیا میں وہی پودا زندہ نظر آیا۔ پھر اچانک اُس کی شاخ پر ہرے رنگ کی ایک چڑیا آ بیٹھی اور شاخ جھولنے لگی۔ چڑیا نے چُوں چُوں کی تو مَیں چونک گیا میں نے اس کی طرف دیکھا اُس نے اپنی گول مٹول آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ کر پوچھا: چُوں چُوں چُوں۔ تم آ گئے؟ تم آ گئے؟ اور مولوی جی! سچ جانو، اس ایک پل کے اندر اندر میرا کنواں آباد ہو گیا۔ ڈھول اور چرخڑ چلنے لگے۔ پانی کی دھار بل کھا کر کھیتوں میں پہنچی تو کھیت جاگ اُٹھے۔ ہری بھری فصلیں لہلہانے لگیں۔ میں نے گاؤں کی طرف دیکھا تو وہ یک دم آباد ہو گیا۔ مَیں نے اس کی گلیوں میں لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھا۔‘‘

’’چودھری حیات! تم نے جاگتے میں خواب دیکھا۔‘‘ مولوی جی بولے۔

’’ایک سچّا خواب۔‘‘ مَیں نے کہا۔

مولوی صاحب نے مجھے پہلے ذرا غصے کی نگاہ سے دیکھا، پھر وہ مسکرانے لگے ’’چودھری حیات! تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ عذاب ہوتا تو ہمارا ایمان گاؤں کے کھنڈروں میں دفن نظر آتا۔ چوں کہ ایمان زندہ ہے اس لیے یہ آزمائش ہے۔ ہم ان شاءاللہ اس آزمائش میں پُورے اُتریں گے۔‘‘

(ناول ’’میرا گاؤں‘‘ سے انتخاب)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں:

(i) معاہدۂ تاشقند کن دو ملکوں کے درمیان ہوا اور کس ملک نے معاہدہ کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا؟

(ii) معاہدۂ تاشقند سے کس دیرینہ مسئلے کے حل ہونے کی امید پیدا ہوگئی تھی؟

(iii) جنگ بندی کے بعد کھیتوں کی کیا حالت تھی؟

(iv) گاؤں کھنڈر کا منظر کیوں پیش کر رہے تھے؟

(v) عذاب اور آزمائش میں کیا فرق ہے؟ سبق "میرا گاؤں" کے حوالے سے بتائیں۔

2 درست جواب کا انتخاب کریں:

(i) ہم چک میں تھے:

(الف) لاہور کے (ب) سیال کوٹ کے (ج) لائل پور کے (د) گوجرانوالہ کے

(ii) ہم نے چودھری کو قدم قدم پر شکست دی لیکن چودھری کی سیاست ہم سے تھی:

(الف) طاقت ور (ب) زوردار (ج) تگڑی (د) مختلف

(iii) چودھری کا بیٹا ہے:

(الف) ڈاکٹر (ب) وکیل (ج) انجینئر (د) ذیل دار

(iv) درختوں کے کٹے ہوئے نظر آرہے تھے:

(الف) ٹھنٹھ (ب) تنے (ج) پھل (د) بازو

(v) ٹُوٹ کر کنویں میں گر پڑی تھی:

(الف) تال (ب) ماہل (ج) ڈال (د) چرخڑ

3 سبق "ہمارا گاؤں" کا خلاصہ بیان کریں۔

4 اس سبق میں پنجاب کے دیہات کی تہذیب کو پیش کیا گیا ہے اور یہاں کے کردار اپنی رہتل کے مطابق بولی بولتے نظر آتے ہیں۔ آپ اس سبق کا پوری توجہ اور انہماک سے مطالعہ کریں اور مقامی زبان کے الفاظ، جملے اور کلچر کو ظاہر کرنے والی اشیا کے ناموں کی فہرست تیار کریں۔

5 پاک بھارت جنگ 1965ء کے اسباب اور اثرات کا جائزہ لیں۔ بھارت کے جنگی جنون میں تا حال کمی نہیں آئی، تبصرہ کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

6 درج ذیل اشعار کی روشنی میں ایک نوٹ تحریر کریں کہ "جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ یہ خود ایک مسئلہ ہے۔"

جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی
بھوک اور اِحتیاج کل دے گی

(ساحر لدھیانوی)

7 دیے گئے الفاظ کی مدد سے جملے مکمل کریں:

شیشم | بنجر بنجر | بیٹا | فوجیں | عذاب | مریل

i. ریڈیو اور اخباروں سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں ملکوں کی ______ علاقہ خالی کر رہی ہیں۔
ii. سڑک کے دونوں طرف کی زمینیں آباد تھیں اور ______ کے درختوں پر بُور آ رہا تھا۔
iii. کھیتوں میں سے درخت کٹ جائیں تو گھاس کا میدان بھی ______ سا اور لُٹا پُٹا سا معلوم ہوتا ہے۔
iv. وہ بھی تو اسی کا ______ تھا، اس نے ایسا کیوں کیا؟
v. انسان بڑا سخت دل ہے وہ ______ سے نہیں ڈرتا۔
vi. ڈھاری کے پیچھے بیری کا ایک ______ سا سوکھا سڑا پودا تھا۔

8 واحد کے جمع اور جمع کے واحد بنائیں:

معاملہ | تقاریر | حصّہ | کھنڈرات | قصص | اثر | معاہدہ

9 اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کریں:

تاشقند	شکست	ہی	استقبال
مناسب	سنسان	چر کڑ	کٹیا

10 درست یا غلط بیان پر نشان لگائیں:

i. ہم نے امریکا کا فیصلہ قبول کر لیا۔ ☐ صحیح ☐ غلط
ii. میرا دل کہہ رہا تھا کہ جنگ سے انسان پاتا کچھ نہیں، کھوتا بہت کچھ ہے۔ ☐ صحیح ☐ غلط

NOT FOR SALE-PESRP

iii میری جھونپڑی کا نام ونشان باقی نہیں رہا تھا۔ ☐ صحیح ☐ غلط

iv پختہ مکانوں کے کھنڈرات تو بہت بھیانک نظر آ رہے تھے۔ ☐ صحیح ☐ غلط

v میں جب گاؤں سے ہو کر اپنے کنویں پر جا رہا تھا تو میرے جی پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ ☐ صحیح ☐ غلط

ناول

ناول وہ کہانی ہے، جس کی بنیاد حقیقی زندگی پر ہوتی ہے۔ اس میں زندگی کا کوئی خاص دور اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ وہ مخصوص دور اپنے تمام تر رنگوں کے ساتھ آ موجود ہوتا ہے۔

ناول کی صنف، مغرب سے اردو ادب میں متعارف ہوئی۔ ناول سے قبل داستان اور حکایت کا چلن عام تھا۔ ناول نے ہماری زندگی کے سماجی، سیاسی، تاریخی اور نفسیاتی پہلوؤں کو کام یابی سے پیش کیا ہے۔

- ناول کے پلاٹ (ترتیبِ واقعات) کے بہاؤ میں ایک فطری برجستگی پائی جاتی ہے۔
- ناول کے کردار، گوشت پوست کے انسان ہوتے ہیں، جن میں خوبیوں کے ساتھ خامیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔ ناول میں مثالی کردار کا ہونا خوبی کے بجائے خامی تصوّر کیا جاتا ہے۔
- ناول کے کردار، اپنی شخصیت کا اظہار، اپنے مکالموں سے کرتے ہیں۔ کرداروں کے مکالموں کا اُن کرداروں کے مقام و مرتبے، تعلیم، پیشہ وغیرہ سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- سبق میں شامل مرکزی کرداروں کی خصوصیات پر نوٹ لکھیں۔
- گاؤں کے منظر کو ڈرائنگ یا کولاژ کی شکل میں پیش کریں۔
- ''شہری اور دیہاتی زندگی میں فرق'' کے موضوع پر مباحثہ کریں۔
- زیرِ نظر سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فطرت اور گاؤں کے حسن کو تصویری انداز میں پیش کریں اور خوب صورت رنگ بھریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو سیّد غلام الثقلین نقوی کی ادبی خدمات کے بارے میں آگاہ کریں۔
- فنِ ناول نگاری کی بنیادی باتیں طلبہ کو سکھائیں۔
- تمدنی اور تہذیبی ترقی نے گاؤں کی زندگی پر کیا اثرات مرتّب کیے، اس حوالے سے طلبہ کو ماضی و حال کے آئینے میں معلومات فراہم کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

جمیل الدّین عالیؔ

(۱۹۲۶ء۔ ۲۰۱۵ء)

خاندانی نام مرزا جمیل الدّین احمد خاں تھا۔ عالی تخلص کرتے تھے اور جمیل الدّین عالیؔ کے نام سے معروف ہوئے۔ عالیؔ، نواب علاء الدّین احمد خاں علائی (جو مرزا غالبؔ کے عزیز ترین شاگرد اور قریبی رشتے دار تھے) کے پوتے اور نواب سر امیر الدّین احمد خاں کے فرزند تھے۔ عالیؔ نے ۱۹۴۴ء میں اینگلو عربک کالج، دِلّی سے بی اے کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی آ گئے۔ انھوں نے ۱۹۵۱ء میں سی ایس پی (موجودہ سی ایس ایس) کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۶۶ء تک اعلیٰ سرکاری عہدوں پر کام کیا۔ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۹ء تک نیشنل بنک آف پاکستان سے وابستہ رہے۔

جمیل الدّین عالیؔ روز نامہ ''جنگ'' میں برسوں تک کالم لکھتے رہے۔ ان کا شمار اپنے دَور کے معروف کالم نگاروں میں ہوتا تھا۔ وہ پاکستان رائٹرز گِلڈ کے بانیوں میں سے تھے اور عرصۂ دراز تک انجمن ترقّیِ اُردو پاکستان کے اعزازی معتمد رہے۔ علاوہ ازیں اُردو سائنس بورڈ لاہور، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد اور مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد کی مجلسِ انتظامیہ کے رکن بھی رہے۔ سینٹ کے ممبر بھی رہے اور متعدد قومی اعزازات حاصل کیے۔

جمیل الدّین عالیؔ کے خاندان میں شعر و سخن کا چرچا تھا۔ وہ بھی اسی رنگ میں رنگے گئے۔ اُن کی شاعری میں دوہے، گیت اور قومی نغمے زیادہ مقبول ہیں۔ پاکستانیت عالیؔ صاحب کا امتیاز بھی ہے اور افتخار بھی۔ اُن کے شعری مجموعوں میں ''غزلیں، دوہے، گیت''، ''جیوے جیوے پاکستان''، ''اِنسان'' اور ''اے مرے دشتِ سخن'' شامل ہیں۔ نثر میں ''دنیا مرے آگے''، ''تماشا مرے آگے'' اور ''صدا کر چلے'' معروف ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

10

بابل کے کھنڈر

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو "بابل" کی قدیم تہذیب کی تاریخ، ثقافت اور اہمیت سے روشناس کرانا
- جمیل الدین عالی کے ادبی اسلوب اور مشاہدات کو سمجھنے میں رہ نمائی فراہم کرنا
- طلبہ میں تاریخی، سیاحتی مقامات اور ثقافتی ورثے کی قدر و قیمت کا شعور اور دل چسپی پیدا کرنا

کُوفے سے ہم بابل کی طرف چلے۔ ایک پکّی سڑک پر کار تیزی سے مڑنے لگی۔ پتا نہیں بابل کوفے سے کتنی دور ہے۔ موٹر سے کوئی دو گھنٹے کا راستہ ہوگا۔ بغداد سے اس کا فاصلہ کوئی پینتالیس پچاس میل ہے۔ میر صاحب! مَیں نے کہا: "یہ بابل جانے کا کیا طریقہ ہے؟ ارے بھائی! رتھ ہوتے جنھیں ساز و سامان سے آراستہ سفید گھوڑے بڑی شان کے ساتھ کھینچتے ہوئے چلتے۔ ایک دو منزل پڑاؤ ہوتا، راتوں کو مشعلیں جلتیں، شعرا اپنے رزمیے سناتے، مُغنّی تانیں لگاتے اور صبح پھر نفیریوں اور بُوق و قرنا کی گونج میں سفر جاری ہو جاتا۔" ٹھیک کہتے ہو میرے بھائی، میر خلیل الرحمٰن ایک آہ بھر کر بولے "مگر افسوس کہ میں سارے دن رتھ میں کھڑے رہنے کی بجائے بیٹھ کر ہی مسافت طے کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ آج کل دس پانچ رتھ بنانے کا آرڈر بھی دیا جائے تو کوئی کمپنی تیار نہیں ہوگی اور سفید گھوڑے تو بالکل نایاب ہیں۔ تم یہ بتاؤ کہ وہاں سیر کرو گے یا ان کھنڈروں پر کوئی نئی سلطنت قائم کرنے کی سوچ رہے ہو؟"

بابل ـــــ جس کی قدامت اور عظمت کے بارے میں بے شمار کہانیاں، روایتیں، اندازے اور انکشافات کتابِ مقدّس کے اوراق سے لے کر ہیروڈوٹس یونانی سیاح جیسے عینی گواہوں اور بیسویں صدی کے جرمن ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی کتابوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔

بابل! یہاں وہ کنواں تھا جس میں دو فرشتوں، ہاروت اور ماروت کو کسی گناہ کی پاداش میں الٹا لٹکا دیا گیا تھا۔ اس کی کہانی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان فرشتوں کو اہلِ بابل کی عیّاشیوں اور بداعمالیوں کے انسپکشن یعنی معائنے کے لیے بھیجا تھا، مگر بعد میں وہ خود اسی چکر میں پھنس گئے جیسے آج بھی بہت سے محکموں کے انسپکٹر پھنس جاتے ہیں ـــــ بابل جو، انسانی تاریخ کے اوّلین بابوں میں شمار ہوتا ہے۔ جہاں اٹھارھویں صدی قبل مسیح یعنی اب سے تین ہزار سات سو برس پہلے شہنشاہ حمورابی نے سوسائٹی کے لیے وہ دستور اور قوانین بنائے تھے، جن کے سبب وہ حمورابی قانون دہندہ کہلاتا ہے۔ حمورابی کی قانون سازی معاشرتی حقوق و فرائض کی پیچ در پیچ عمارت کی پہلی بنیادوں میں شامل ہے۔ تین ہزار سات سو برس پہلے بہت سے ملک تہذیب تو کیا انسانی آبادی سے بھی محروم تھے۔

مگر جو بابل ہم دیکھ رہے ہیں وہ بختِ نصر کا بنایا ہوا بابل ہے کیوں کہ حمورابی کا بابل سولھویں صدی قبل مسیح میں بیرونی حملہ آوروں نے بڑی حد تک تباہ کر دیا تھا اور پھر کمزور سلطنتوں کے عروج و زوال میں اسے صدیوں تک اپنی عظمتِ رفتہ واپس نہ مل سکی، یہاں تک کہ ساتویں صدی قبل مسیح کے طاقت ور شہنشاہ، بختِ نصر نے اسے دوبارہ بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ بختِ نصر نے چوالیس برس حکومت کی اور اس کے زمانے

NOT FOR SALE-PESRP

میں دجلہ وفُرات کے درمیان اس اونچی فصیلوں والے شہر سے وہ تہذیب اُبھری جس کی یادیں اور یادگاریں یورپ وامریکہ کی شان وشوکت سے آنکھیں لڑاتی ہیں۔

بختِ نصر دہریہ تھا یعنی خدا یا دیوتاؤں کو نہیں مانتا تھا اور اسی لیے اپنی حوصلہ مندی اور طاقت کے باوجود اپنی قوم میں نامقبول ہو گیا۔ شاید یہی سبب تھا کہ اس کے بعد بادشاہی اس کے خاندان میں قائم نہ رہ سکی اور اس کی موت کے بعد بہت جلد شہنشاہِ ایران سائرس نے بابل پر قبضہ کر لیا۔

ہاں یہ وہی بابل ہے جہاں ہندوستان سے واپسی پر سکندرِ اعظم نے مسلسل تین دن، تین رات جشن منایا اور تین دن بیمار رہ کر مر گیا۔

اب وہ بابل کھنڈر ہے۔ آثارِ قدیمہ کا ایک گوشہ ہے اور ہم بیسویں صدی کے کمزور، بے طاقت سیّاح ان محلّات کے ان حصوں میں گھوم رہے ہیں جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ یہاں کوئی پہرے دار نہیں جو ہمیں ان عشرت خانوں میں داخل ہونے سے روک دے۔ کوئی محتسب نہیں جو ہماری گفت گو پر، ہماری تنقید پر پابندی لگا سکے۔

مجھے بابل کے کھنڈروں میں گھومتے ہوئے ایک عجیب سی آزادی اور خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ ہمارا گائیڈ ایک مفلوک الحال عراقی ہے، مگر وہ ایک صحت مند اور ہنس مکھ آدمی ہے، انگریزی صاف اور تیزی سے بولتا ہے۔

''ہاں بیٹا بختِ نصر!'' وہ چوک میں کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے۔ ''اب ہم سے بات کرو۔ مَیں روز غیر ملکی سیاحوں کو تمھارے محلّات کی سیر کراتا ہوں اور تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تم اس ملک کے سب سے زیادہ باجبروت بادشاہ تھے، تمھاری آنکھ کے ایک اشارے پر موت اور دوسرے پر زندگی رقص کرتی تھی۔ اب بولو بیٹا! مَیں تمھارے دارالسّلطنت کے دل میں کھڑا ہو کر تمھیں القاب و آداب کے بغیر پکار رہا ہوں۔ کہاں ہیں تمھاری سوار اور پیادہ فوجیں؟ کہاں ہیں تمھارے خفیہ اور باوردی محتسب؟ تم ایک مطلق العنان شہنشاہ تھے، مگر تم مر گئے اور ختم ہو گئے اور تمھارا جاہ وجلال اور دبدبہ تمھارے ساتھ ختم ہو گیا اور مَیں ایک چھوٹا آدمی ہوں مگر مَیں زندہ ہوں اور زندہ رہوں گا۔ مَیں عامی ہوں۔ عام آدمی۔ تاریخ تم پر ہنستی اور مجھ سے شرماتی ہے۔''

بختِ نصر کوئی جواب نہیں دیتا۔ کسی سمت سے کوئی تیر نہیں چلتا جو اُس کے سینے میں پیوست ہو جائے، کوئی تلوار، کوئی خنجر نہیں جو اس کی زبان قلم کر دے۔ یہ عراقی گائیڈ مخبوط الحواس سہی مگر اس کی زبان وقت کی زبان ہے جو کٹ نہیں سکتی۔ آج وہ شہنشاہ جس کے نام سے عراق، شام اور ایران کانپتے تھے ایک معمولی سے گستاخ گائیڈ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

ہاں موت سب کو آتی ہے، مگر وہ اچھی طرح یاد کیے جاتے ہیں جنھوں نے کچھ کام دوسروں کے لیے بھی کیا ہو۔ کل مَیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ بھی دیکھ آیا ہوں۔ مَیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر رویا اور روتا رہا اور بختِ نصر کے محل پر مجھے ہنسی آتی ہے اور شاید یہ ہنسی عبرت کا ایک ذریعۂ اظہار ہے۔

اس مقام کا سب سے زیادہ پُراثر منظر بابِ عشتار کا ہے۔ عشتار گیٹ یا اُردو کے چٹخارے میں عشتاری دروازہ جو سرخی مائل پکّی اینٹوں کا بنا ہوا کئی گز اونچا دروازہ ہے۔ یہ گویا وسطِ شہر میں ایک یادگار عمارت تھی جس کے بیچ میں سے ایک شاہراہِ جلوس کوئی نصف میل تک

NOT FOR SALE-PESRP

سیدھی چلی جاتی ہے۔ دروازہ عشتار دیوی سے منسوب ہے۔ یہ دروازہ اژدہوں اور جوان بَیلوں کی تصویروں سے مزیّن ہے جو اینٹوں پر کھودی گئی ہیں۔ یہاں سے جو شاہراہِ جلوس سامنے جاتی ہے اس کے دونوں طرف کی دیواروں پر ببر شیروں کے ایک سو بیس نقوش کھود دیے گئے تھے۔ خود بابِ عشتار پر ایک اندازے کے مطابق ساڑھے پانچ سو اژدہوں اور بیلوں کے نقوش بنائے گئے تھے۔ دروازے کے اوپر اُس حصے پر جس کے قریب مَیں کھڑا تھا، رنگ دار چمکیلی اینٹیں چسپاں ہیں۔ ان اینٹوں پر رنگ کی تہ چڑھائی گئی تھی جو پونے تین ہزار برس گزر جانے پر بھی اسی طرح قائم ہے۔ تہذیبِ بابل پر کام کرنے والوں نے سلطنتِ بابل و نینوا کے سیکڑوں آثار اَن گنت کتابوں میں مذکور کیے ہیں جو، جانوروں اور انسان نما جانوروں کی تصویروں اور وضاحتی علامتوں سے پُر ہیں۔ یہ علامتیں طرح طرح کے خوف و عزائم کی کہانیاں سناتی ہیں۔

بابِ عشتار کے جنوب مغرب میں شاہی محلّات کا علاقہ ہے جو تیرہ ایکڑ زمین میں پھیلا ہوا تھا۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں سے بابل کی دولت و حشمت کے غُلغلے اس طرح اٹھے کہ ان کے اِرتعاش آج بھی ہمارے ادب میں صاف سنائی دیتے ہیں۔ اس علاقے میں عمارتوں کے پانچ بڑے بڑے سلسلے تھے، جن میں سے وسطی عمارت، ایک بہت بڑا دربار ہال یا دیوان تھی، جس میں نیلی چمک دار اینٹوں کا کام تھا۔ اس وسیع عمارت کی بوجھل چھت بنانے والے انجینئرنگ کے ترقی یافتہ اصولوں سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔ شاید یہی وہ دیوان یا دربار ہے، جس کی دیوار پر عین جشنِ ضیافت کے وقت ایک غیبی ہاتھ نے چمکتے ہوئے لفظوں میں زوالِ بابل کی پیشین گوئی لکھ دی تھی۔ اس روایت نے بعد میں بہت سی زبانوں کو اس مضمون سے ملتے جلتے محاورے دیے ہیں۔ اس دربار ہال کی دیوار پر زوالِ بابل کی غیبی پیشین گوئی کا نمودار ہونا شاید صرف ایک کہانی ہو، مگر یہ کہانی وقت اور تاریخ کی سب سے زیادہ نمایاں اور مسلسل حقیقت ہے۔ ہر دور میں یہی ہوتا ہے کہ پہلے وقت کے ہاتھ نسلوں اور قوموں کے سامنے دیوار پر تنبیہی تحریریں لکھتے ہیں اور اگر وہ راستی پر نہ آجائیں تو ان کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ یہ تحریریں، ہزار ہا برس سے لکھی جا رہی ہیں اور انھیں دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں مگر پھر بھی کچھ نہیں سمجھتے۔

''کیا یہ بابلِ عظیم نہیں ہے جسے مَیں نے اپنی شاہانہ نمود کے لیے بنایا ہے؟'' یہ بختِ نصر کی تحریر ہے جسے جرمن ماہرین نے بالآخر پڑھ لیا ہے۔

ایک اور تحریر بھی وقت کے دھندلکوں میں سے اُبھرتی ہے جسے حضرت عیسیٰ پیغمبر علیہ السّلام کا کلام کہا جاتا ہے:

''اور وہاں صحراؤں کے درندے گھومیں گے۔ اور ان کے مکان خوف ناک مخلوقات سے
بھر جائیں گے، ان گھروں کو اُلّو اپنا مسکن بنائیں گے اور چَرخ وہاں رقص کریں گے۔''

ہاں یہ اس شہر کا حال ہے جو دو دریاؤں کے بیچ میں ایک بلندی پر واقع ہے اور جس کے گرد تہ در تہ فصیلیں اور دیوار اندر دیوار محلّات اور مندر تھے، تاکہ حملہ آوروں کی مزاحمت قدم قدم پر کی جا سکے۔ یہ شہر تقریباً ڈھائی ہزار برس قبل مسیح سے لے کر سکندرِ اعظم کے زمانے تک پوری ہم عصر اور بعد کی دنیا کے لیے ایک مُرقّعِ حیرت بنا رہا۔ جہاں اکادی رسم الخط اور طرزِ تحریر پیدا ہوا، جہاں دنیا کی پہلی انسائیکلو پیڈیا ترتیب دی گئی۔ جہاں چھتوں پر باغ تھے۔ ''ہینگنگ گارڈن'' جہاں سڑکیں ایک دوسرے کو سیدھی اس طرح کاٹتی تھیں جیسے نیو یارک کی سڑکیں ایک

NOT FOR SALE-PESRP

دوسرے کو قطع کرتی ہوئی چلتی ہیں۔ اُس وقت یورپ اور امریکا میں بسنے والی قومیں شاید کھالیں پہن کر ستر پوشی کرتی ہوں گی، جب بابل کے صنعت کار ریشم و سنجاب کے ملبوسات تیار کر کے ہندوستان اور مصر بھیجتے تھے۔ ایسے وقت میں اپنے موہن جوڈارو کی یاد آ کر ایک طرح اپنے وطن کی قدامت و عظمت کا احساس پیدا کرتی ہے۔ موہن جوڈارو کے انکشافات مکمل ہونے پر شاید بابل و نینوا کی تہذیبیں نو دولتوں کی طرح لگیں گی، مگر موہن جوڈارو پر ابھی تک لاعلمی اور قیاس کی کہر چھائی ہوئی ہے۔

تو یہ ہے بابل ـــــ سُرخ پختہ اینٹوں اور نیلی اور زرد چمک دار اینٹوں کا ویرانہ۔ بے شمار دیوی دیوتاؤں کا معبد۔ حمورابی اور بختِ نصر اور سکندر اور سائرس کا بابل۔ جب اس کی کھدائی کا پہلا مرحلہ ختم ہو گیا اور جرمن ماہرین، اینٹیں اور مجسّمے کھلے چھوڑ گئے تو قریب کے گاؤں حلّہ کے باشندوں نے بے شمار مسالا اپنے چھوٹے چھوٹے گھر اور سڑکیں بنانے میں استعمال کیا۔ عشتاری دروازے کا بہت سامال جرمن ماہرین لے گئے تھے جو انھوں نے برلن کے عجائب خانے میں استعمال کیا ـــــ اس عجائب خانے پر بھی جنگِ عظیم میں بم باری ہوئی اور وہ تقریباً تباہ ہو گیا۔

ہاں یہ بابل ہے جو کسی مُؤرّخ یا مُبصر یا اہلِ دل کے الفاظ میں پہلے شہرِ عظیم تھا اور اب صحرائے عظیم ہو کر رہ گیا ہے۔

اے آنکھوں والو! دیکھو اور عبرت پکڑو۔

کھنڈروں کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جو عجائب خانے کا کام دیتا ہے۔ یہاں قدیم تحریروں، روایتوں، نقشوں اور موجودہ آثار کی بنا پر قدیم شہر کا ایک نمونہ تیار کیا گیا ہے جسے دیکھنے سے عجیب عجیب اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ شہر کی ترتیب، وہ رکھ رکھاؤ، وہ دمدموں اور فصیلوں کی ترتیب اور مضبوطی۔ جب اس کی مضبوط سڑکوں پر شہ سوار گھوڑے کُداتے ہوں گے تو کیا کسی کو خیال آتا ہوگا کہ ایک دن ہم اور ہم جیسے بے شمار سیّاح شہر سے متعلق عجائب خانوں میں حیرت سے اس کا ماڈل دیکھا کریں گے۔

(دنیا مرے آگے)

مشق

1 سبق "بابل کے کھنڈر" کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) بابل شہر کی قدامت کے بارے میں کیا کچھ بیان ہوا ہے؟

(ii) بابل کے کنویں میں دو فرشتوں کو کیوں لٹکایا گیا تھا؟

(iii) بغداد اور بابل کے درمیان کتنا فاصلہ بنتا ہے؟

(iv) حمورابی کون تھا اور اس کا کارنامہ کیا سمجھا جاتا ہے؟

(v) بابل کے کوئی دو حیرت انگیز پہلو بیان کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

vi سائرس کا تعلق کس ملک سے تھا؟

vii سلطنتِ بابل ونینوا کی کھدائی کے دوران کن چیزوں کے آثار ملے ہیں؟

viii سبق ''بابل کے کھنڈر''، جمیل الدّین عالی کی کس کتاب سے لیا گیا ہے؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i بابل دو دریاؤں کے درمیان واقع ہے:

(الف) دجلہ اور بغداد کے (ب) فرات اور کوفہ کے (ج) دجلہ اور فرات کے (د) کوفہ اور بغداد کے

ii شاہی محلات کا علاقہ پھیلا ہوا تھا:

(الف) دس ایکڑ زمین میں (ب) بارہ ایکڑ زمین میں (ج) تیرہ ایکڑ زمین میں (د) پندرہ ایکڑ زمین میں

iii عراقی گائیڈ تھا:

(الف) بیمار (ب) سنجیدہ (ج) کمزور (د) مخبوط الحواس

iv بختِ نصر تھا:

(الف) یہودی (ب) مسیحی (ج) زرتشتی (د) دہریہ

v بابل میں سکندرِ اعظم نے جشن منایا:

(الف) تین دن (ب) تین راتیں (ج) تین دن، تین راتیں (د) پانچ دن، پانچ راتیں

vi ہیروڈوٹس تھا:

(الف) رومی سیّاح (ب) عراقی سیّاح (ج) یونانی سیّاح (د) جرمن سیّاح

vii بابل کو پھر سے بامِ عروج پر پہنچایا:

(الف) بیرونی حملہ آوروں نے (ب) سکندرِ اعظم نے (ج) حمورابی نے (د) بختِ نصر نے

3 سبق ''بابل کے کھنڈر'' کے اہم نکات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

4 اردو کے پانچ مشہور سفرناموں اور سفرنامہ نگاروں کے نام لکھیں۔

5 اگر آپ نے کوئی یادگار سفر کیا ہو تو اس کی روداد دل چسپ انداز میں بیان کریں۔

6 سبق میں شامل درج ذیل تراکیب کے معانی لکھیں اور اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

جاہ و جلال — شاہانہ نمود — مرقعِ حیرت — تہذیبِ بابل — بامِ عروج

مطلق العنان — عروج و زوال — دجلہ و فرات — بوق و قرنا — طرزِ تحریر

NOT FOR SALE-PESRP

7 درج ذیل سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے نئے الفاظ بنائیں:

(الف)

سابقے	الفاظ	سابقے	الفاظ
خود	---------	غیر	---------
با	---------	بد	---------
لا	---------	اَن	---------

(ب)

الفاظ	لاحقے	الفاظ	لاحقے
---------	دار	---------	گار
---------	پَن	---------	ستان
---------	شدہ	---------	کش

8 ہاروت اور ماروت کا قصہ قرآنِ حکیم کی سورۃ البقرہ (آیت: ۱۰۲) میں مذکور ہے۔ مذکورہ آیت کا ترجمہ اور تفسیر پڑھیں۔

9 سبق ''بابل کے کھنڈر'' میں متعدد تاریخی شخصیات اور مقامات کا ذکر ہوا ہے، آپ ان کی فہرست تیار کریں۔ نیز تاریخ کی مستند کتب اور انسائیکلو پیڈیا سے معلومات اخذ کر کے لکھیں۔

10 سبق ''بابل کے کھنڈر'' میں جن مقامات پہ مکالمے اور منظر نگاری کی صورت پیدا ہوئی ہے، ان مقامات کی نشان دہی کریں۔

11 سبق ''بابل کے کھنڈر'' کے متن سے عبرت اور اخلاقیات کے کون سے مضامین پیدا ہوتے ہیں؟ کسی ایک کو تفصیل سے بیان کریں۔

12 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی بھی لکھیں۔

بختِ نصر کوئی جواب نہیں دیتا۔ کسی سمت سے کوئی تیر نہیں چلتا جو اس کے سینے میں پیوست ہو جائے، کوئی تلوار، کوئی خنجر نہیں جو اس کی زبان قلم کر دے۔ یہ عراقی گائیڈ مخبوط الحواس سہی، مگر اس کی زبان وقت کی زبان ہے جو کٹ نہیں سکتی۔ آج وہ شہنشاہ جس کے نام سے عراق، شام اور ایران کانپتے تھے ایک معمولی سے گستاخ گائیڈ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

NOT FOR SALE-PESRP

13 درج ذیل پیراگراف کا بغور مطالعہ کریں اور دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں:

آج کی دنیا میں سائنس وٹیکنالوجی نے انسانی زندگی کو مکمل طور پر بدل کر رکھ دیا ہے۔ سائنسی ایجادات، مصنوعی ذہانت (AI) اور شعبۂ طب میں ہونے والی نئی دریافتوں کی وجہ سے روزمرہ کے مسائل کو حل کرنے میں حیران کن حد تک مدد اور آسانی حاصل ہو رہی ہے۔ اسی طرح خلائی تحقیق سے کائنات کے سربستہ رازوں کو جاننے کے نئے در وا ہوئے ہیں۔ ان تمام فوائد کے باوجود ٹیکنالوجی کے اندھا دھند استعمال کی وجہ سے ماحولیات اور انسانی صحت پر منفی اثرات بھی سامنے آئے ہیں۔

سوالات

ا۔ سائنس وٹیکنالوجی نے انسانی زندگی پر کیا اثرات ڈالے ہیں؟

۲۔ مصنوعی ذہانت روزمرہ کے مسائل کو حل کرنے کے لیے کس طرح مدد و معاون ثابت ہو رہی ہے؟

۳۔ ٹیکنالوجی کے منفی اثرات کو کس طرح کم کیا جا سکتا ہے؟

۴۔ کائنات کے سربستہ رازوں کو جاننے کے لیے خلائی تحقیق کا کیا کردار ہے؟

آپ بیتی

کسی شخص کا اپنی زندگی کے اہم واقعات کو دل چسپ انداز میں خود تحریر کرنا، آپ بیتی کہلاتا ہے۔ ادبی، سیاسی، دینی، صحافتی شخصیات نے آپ بیتیاں لکھی ہیں۔ آپ بیتی، جس بھی ادیب کی ہوتی ہے، ہمیشہ اس ادیب کی اپنی لکھی ہوتی ہے۔ کسی کی آپ بیتی کوئی دوسرا شخص نہیں لکھتا۔ آپ بیتی شخصیت کو جاننے کا ایک مؤثر اور مستند ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اُردو کی چند اہم آپ بیتیوں میں شہاب نامہ، زرگزشت، مٹی کا دِیا، گردِ راہ اور یادوں کی برات وغیرہ شامل ہیں۔

سفر نامہ

وہ تحریر، جس میں مصنّف کسی بھی سفر کے دوران، اپنے مشاہدات اور پیش آنے والے واقعات کو دل چسپ انداز میں پیش کرتا ہے، سفر نامہ کی صنف کہلاتی ہے۔ اُردو کے قدیم اور جدید سفر ناموں میں کافی فرق ہے۔ ماضی میں صرف جغرافیائی اور تاریخی باتیں سفر ناموں کی زینت ہوا کرتی تھیں، لیکن پھر سفر نامے نے کروٹ لی اور اب سفر ناموں میں مختلف اصنافِ ادب کے عناصر شامل ہو گئے ہیں۔ اہم سفر ناموں میں عجائباتِ فرنگ، نظر نامہ، دنیا گول ہے، دھنک پر قدم، لبیک اور نکلے تری تلاش میں، شامل ہیں۔

یادداشت

کسی طے شدہ معاملے، معاہدے پر عمل درآمد اور یاد دہانی کی غرض سے خاص خاص نکات پر مبنی تحریر ''یادداشت'' کہلاتی ہے۔

معلوماتی رپورٹ

وہ تحریر جو کسی خاص حوالے سے دوسروں تک معلومات پہنچانے کے لیے قلم بند کی جائے، معلوماتی رپورٹ کہلاتی ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

سرگرمیاں برائے طلبہ

- بابل کی تہذیب کے زوال کی داستان پر بحث کریں۔
- بابل کے کھنڈرات اور بابل کے معلّق باغات (دنیا کے سات قدیم عجائبات میں شامل ہیں) پر مختصر تحقیقی مضمون لکھیں۔
- کسی قریبی عجائب گھر یا تاریخی مقام کا دورہ کریں جہاں قدیم تہذیبوں کے آثار موجود ہوں۔
- انٹرنیٹ پر دنیا کے سات مشہور عجائبات پر ایک دستاویزی فلم دیکھیں۔ بابل کے معلّق باغات (Hanging Gardens) میں خصوصی دل چسپی لیں۔

اشاراتِ تدریس

- سبق پڑھاتے وقت بابل کی جغرافیائی اہمیت (دجلہ وفُرات کے درمیان) اور مذہبی روایات کو واضح کریں۔
- جمیل الدّین عالی کے سفرنامہ ''دنیا مرے آگے'' کا مکمل تعارف کروائیں۔
- تاریخی نقشے، تصاویر اور مفید دستاویزی فلموں کے کلپس طلبہ کو دکھائیں۔

بابل کے معلّق باغات (Hanging Gardens) ــــ ایک خیالی تصویر

NOT FOR SALE-PESRP

میرزا ادیب

(۱۹۱۴ء۔۱۹۹۹ء)

میرزا ادیب کا اصل نام دلاور حُسین علی اور قلمی نام میرزا ادیب ہے۔ ۱۹۳۱ء میں اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور سے میٹرک کرنے کے بعد انھوں نے ۱۹۳۵ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔اے آنرز کیا۔

میرزا ادیب کی ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۳۶ء سے ہوا۔ اس زمانے میں اسلامیہ کالج لاہور میں بہت سی علمی و ادبی شخصیات موجود تھیں جنھوں نے میرزا ادیب کے ادبی ذوق کو پروان چڑھانے میں معاونت کی۔ میرزا ادیب نے ابتدا میں شعروشاعری کی طرف توجہ دی مگر جلد ہی اسے ترک کر کے افسانہ اور ڈراما نگاری کی طرف آ گئے۔

انھوں نے ۱۹۳۵ء میں رسالہ ''ادبِ لطیف'' کی ادارت سنبھالی اور طویل عرصے تک اس سے وابستہ رہے، پھر ریڈیو پاکستان میں ملازم ہو گئے۔

میرزا ادیب افسانہ نگاری اور یک بابی ریڈیائی ڈراما نگاری میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ تقسیمِ ہند کے بعد اُردو ادب میں یک بابی ڈرامے کو جو فروغ ملا، اس میں میرزا ادیب نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ معاشرے کے نبض شناس تھے، اس لیے ان کے ڈراموں کے موضوعات عام اور روز مرّہ زندگی سے متعلق ہیں۔ اپنے معاشرے کی انسانی خواہشات اور توقعات کو میرزا ادیب نے خاص اہمیت دی ہے۔

میرزا ادیب نے کردار نگاری کے سلسلے میں بھی گہرے مشاہدے، انمول بصیرت اور فن کارانہ مہارت سے کام لیا ہے۔ انھوں نے زندگی کے عام کرداروں کو افسانوی اور ڈرامائی کرداروں کا درجہ دیا ہے۔ ان کے مکالمے نہایت برجستہ، مختصر اور برمحل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ڈراموں اور افسانوں میں قاری یا ناظر کی دل چسپی شروع سے آخر تک قائم رہتی ہے جو کسی کامیاب ڈراما نگار اور افسانہ نگار کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ ان کی اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

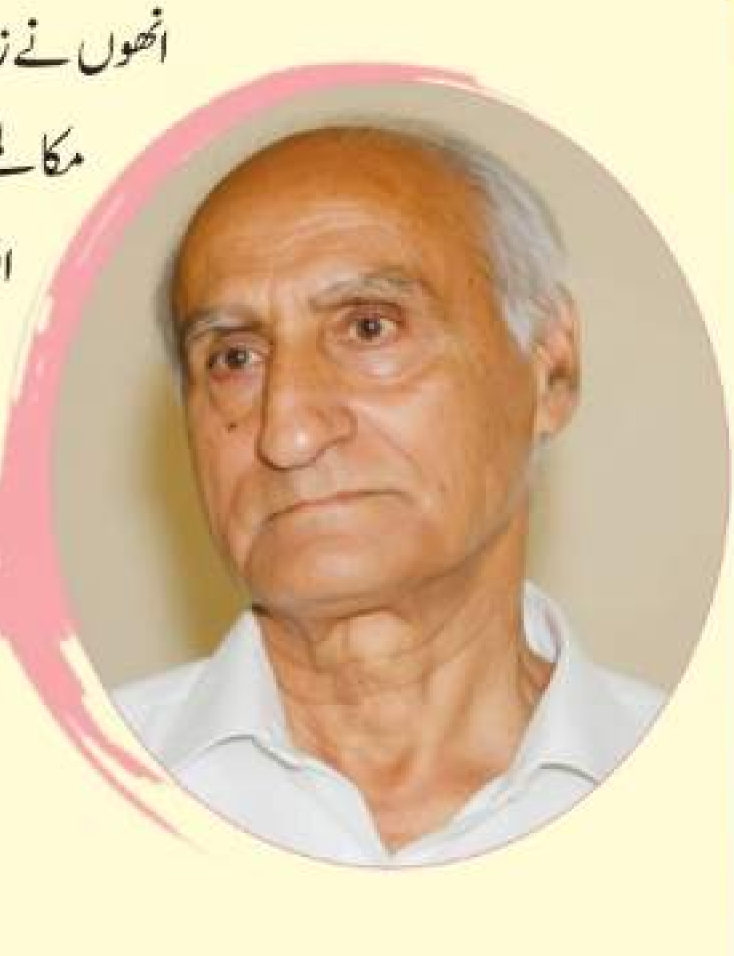

''آنسو اور ستارے''، ''لہو اور قالین''، ''ستون''، ''فصیلِ شب''، ''خاک نشیں''، ''پسِ پردہ'' اور ''شیشے کی دیوار''۔ ان کے علاوہ ''صحرا نورد کے خطوط''، ''صحرا نورد کے رومان'' اور ''مٹی کا دیا'' (آپ بیتی) ان کی زندہ رہنے والی کتابیں ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

11

اولڈ ایج ہوم

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو افسانے کے موضوع یعنی معاشرے میں بزرگوں کی بے قدری اور تنہائی سے روشناس کرانا
- سماجی رویّوں، اخلاقی قدروں اور خاندانی نظام کے زوال اور انہدام پر تنقیدی نظر ڈالنا
- افسانہ کے اسلوب، بیانیہ تکنیک اور علامتی معنویت کو سمجھنا
- طلبہ کو نثری صنف خاکہ نگاری، افسانہ نگاری اور ذومعنی، متشابہ الفاظ سے روشناس کرنا

آخری سیڑھی اور اُس کے کمرے کے درمیان کم و بیش دس گز کا فاصلہ حائل تھا اور یہ فاصلہ اُس کے لیے ایک بڑی آزمائش کا مرحلہ بن جاتا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتا تھا تو اُسے کسی قدر اطمینان ہو جاتا تھا کہ اُس کے پوتے اور پوتیوں کے حملے سے اس کا کمرہ محفوظ ہے مگر جب اس کے دونوں پٹ کھُلے ہوتے تھے اور دروازے کے باہر کمرے کی کوئی نہ کوئی چیز پڑی ہوتی تھی تو اس کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی تھی اور چہرے کی بوڑھی رگیں زیادہ نمایاں ہو کر اس کی کرب انگیز دِلی کیفیت کا اظہار کرنے لگتی تھیں۔

اُس وقت کمرے کے دونوں پٹ کھلے تھے۔

''او میرے خدایا!'' اُس کے ہونٹوں سے بے اختیار نکلا اور کمرے کے اندر چلا گیا۔

جس غارت گری کا اُس نے اندازہ لگایا تھا وہ صورتِ حال سے کچھ کم تر ہی تھی۔ اُس روز محمود اور اس کی دونوں بہنوں نے معمول سے زیادہ ہی تباہی مچا دی تھی۔

پلنگ کی چادر، جسے اس کی بہو نے صرف ایک روز پہلے بدلا تھا، اس پر جا بجا مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ انھوں نے پلنگ پر بیٹھ کر کوئی میٹھی چیز کھائی کم اور گرائی زیادہ تھی اور ہر طرف بکھرے ہوئے ریزوں نے مکھیوں کو دعوتِ عام دے دی تھی۔

میز پر کتابیں وہ بڑی ترتیب کے ساتھ رکھا کرتا تھا۔ اُسے اپنی کتابوں سے بڑی محبت تھی اور انھی کا مطالعہ کر کے اپنا وقت بِتاتا تھا۔ یہ ساری کتابیں مُنتشر حالت میں پڑی تھیں۔

قالین پر اُگال دان اُلٹا پڑا تھا۔ حُقّہ، کمرے کے ایک گوشے میں رکھا ہوتا تھا۔ وہ کمرے کے عین وسط میں اس عالمِ بیچارگی میں پڑا تھا کہ اُس کی چلم غائب تھی اور چلم کے کوئلے اِدھر اُدھر دکھائی دے رہے تھے۔

پنشن کے لیے گھر سے جانے سے پہلے، وہ دھوبی سے دُھلے ہوئے کپڑے لا کر کرسی کے اوپر رکھ گیا تھا کہ واپس آ کر انھیں الماری کے خانے میں رکھ دے گا۔ ان میں سے کوٹ نکل کر پلنگ پر پڑا تھا۔ محمود نے ضرور اسے پہن کر دادا جان بننے کی کوشش کی ہوگی۔

ایسے میں اس کا صبر و قرار جواب دے جاتا تھا اور وہ کھڑکی سے منہ باہر نکال کر اپنی بہو کو بڑے غصے سے مخاطب کرتا تھا اور اس روز بھی

NOT FOR SALE-PESRP

اُس نے یہی کیا تھا۔

''زینب! تم اپنے بچوں کو قابو میں نہیں رکھ سکتیں، اوپر آ کر دیکھو تو، کیا حالت کر دی ہے میرے کمرے کی!''

بچے اپنے دادا جان کو گھر کے اندر آتے دیکھ کر چپکے سے کِھسک جاتے تھے، اس لیے زینب انھیں بے تحاشا بددُعائیں دینے کے سوا اور کیا کر سکتی تھی۔

''میں کیا کروں بابا جی! آپ انھیں کیوں نہیں سمجھا لیتے؟''

اپنی بہو کا یہ رویّہ اس کے لیے حیران کن تھا۔ وہ تو سُسر کی غُصیلی آواز سنتے ہی دروازے کی طرف بھاگتی تھی اور محمود یا اس کی کوئی بہن ہاتھ آ جاتی تھی تو مار مار کر اس کا کچومر نکال دیتی تھی مگر اُس روز اُس نے ایک فقرہ کہ کر ہی اپنی طرف سے معاملہ ختم کر دیا تھا۔

ماں بچوں کو بددعائیں دیتی تھی تو اُس کا غصہ بھی ذرا دب جاتا تھا لیکن اس روز اس نے جس ردِعمل کا اظہار کیا تھا، وہ اُسے بڑا غیر مناسب لگا۔ وہ کھڑکی سے پرے ہٹ گیا۔ اُس کی پیشانی زیادہ شکن آلود ہو گئی تھی اور سانس شدید غُصے کی حالت میں تیزی سے آنے جانے لگا تھا۔

''کیا اس نے بچوں کو شہ دی ہے؟'' اُس نے خود سے سوال کیا اور وہ نیچے آ گیا۔

زینب، نلکے کے نیچے کپڑے دھو رہی تھی۔ ''زینب! تم نے ان بدتمیزوں کو اتنی کُھلی چھٹی کیوں دے رکھی ہے؟ انھیں کمرے میں جانے ہی کیوں دیتی ہو؟ تمھیں خبر نہیں کہ میرے کمرے کے اندر جا کر وہ کیا کرتے ہیں؟''

زینب نے ہاتھ میں ڈنڈا اٹھا رکھا تھا جسے وہ کپڑوں پر مار رہی تھی۔ اپنے سُسر کے الفاظ سن کر اس نے بے دھیانی میں ڈنڈا، نلکے پر زور سے مار دیا اور چمک کر بولی: ''یہ میری کم بخت اولاد ہے تو آپ کی کچھ نہیں لگتی ہے؟''

زینب اس کے سوال کا کیا جواب دے رہی تھی۔ اُس کے الفاظ نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

''میری کچھ لگتی ہے یا نہیں لگتی مگر۔''

زینب تڑپ اٹھی۔ فوراً بولی۔۔۔''کچھ نہیں لگتی ناں؟''

''زینب! میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میری چیزوں کو اس طرح تباہ کیا جائے۔''

''تو میں کیا کر سکتی ہوں؟ پکڑ کر گلے گھونٹ دیں ان کے۔''

اُن کی بہو کو کیا ہو گیا ہے۔ تُرکی بہ تُرکی جواب دے رہی ہے۔ بیٹا بھی اپنے کمرے میں موجود ہے۔ اُسے ضرور صورتِ حال کا علم ہو چکا ہے مگر نہ تو باہر آیا ہے نہ بچوں کی معمول کے مطابق سرزنش کی ہے۔

''اچھا! کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ تم لوگ چاہتے ہو کہ میں گھر سے نکل جاؤں۔'' اور وہ تیزی کے ساتھ دروازے سے باہر آ گیا۔

میرزا عبدالقیوم نے ساری زندگی صوبائی حکومت کے ایک دفتر میں ملازمت کی تھی۔ وہ معمولی کلرک سے اعلیٰ افسر کے عہدے تک پہنچا تھا اور اس کی ترقی کا حقیقی سبب اس کی ایمان داری، دیانت داری اور منصبی فرائض سے گہری دل چسپی تھی۔

ملازمت کے اختتام پر، دفتر کے سربراہ نے بڑی کوشش کی تھی کہ اس کی دفتر سے وابستگی میں توسیع کر دی جائے مگر وہ خود اس پر راضی نہ ہوا۔

NOT FOR SALE-PESRP

اپنے دوستوں سے تو اس نے یہی کہا کہ میں نے اپنے حصے کا کام کر لیا ہے، اب یہ دوسروں کا حق ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اپنی ذمے داریاں نبھائیں۔ میں کسی کا حق مارنا نہیں چاہتا۔ اس کے دوستوں نے قطعِ ملازمت کا یہ جواز تسلیم کر لیا تھا لیکن دل کی بات اس نے کسی سے بھی نہیں کہی تھی اور دل کی بات یہ تھی کہ وہ دفتری ہنگاموں سے دور ہو کر بڑے پُرسکون ماحول میں بقیہ زندگی بسر کرنے کا آرزومند تھا۔

''خاموشی، سکون اور اپنا دن اور اپنی رات۔'' یہ تھی اس کی آرزو جو چھُٹی کے وقت اپنے کاموں سے فراغت پانے کے بعد یا گھر میں اپنے مخصوص کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے اُس کے دل و دماغ میں چھا جاتی تھی اور وہ ان لمحوں کی گود میں چلا جاتا تھا جب دفتر سے رشتہ منقطع کرنے کے بعد خاموشی، سکون اور اپنے سارے معمولات میں مکمل آزادی حاصل کرلے گا۔ اس ماحول کا تصور کرتے وقت اُسے ایک عجیب سی خوشی مل جاتی تھی اور وہ دیر تک اس تصوّر میں ڈُوبا رہتا تھا۔

پہلے دن جب صبح اُٹھ کر اُس نے یہ خیال کیا کہ اب سارا دن اس کا اپنا ہے اور اُسے کہیں بھی آنا جانا نہیں ہے۔ کوئی بھی فریضہ ادا کرنا نہیں ہے تو اس کا دل سرخوشی کی ایک ایسی کیفیت محسوس کرنے لگا جِسے وہ اپنی تمام تگ و دو کا حاصل سمجھتا تھا۔

وہ خوش تھا، مطمئن تھا۔

اُس نے اپنے کمرے کو ٹھیک کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی بہو سے جو بچوں کے ساتھ ناشتا لے کر آ گئی تھی، کہا:

''زینب! اب تو یہی میری دنیا ہے۔ یہ میرا کمرہ، اسے ٹھیک ٹھاک کرنا ہوگا۔ تمھارا کیا خیال ہے؟''

''ضرور بابا جان! جو کچھ آپ چاہتے ہیں ہو جائے گا، حکم کیجیے۔'' اُس کی بہو نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ صوفہ سیٹ پرانا ہو گیا ہے۔''

''نیا خرید لیں گے۔''

''میز بھی نئی۔''

''بس ٹھیک ہے۔''

اُس کی بہو مسکرا رہی تھی۔

''بابا جان! میں آج ہی پرانی چیزیں نکلوا لوں گی۔ صوفہ سیٹ خرید لائیں گے اور بھی سب کچھ۔۔۔ محمود کے ابو بھی کہہ رہے تھے کہ ابا جان اب گھر پر ہی رہا کریں گے۔ انھیں ہر طرح آرام پہنچائیں گے۔''

چند روز میں کمرہ ٹھیک ہو گیا، اسے ٹھیک کرنے میں اُس نے خود کم اور گھر والوں نے زیادہ حصہ لیا تھا۔

ایک ہفتہ اس انداز میں گزرا جس انداز میں وہ گزارنا چاہتا تھا۔ دفتر کے پرانے ساتھی اس سے ملاقات کے لیے آتے رہے۔ اُس کا پوتا اور دونوں پوتیاں چائے اور کھانا اس کے کمرے ہی میں پہنچاتے رہے۔ اس قسم کا ہنگامہ ضرور رہا لیکن اُسے یقین تھا کہ یہ سب کچھ عارضی ہے۔ احباب آتے ہیں تو آیندہ آنے سے رُک جائیں گے۔ اس کی بہو بچوں کو ڈانٹنے ڈپٹنے میں جو شور کرتی ہے، یہ بھی اُس وقت ختم ہو جائے گا یا بہت حد تک تھم جائے گا، جب وہ ان کی ماں کو سمجھا دے گا کہ بچوں کے ساتھ مادرانہ شفقت کا رویّہ اختیار کرے۔ بچے اوپر آتے ہیں، اپنے

NOT FOR SALE-PESRP

جوتوں کے ساتھ اندر آ کر قالین خراب کر دیتے ہیں، تو یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے، وہ انھیں بتا دے گا کہ اُوپر میرے کمرے میں آؤ تو جوتے اتار کر آؤ۔

تین ہفتے بیت گئے اور پھر اُس کے ذہن میں اندیشہ ہائے دور دراز اپنا سایہ ڈالنے لگے۔ اُس نے سوچا تھا کہ دفتر کے کچھ لوگ آتے ہیں تو اظہارِ محبت کے لیے آتے ہیں۔ آخر کب تک یہ اظہار ہوتا رہے گا، مگر اتنی مدت صبر سے کام لینے کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

پہلے اُس کے پرانے اور نئے ساتھی محض اسے، اُس کے شان دار کیریئر (career) پر مبارک باد دینے کے لیے آتے تھے۔ اب وہ اُس سے ہدایات لینے کے لیے آنے لگے تھے۔

''سر! ایسے کاغذات کن فائلوں میں رکھے جاتے ہیں؟ بڑے افسر کے ہاں جا کر سوال کس طرح کرنا چاہیے؟''

یہ لوگ عام طور پر یہی سوال کرتے تھے اور وہ جواب دے دے کر بور ہو جاتا تھا۔ اس سے بڑی کوفت اُسے اپنے پوتے اور پوتیوں سے ہونے لگی تھی۔ وہ سیر و تفریح کی خاطر، کسی سے ملاقات کے لیے، کوئی چیز خریدنے کے لیے گھر سے باہر نکلتا تھا تو بچے سکول سے واپس آ کر گھر میں ہوتے تھے تو بے تکلّف اُس کے کمرے میں آ جاتے تھے اور طوفانِ بدتمیزی مچا دیتے تھے۔ چیزوں کی بے ترتیبی دیکھ کر اُسے دکھ ہونے لگا تھا۔

اپنے کمرے کی تباہی پر اسے ہر بار ذہنی کوفت ہوتی تھی مگر جب اس کی بہو بچوں کو بُری طرح ڈانٹ ڈپٹ دیتی تھی بلکہ کسی نہ کسی کی پٹائی بھی کر دیتی تھی اور اُس کا بیٹا بھی اگر گھر میں ہوتا تھا تو اس ڈانٹ ڈپٹ میں حصہ لینے سے باز نہیں رہتا تھا تو اس کا غصہ کسی قدر ہلکا ہو جاتا تھا اور وہ آہستہ آہستہ نارمل حالت میں آ جاتا تھا، مگر اُس روز تو ان دونوں نے ایک ایسا رویّہ اختیار کر لیا تھا جو اُس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

بہو کا فقرہ، ''تو میں کیا کر سکتی ہوں، پکڑ کر گلے گھونٹ دیں ان کے۔'' اس کے ذہن پر مسلسل ضربیں لگا رہا تھا۔

وہ بغیر کسی مقصد کے گلیوں اور بازاروں کے چکر لگاتا رہا۔ باغوں میں گھوما، کتابوں کی دکان پر کچھ کتابیں خریدیں اور ایک اخبار بھی۔

گھر پہنچ کر وہ کسی سے کچھ کہے سُنے بغیر اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا اور بستر پر گر کر ایک نئی کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔

شام ہو چکی تھی۔ اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ کتاب پڑھنا ممکن نہیں تھا اور اس کے اعصاب پر کچھ ایسا بوجھ پڑ چکا تھا کہ بستر سے اُٹھ کر بجلی کے سوئچ بورڈ تک جانا دُوبھر لگ رہا تھا۔

وہ کتاب بند کر کے لیٹ گیا۔

بہو اور بیٹے کی بے نیازی اُسے یاد آ گئی اور اپنے وہ الفاظ بھی جو اُس نے گھر سے نکلتے وقت اپنی بہو سے کہے تھے ''اب کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ تم لوگ چاہتے ہو کہ میں گھر سے نکل جاؤں۔''

''مگر میں کیا کر سکتا ہوں؟ کہاں سر چھپاؤں جا کر؟ کدھر جا سکتا ہوں؟''

یہ سوچ کر اس پر ایک گہری افسردگی طاری ہو گئی۔

NOT FOR SALE-PESRP

اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اچانک اُس کی بند آنکھوں پر کسی نرم سی شے نے مَس کیا۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس کی بڑی پوتی کلثوم پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔

''دادا ابو! سو گئے تھے آپ؟''

''کیوں آئی ہو یہاں؟'' وہ گرجا۔

بچی کی آنکھوں میں جو میٹھی سی معصومانہ مسکراہٹ جھلک رہی تھی، فی الفور غائب ہو گئی۔

''دادا ابو!''

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

''کیا ہے؟''

وہ دوبارہ گرجا۔

''وہ۔۔۔ دادا ابو! کھانا۔۔''

''نہیں! بھوک نہیں ہے مجھے۔ بھاگ جاؤ فوراً۔''

کلثوم کمرے سے باہر جانے لگی۔

جب وہ کمرے میں آیا تھا تو اُس نے اِدھر اُدھر نظر نہیں ڈالی تھی۔ آتے ہی بستر پر گر پڑا تھا۔ اب اس نے دیکھا کہ کمرے کی صفائی ہو گئی ہے مگر کتابیں بدستور منتشر ہیں۔

''جاہل عورت!''

وہ اپنی ان پڑھ بہو کو جاہل سمجھتا تھا۔ اُس کے بیٹے نے محبت کی شادی کی تھی اور وہ شروع ہی سے بہو کو پسند نہیں کرتا تھا، اگرچہ وہ اُس کے آرام کا ہر طرح خیال رکھتی تھی۔

چند منٹ بعد بہو اور بیٹا آ گئے۔

''بابا جان! کھانا کھا لیجیے ناں۔'' یہ اُس کی بہو کے الفاظ تھے۔

''نہیں! کہہ جو دیا، بھوک نہیں ہے۔ کیوں پریشان کرتے ہو مجھے؟''

''مگر ابو! آپ نے تو دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔'' اس کا بیٹا بولا۔

باپ نے خشمگیں نظروں سے بیٹے کو دیکھا اور بیٹے نے نظریں جھکا لیں۔ کچھ اور اصرار کرنے کے بعد دونوں مایوس ہو کر چلے گئے۔

اُن کے جانے کے بعد اُس نے پھر کتاب اٹھائی لیکن آدھ صفحہ پڑھ کر ہی اُسے چھوڑ دیا۔ سرہانے کے اوپر اخبار بھی کُھلا ہوا پڑا تھا۔ کتاب ایک طرف رکھ کر اُس نے اخبار اٹھا لیا۔ وہی دہشت ناک خبریں تھیں جو اخباروں میں نمایاں طور پر چھپتی ہیں۔ یکا یک اُس کی نگاہ ایک اشتہار پر پہنچ کر رک گئی۔

NOT FOR SALE-PESRP

اس اشتہار میں امریکی طرز پر ایک اولڈ ایج ہوم (Old Age Home) کے قیام کی خوش خبری سنائی گئی تھی اور اُن بوڑھے مَردوں اور بوڑھی عورتوں کو اس ہوم کے مالک احمد جاوید سے ملنے کو کہا گیا تھا جو بڑھاپے میں پُرسکون زندگی بسر کرنے کے آرزومند ہیں۔ نیچے احمد جاوید کا پتا درج تھا۔

اُس نے سانس روک کر یہ خبر پڑھی۔

یہ تو بہت ہی اچھی خبر ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا اور اخبار کو لپیٹ کر تپائی کے اوپر رکھنے سے پیش تر وہ تین بار اس اشتہار کو پڑھ چکا تھا۔

صبح اُس کی بہو ناشتا لے کر آ گئی۔

''باباجی! خدا کے لیے انکار نہ کریں۔''

بہو نے یہ الفاظ بڑی لجاجت سے کہے تھے، اُس نے بہو کے ہاتھ سے ٹرے لے لی اور وہ اپنے سُسر کو بڑی ممنونیت سے دیکھنے لگی۔

جلدی جلدی ناشتا کرنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا اور احمد جاوید سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گیا۔

احمد جاوید کی عمر پچاس پچپن سے کم نہیں تھی مگر بڑا چاق چوبند دکھائی دیتا تھا۔ لباس فیشن کے مطابق، چوڑی پیشانی اور آنکھوں میں ذہانت کی چمک۔ بڑی خوشی سے اُس نے خیر مقدم کرتے ہوئے اُسے اپنی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ نام وغیرہ پوچھا۔ حالات دریافت کیے اور جب اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ جس شخص سے وہ ملاقات کر رہا ہے وہ ہوم میں داخل ہونے کے لیے بے قرار ہے تو بولا:

''مجھے، آپ کی تشریف آوری پر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ آپ کی خواہش کی تکمیل کر کے مجھے اور خوشی ہوگی۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک اچھا خاصا حصہ امریکا میں گزارا ہے۔ اس کی کچھ چیزیں مجھے پسند نہیں آئیں۔ کچھ پسند آئی ہیں اور ایک چیز جو بہت زیادہ پسند آئی ہے وہ اولڈ ایج ہوم کا سسٹم ہے۔ میں کئی بار اس قسم کے ایک ہوم میں گیا تھا اور وہاں رہنے والوں کو بہت مسرور اور مطمئن پایا تھا۔ سچ کہتا ہوں اُن کے چہروں پر مجھے جو سکون نظر آیا تھا وہ قابلِ رشک تھا۔''

احمد جاوید نے ذرا رک کر اپنے ملاقاتی کا غور سے چہرہ دیکھ کر، اُس کے ردِعمل کو بھانپنے کی کوشش کی۔ یہ ردِعمل اُس کی منشا کے عین مطابق تھا۔

''میں نے قیامِ امریکا کے دوران ہی اپنے ہاں اولڈ ایج ہوم بنانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ میرے محترم! آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے کہ سن رسیدہ افراد کو بڑے سکون کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ان بے چاروں کو نہیں ملتا۔ اِسی ضرورت کو مدِ نظر رکھ کر میں نے زرِ کثیر صَرف کر کے ایک بہت آرام دہ اور ہر لحاظ سے مکمل ہوم بنالیا ہے۔ اخراجات کے لیے بڑی معمولی رقم مقرر کی ہے۔''

''کتنی؟'' اُس نے پوچھا۔

''صرف ایک ہزار ماہانہ، جو ہوم کی سہولتوں کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔''

''ٹھیک۔ اور کچھ؟''

''اور کچھ؟ بس آپ چلیے میرے ساتھ۔ میں آپ کو ہوم دکھادوں۔''

NOT FOR SALE-PESRP

چائے پینے کے دس منٹ بعد وہ احمد جاوید کے ساتھ ایک خوب صورت ، سجے سجائے کمرے میں کھڑا تھا۔ اس کمرے میں، سب کچھ موجود تھا۔ صوفہ سیٹ، کرسیاں، میز، تپائیاں، بک شیلف، الماریاں۔ فرش پر قالین، دیواروں پر رنگا رنگ تصویریں۔ ایک طرف وال کلاک۔

احمد جاوید نے مزید سہولتوں کی تشریح کی۔

''ایک ملازم اور ایک ملازمہ خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ گھنٹی بجائیے، ایک منٹ میں موجود۔ ناشتا، کھانا وقت پر اور کیا چاہیے پُرسکون زندگی کے لیے؟''

اُسے کمرہ بہت پسند آیا۔

''اور کمرے بھی ہوں گے اور ان میں؟''

احمد جاوید بات سمجھ گیا۔

''اور کمرے ضرور ہیں مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ابھی اس سسٹم کی ابتدا ہوئی ہے۔ لوگ آتے جائیں گے اور ایک دن یہ ہوم واقعی اولڈ ایج ہوم بن جائے گا۔''

''تو ابھی صرف میں؟''

احمد جاوید نے جواب دیا۔

''آپ کی طرح ایک صاحب آئے تھے۔ بے حد مطمئن اور خوش تھے۔ افسوس انھیں ایک پرانی بیماری نے کچھ زیادہ مدت خوشی سے زندگی بسر کرنے نہ دی۔ فوت ہو گئے۔''

اُس دن دوسرے پہر وہ اپنی کتابیں اور کپڑے لے کر، گھر والوں کو حیران و پریشان چھوڑ کر احمد جاوید کے اولڈ ایج ہوم میں آ گیا۔ شام تک سارا وقت بک شیلف میں کتابیں ترتیب کے ساتھ رکھنے، کمرے کے فرنیچر کا اچھی طرح جائزہ لینے، نوکر اور نوکرانی سے تعارف ہونے میں گزر گیا۔ نوکر کا نام بخشو تھا اور نوکرانی رشتے میں اس کی خالہ تھی جس کا نام ہاجرہ تھا۔

ہاجرہ نے بڑے سلیقے سے چائے کی ٹرے اُس کے آگے تپائی پر رکھی تھی اور خود مؤدب ہو کر ایک طرف کھڑی ہو گئی تھی۔

''بس جاؤ!''

''جی کوئی حکم؟''

''نہیں کوئی نہیں۔''

کتنی تربیت یافتہ نوکرانی ہے۔ اُسے اپنی بہو یاد آ گئی جو اس کے ایک مرتبہ کہنے پر اوّل تو چائے بھیجتی ہی نہیں تھی، دو تین بار کہتا تھا تو کوئی بچہ چائے لے کر آ جاتا تھا جو کافی ٹھنڈی ہوتی تھی۔ دو تین گھونٹ بھر کر وہ پیالی ہاتھ سے رکھ دیتا تھا اور جب سیر کے لیے باہر جاتا تھا تو کسی ریستوران میں بیٹھ کر خوش گوار ماحول میں چائے پی لیتا تھا۔

چائے پینے کے بعد اُس نے کھڑکی کا پٹ کھول کر فضا میں دیکھا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ اس روز فضا کچھ بدلی بدلی لگتی تھی۔ ہوا کے

NOT FOR SALE-PESRP

ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں نے اُس کے ماتھے کو چُھوا تو اسے ایک نئی لذت کا احساس ہوا۔

''خواہ مخواہ اتنا وقت اُس منحوس گھر میں بتایا۔ کاش! اس ہوم کا علم ریٹائرمنٹ کے وقت ہی ہو جاتا۔'' اس نے سرد ہوا میں لمبا سانس لے کر سوچا۔

شام کو کمرے سے باہر نکلا اور سیر کو روانہ ہو گیا۔

گھنٹا بھر اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد کمرے میں آ گیا۔ احمد جاوید کرسی میں بیٹھا اس کا منتظر تھا۔

''ویلکم سر!'' تعظیماً اُس نے اُٹھ کر کہا۔

''شکریہ۔''

''میں صرف یہ پوچھنے حاضر ہوا ہوں کہ کسی قسم کی دِقّت، کوئی تکلیف؟'' احمد جاوید نے کرسی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جی بالکل نہیں! بہت خوش ہوں۔''

آپ یہاں ہمیشہ خوش ہی رہیں گے۔ جلد ہی ایک صاحب آ جائیں گے۔ تنہائی نہیں رہے گی۔

''کوئی صاحب آنے والے ہیں؟'' اس کا سوال تھا۔

جی ہاں۔ انھیں بھی بڑھاپے میں سکون کی تلاش ہے۔ جلد جلد اپنے معاملات نپٹا رہے ہیں۔ بڑے خوش مزاج آدمی ہیں۔ امریکا میں بھی کئی سال گزار چکے ہیں۔ یہ آپ کے ساتھی بنیں گے۔

''بہت خوب!''

اور احمد جاوید شب بخیر کہ کر چلا گیا۔

رات کا کھانا آ گیا۔ سادہ کھانا تھا مگر مزے دار۔ کھانا کھا کر اس نے چائے منگوائی اور اس سے فارغ ہو کر، کچھ دیر ایک کتاب کا مطالعہ کیا اور بستر پر لیٹ گیا۔

''یہی سکون ہے، جس کی مجھے تلاش تھی۔ خوش قسمت ہوں کہ میرا خواب پورا ہو گیا ہے۔''

وہ جب تک جاگتا رہا، ایسے ہی خوش آیند تصورات اس کے ذہن پر چھائے رہے، پھر وہ سو گیا۔

صبح اٹھا تو اس کا جی بے اختیار چاہا کہ کچھ گنگنائے:

خدا جانے یہ کس کو دیکھ کر ، دیکھا ہے دنیا کو
کہ جو شے ہے ، نگاہوں کو حسیں معلوم ہوتی ہے

دوسرا مصرع وہ بار بار گنگناتا رہا۔

ملحقہ غسل خانے میں وہ نہایا دھویا۔ نکلا تو چائے کی ٹرے تپائی پر رکھی ہوئی تھی۔

''یہ سہولت، اس منحوس گھر میں کہاں تھی؟''

چائے پی کر وہ کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔

NOT FOR SALE-PESRP

فضا میں روشنیاں اترتی چلی جارہی تھیں۔ بازاروں اور سڑکوں پر زندگی جاگ اٹھی تھی۔ بچے دو دو تین تین کی ٹولیوں میں مدرسوں کو جا رہے تھے۔ اُسے اپنے پوتے اور پوتیوں کا خیال آ گیا۔ ''بدتمیز کہیں کے!'' اور وہ کھڑکی سے الگ ہو گیا۔

سکون کے دن تھے، سکون کی راتیں تھیں اور وہ خود کو ایک ایسا پنچھی محسوس کرتا تھا جو پنجرے کی قید سے رہائی پا کر فضا کی وسعتوں میں پوری آزادی کے ساتھ اُڑ رہا ہو۔

ایک ہفتہ بیت گیا۔ ایک اور ہفتہ بیتا اور وہ شام کی چائے پی کر سیر کے لیے جانے ہی والا تھا کہ اماں ہاجرہ نے اوپر آ کر اُسے اطلاع دی کہ آپ کے گھر والے آئے ہیں۔

''کیا ہے؟ آ گئے ہیں تو ہُوا کیا ہے؟ مجھے واپس لے جانے سے تو رہے۔ چلے جائیں گے تھوڑی دیر بیٹھ کر۔''

''بلا لو۔''

اُس کا بیٹا، بہو اور پوتا اور پوتیاں آ گئیں۔ بہو نے پھل کی ٹوکری اٹھا رکھی تھی۔

''سلام علیکم ابّو! سلاماں لیکم باباجی! دادا جان سلام علیکم!''

آوازیں بلند ہوئیں۔ اس نے سر کی جُنبش سے جواب دیا اور ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

میاں بیوی صوفے پر اور بچے نیچے بیٹھ گئے۔

''ابو! آپ یہاں خوش ہیں؟'' اُس کے بیٹے نے سوال کیا۔

''بہت خوش ہوں۔ بہت مطمئن ہوں۔''

''اچھا بڑی اچھی بات ہے۔ ہمیں دکھ ہے کہ آپ کو خوش اور مطمئن نہیں کر سکے تھے۔'' بیٹے کے لہجے میں دبا دبا دکھ تھا۔

''باباجی! اسے کیا کہتے ہیں؟'' بہو نے پوچھا۔

''اولڈ ایج ہوم۔''

اوّل بہو کی زبان پر پہلا لفظ ہی نہ آ سکا۔ ''یہ ہوتا کیا ہے باباجی؟''

اس نے گلوخلاصی کے لیے دونوں ہاتھ لہرائے۔ ''تم نہیں سمجھ سکتیں۔''

بیٹے نے باپ کو پھل کی ٹوکری دی۔

''مجھے یہاں کسی شے کی کمی نہیں ہے۔ سب کچھ مل جاتا ہے۔ لے جاؤ بچوں کے لیے۔''

''نہیں ابّو! یہ آپ کے لیے لائے ہیں۔''

باپ نے بیٹے کی طرف ٹوکری بڑھا دی تھی۔

اس دوران بچوں نے ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ دادا، محمود کی طرف دیکھتا تھا تو وہ فوراً اپنا سر جھکا لیتا تھا۔ یہی حال اُس کی بہنوں کا بھی تھا۔

NOT FOR SALE-PESRP

''کتنی چالاکی سے تمیز داری کا ڈراما کر رہے ہیں!'' یہ سوچ کر وہ خود ہی مسکرا پڑا۔

گھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ کون کون اسے ملنے کے لیے گھر آیا اور اسے کیا بتایا گیا۔ ہمسایوں کے سامنے اس کے بارے میں کیسی کیسی غلط بیانی کی گئی۔ یہ سب کچھ اُسے بتایا گیا۔

''خبردار! کسی کو بھی یہاں کا علم نہ ہو۔'' اس نے تاکیداً کہا۔

''جی ابو! ہم نے کسی کو نہیں بتایا۔ آپ نے جو کہہ دیا تھا۔''

''ٹھیک ہے۔''

وہ جانے لگے تو بیٹے نے ایک بڑا سا لفافہ باپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ یہ وہ خط تھے جو اس کے نام اس کی عدم موجودگی میں آئے تھے۔

اُن کے چلے جانے کے بعد اُس نے لفافے سے خط نکالے اور ایک ایک کو پڑھنے لگا۔

ایک خط کتابوں کی ایک دکان سے آیا تھا جس میں اسے "NEW ARRIVALS" کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی۔ دوسرا خط اس کے پرانے دفتر کی یونین کے سیکرٹری کی طرف سے تھا جس میں اس سے درخواست کی گئی تھی کہ اپنے پرانے ساتھی فیروز دین کی الوداعی پارٹی میں شامل ہو کر ممنون فرمائے۔ دو خطوں میں اُس کے دوستوں نے اپنے بیٹوں کی شادی پر اُسے مدعو کیا تھا۔ کتابوں کی دکان والا خط اُس نے تکیے کے نیچے رکھ لیا اور باقی پھاڑ کر ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیے۔

''اب میرا ان لوگوں سے کیا تعلق واسطہ؟''

ایک مہینا گزر گیا۔ نوکر اور نوکرانی نے اپنی ذمے داریوں میں کبھی کسی قسم کی بے قاعدگی نہیں کی تھی مگر اس روز صبح کی چائے چھے بجے کی بجائے ساڑھے سات بجے ملی۔

''معاف کر دو بابا جی!'' ہاجرہ نے خود ہی کہنا شروع کر دیا۔ ''چائے دیر سے ملی۔ دیر سے جو آئی ہوں۔''

''اچھا۔'' اُس نے ہاجرہ کے الفاظ کو کوئی اہمیّت نہیں دی تھی۔

''وہ جی۔۔۔ بیمار ہو گیا تھا۔''

''کون بیمار ہو گیا تھا؟'' اُس نے یوں ہی سوال کر دیا اور چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

''جی وہ میرا پوتا جی۔ بڑا فکر ہے جی۔ بیمار ہی چھوڑ کر آئی ہوں۔ میرا دھیان اُسی میں لگا ہوا ہے۔ دعا کریں، بزرگ ہیں۔ ٹھیک ہو جائے۔''

وہ گھونٹ گھونٹ چائے پیتا رہا اور وہ ملتجیانہ نظروں سے اُسے دیکھتی رہی۔

''دعا کریں گے ناں!''

اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ناشتا تھوڑی دیر بعد یا ابھی؟'' ہاجرہ نے ٹرے اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''تھوڑی دیر بعد۔''

NOT FOR SALE-PESRP

اور یہ الفاظ سن کر وہ چلی گئی۔

وہ جب کھڑکی کی طرف جا رہا تھا تو اُسے اپنے پوتے کا خیال آ گیا اور اس کے ساتھ ہی پوتے اور پوتیوں کے چہرے اس کے سامنے آ گئے۔ ''اُس روز کتنے مؤدب ہو کر یہاں بیٹھے تھے!'' وہ مسکرانے لگا۔

دھوپ پھیل چکی تھی۔ بازاروں میں لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ اُس کی نگاہیں دور سکول کی عمارت پر پڑیں۔ بچے قطاروں میں کھڑے تھے۔ دعا کر رہے ہوں گے۔ وہی دُعا جو اُس کا پوتا اور پوتیاں گھر آ کر کبھی کبھی اُسے سنایا کرتی تھیں۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنّا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

وہ کھڑکی میں کھڑا رہا۔ قریب کمرے کے اندر شور ہوا۔ اُس نے مڑ کر دیکھا۔ یہ بخشو تھا جو ناشتا لے کر آیا تھا۔ بیڈ ٹی (Bed Tea) اور ناشتا ہاجرہ ہی لایا کرتی تھی۔ ناشتے کے بعد بخشو حقّہ تازہ کر کے لاتا تھا۔ ناشتا لانا اُس کی ڈیوٹی میں شامل نہیں تھا۔

''ہاجرہ کہاں ہے؟'' اُس نے کھڑکی سے الگ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''اسے اپنے پوتے کا بڑا فکر ہے۔ گھر چلی گئی ہے۔''

''زیادہ بیمار ہو گیا ہے؟''

''کہتی تھی بڑا کم زور ہو گیا ہے۔''

وہ کرسی میں بیٹھ کر ناشتا کرنے لگا۔ چند منٹ گزرنے پر بخشو حقّہ لے آیا۔

''تازہ اخبار لے آؤں بازار سے؟''

''نہیں، میں خود لے آؤں گا۔''

ناشتا کرنے کے بعد وہ بڑے اطمینان کے ساتھ حقّے کے کش لگاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ کش لگا رہا تھا اور جلد باہر نکلنا چاہتا تھا۔

اخبار خرید کر وہ اپنی منزل متعیّن کیے بغیر چلتا گیا۔ اخبار کی بڑی خبریں وہ کسی باغ میں بیٹھ کر پڑھتا تھا۔ اُس روز بھی ایک باغ کے اندر بینچ پر بیٹھ گیا۔

ایک دم شور بپا ہونے لگا۔ اُس نے سامنے دیکھا۔ لڑکے آدھی چھٹی کے وقت خوش خوش شور مچاتے ہوئے اپنی اپنی کلاسوں سے نکل رہے تھے۔ اُسے سکول کی عمارت شنا سا محسوس ہوئی اور دوسرے ہی لمحے اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ اس سکول کے پاس بیٹھا ہے جس میں اُس کا پوتا اور پوتیاں پڑھتی ہیں۔

''پتا نہیں میں یہاں کیسے آ گیا؟''

وہ اخبار سرسری طور پر دیکھنے لگا۔ چند منٹ میں سارا اخبار دیکھ لیا۔ اُٹھا تو اُس کے پاس وہ تینوں کھڑے تھے۔

''تم؟''

NOT FOR SALE-PESRP

تینوں نے بہ یک وقت اثبات میں سر ہلا دیے۔

''ٹھیک ہو؟''

پھر اسی طرح سر ہلنے لگے۔

''دادا ابو جی۔ہم۔۔۔''

''کبھی۔۔۔دادا ابو جی۔۔۔۔۔۔''کلثوم بس اتنا کہہ سکی۔

نرگس نے کچھ نہ کہا صرف اپنا سر ہلاتی رہی۔

''کیا یہ وہی بچے ہیں جنھوں نے اسے اس قدر پریشان کر دیا تھا۔اب کہنا کیا چاہتے ہیں؟''آخر چھٹی کا وقت ختم ہو گیا تھا۔سکول کی گھنٹی اس کا اعلان کر رہی تھی۔

''جاؤ اپنی کلاسوں میں!''

اور وہ باغ سے باہر نکلنے لگا۔باہر نکل کر وہ بغیر ارادے کے رُک گیا اور مُڑ کر دیکھنے لگا۔وہ تینوں ابھی تک وہیں کھڑے تھے اور اسے دیکھ رہے تھے۔وہ واپس پہنچا۔بخشو کمرے کی صفائی کر چکا تھا۔

''جناب! یہ آپ کا ہے؟''بخشو کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔''صفائی کرتے ہوئے، وہاں سے ملا ہے۔''بخشو نے کمرے کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں۔میرا تو نہیں۔۔۔دکھاؤ۔''

اُس نے لفافہ لے لیا۔

''شاید یہ اُن صاحب کا ہے جو، پہلے یہاں رہتے تھے۔''

''وہ بابا جی۔۔۔بے چارے یہیں مر گئے تھے۔۔۔''بخشو نے درد بھرے لہجے میں کہا۔''کھانا کتنے بجے جی؟ باجرہ نہیں ہے ناں۔''

''میں بھی پکا لیتا ہوں جی!''

''جب پکا چکو تو لے آنا۔''

بخشو چلا گیا۔

وہ کرسی میں بیٹھ گیا تھا۔لفافہ ابھی تک اُس کے ہاتھ میں تھا۔لفافے پر پتا درج تھا۔

برخوردار الطاف احمد،

مکان نمبر ۱۳۔ڈی۔محلہ ست رنگاں، اندرون موچی گیٹ، لاہور

''یہ الطاف احمد کون تھا؟ برخوردار کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط لکھنے والے کا کوئی چھوٹا عزیز ہوگا۔ممکن ہے بیٹا ہو۔تو اس نے بیٹے کو کیا لکھا تھا اور یہ خط پوسٹ کیوں نہیں ہوا تھا؟ یہیں کیوں پڑا رہا؟''

NOT FOR SALE-PESRP

ایسے سوالات نے اُس کے ذہن کا احاطہ کر لیا تھا۔

"اب وہ تو ہے نہیں جس نے خط لکھا تھا۔ دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔" اس نے لفافہ کھولنے کے لیے جواز تلاش کر لیا۔

ذرا سی ہچکچاہٹ۔۔۔۔ اور پھر لفافہ چاک ہو چکا تھا۔ وہ پڑھنے لگا۔ الفاظ ٹیڑھے میڑھے تھے۔ لگتا تھا لکھنے والے کی انگلیاں کانپ رہی تھیں۔

"میرے عزیز بیٹے!

تم پر اللہ کی سلامتی ہو!

چار دن سے میری حالت کافی خراب ہوگئی ہے۔ ہارٹ بار بار تنگ کرتا ہے۔ زندگی سے اب مایوسی ہی مایوسی ہے۔

میرے عزیز اور پیارے بیٹے! تمھاری ماں کے انتقال کے بعد میں بُری طرح یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ بالکل بے آسرا اور بے سہارا ہو گیا ہوں۔ مجھے تم سے، تمھاری آپا سے یہ شکایت ہوگئی تھی کہ تم لوگ میری پروا نہیں کرتے۔ تم لوگوں کا سارا وقت اپنے بچوں، دوستوں اور سہیلیوں کے لیے وقف ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کا ردِ عمل یہ ہوا تھا کہ میں اپنے گھر سے بے زار ہو گیا تھا۔ چاہتا تھا کہ یہاں سے نکل بھاگوں۔ انھی دنوں احمد جاوید سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے بتایا کہ امریکا میں اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں اولڈ ایج ہوم، بوڑھوں کے لیے ایک جنّت ہوتی ہے، جس میں رہنے والے بڑی پُرسکون زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس نے اسی طرز کا ہوم بنا لیا تھا اور میں اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اُس کے ہوم میں آ گیا تھا۔

یہ چند ہفتے جو میں نے یہاں گزارے ہیں میرے لیے عارضی سکون لے کر آئے تھے۔ بیٹا! جب سے بیمار ہُوا ہُوں، تم سب لوگ مجھے بہت یاد آ رہے ہو۔ اپنے کُنبے کی جُدائی مجھ پر شاق گزرنے لگی ہے۔

الطاف بیٹے! اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں نے ایک بہت بڑی غلطی کی تھی۔ یورپ میں گھر کا کیا تصوّر ہے میں نہیں جانتا، مگر ہمارا گھر تو ہماری چھوٹی سی ایک دنیا ہوتی ہے جس میں رہنے والے ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہوتے ہیں کہ انھیں الگ الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ایک درخت کی طرح جس کی شاخیں زمین کے اندر ایک دوسری سے گُتھی ہوتی ہیں۔ ہمارے گھر، بزرگوں کی شفقتوں، جوانوں کے قہقہوں اور بچوں کی معصوم مسکراہٹوں سے آباد رہتے ہیں۔ یہی سب کچھ ہماری زندگی کی رونق ہے۔ ہماری زندگی کی بہار ہے۔ اسی میں زندگی کا سارا حُسن ہے۔

یہاں تنہائی مجھے اندر ہی اندر چاٹتی رہی ہے۔ مجھے اب اس کا علم ہوا ہے۔ میرے پیارے بیٹے! آؤ اپنے بیمار اور لاچار باپ کو اُس گھر میں لے جاؤ جس میں اس کا حقیقی سکون ہے۔ آؤ الطاف! جلدی آؤ۔۔۔۔ میں تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔"

یہ تحریر پڑھ کر اس کے اندر ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ وہ کرسی سے اٹھ بیٹھا اور ٹہلنے لگا۔ وہ کئی منٹ تک ٹہلتا رہا۔

بخشو آیا۔ "جناب! کھانا لے آؤں؟"

"مجھے یہ بتاؤ یہ خط یہیں کیوں پڑا رہا؟"

NOT FOR SALE-PESRP

بخشو سوچ کر بولا، ''جناب! میں نہیں جانتا۔ اُس نے ہاجرہ کو دیا ہوگا۔ وہ بھول گئی ہوگی۔''

''اس کے گھر سے کوئی آیا تھا؟''

''مرنے کے بعد اس کا بیٹا آیا تھا اور میّت لے گیا تھا۔''

وہ پھر کمرے میں پھرنے لگا۔

''کھانا لے آؤں جناب؟'' بخشو نے پوچھا۔

اُس نے ملازم کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی کتابیں اور کپڑے ایک طرف رکھنے لگا۔ بخشو اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

(گلی گلی کہانیاں)

مشق

1 سبق ''اولڈ ایج ہوم'' کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i ''اولڈ ایج ہوم'' سے کیا مراد ہے؟

ii افسانے کے مرکزی کردار کا کیا نام ہے اور وہ کس عہدے سے سبک دوش ہوئے؟

iii ''اولڈ ایج ہوم'' قائم کرنے والے کردار کا نام کیا ہے؟

iv ''یہ میری کم بخت اولاد ہے تو آپ کی کچھ نہیں لگتی؟'' یہ الفاظ کس نے کس سے کہے؟

v ''اولڈ ایج ہوم'' میں کام کرنے والے بخشو اور ہاجرہ کا آپس میں کیا رشتہ تھا؟

vi میرزا عبدالقیوم نے اپنا پہلا دن ''اولڈ ایج ہوم'' میں کیسے گزارا؟

vii ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد میرزا عبدالقیوم نے کس شوق میں وقت گزارنے کی منصوبہ بندی کی تھی؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i میرزا عبدالقیوم کی بہو کا نام تھا:

(الف) کلثوم (ب) زینب (ج) خالدہ (د) نکہت

ii پوتے کا نام تھا:

(الف) احمد (ب) نوید (ج) کلیم (د) محمود

NOT FOR SALE-PESRP

iii میرزا عبدالقیوم نے ساری زندگی ملازمت کی تھی:

(الف) کارپوریشن کے دفتر میں
(ب) صوبائی حکومت کے دفتر میں
(ج) بورڈ کے دفتر میں
(د) کالج میں

iv میرزا عبدالقیوم نے ''اولڈ ایج ہوم'' کے قیام کا اشتہار پڑھا:

(الف) ایک بار
(ب) دو بار
(ج) تین بار
(د) چار بار

v ''اولڈ ایج ہوم'' کے قیام کی بنیاد رکھی گئی تھی:

(الف) برطانوی طرز پر
(ب) ہسپانوی طرز پر
(ج) یونانی طرز پر
(د) امریکی طرز پر

3 افسانہ ''اولڈ ایج ہوم'' کے اہم نکات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

4 میرزا ادیب کے افسانے ''اولڈ ایج ہوم'' اور امتیاز علی تاج کے تحریر کردہ ڈرامے ''آرام وسکون'' میں کس حد تک مماثلت موجود ہے؟

5 اولڈ ایج ہوم کے مالک ''احمد جاوید'' کی شخصیت اور خیالات کا جائزہ لیں۔ اس نے میرزا عبدالقیوم کو کس طرح ہوم میں ٹھہرنے پر آمادہ کیا؟

6 میرزا ادیب نے ''اولڈ ایج ہوم'' میں وفات پانے والے بزرگ کے خط کے ذریعے سے کن خیالات کا اظہار کیا ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔

7 بزرگوں کو اولڈ ایج ہوم بھیجنا یا اس طرح کے حالات پیدا کرنا کہ وہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں، کیسا عمل ہے؟

8 مشرقی اور مغربی خاندانی نظام کی خصوصیات پر ایک مضمون قلم بند کریں۔

9 مندرجہ ذیل جملوں کی سیاق وسباق کے حوالے سے وضاحت کریں:

i ''محمود نے ضرور اسے پہن کر دادا جان بننے کی کوشش کی ہوگی۔''

ii ''زینب! اب تو یہی میری دنیا ہے۔ یہ میرا کمرہ، اسے ٹھیک ٹھاک کرنا ہوگا۔''

iii ''اس کا پوتا اور دونوں پوتیاں چائے اور کھانا اس کے کمرے ہی میں پہنچاتے رہے۔''

iv ''کتنی چالاکی سے تمیز داری کا ڈراما کر رہے ہیں۔''

v ''دوسرے ہی لمحے اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اس سکول کے پاس بیٹھا ہے جس میں اس کا پوتا اور پوتیاں پڑھتی ہیں۔''

vi ''یورپ میں گھر کا کیا تصوّر ہے میں نہیں جانتا، مگر ہمارا گھر تو ہماری چھوٹی سی ایک دنیا ہوتی ہے۔''

NOT FOR SALE-PESRP

10 درج ذیل الفاظ وتراکیب اور محاورات کو جملوں میں استعمال کریں:

کم وبیش	شکن آلود	کچومر نکالنا	فرائضِ منصبی	مادرانہ شفقت
اندیشہ ہائے دور دراز	ورق گردانی کرنا	خشمگیں نظریں	گلوخلاصی کرنا	شاق گزرنا

خاکہ

خاکہ کے لفظی معنی ابتدائی نقشہ یا ڈھانچا کے ہیں۔ ادبی اصطلاح میں خاکہ ایک ایسی نثری صنف ہے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ کسی شخصیت کا بھرپور تاثر ابھارتی ہے۔ یہ کسی شخصیت کی قلمی تصویر (Pen-Sketch) ہوتا ہے۔ عمدہ خاکے کی خوبی یہ ہے کہ جس شخصیت کا خاکہ لکھا جا رہا ہو، اس کی شخصیت کے تمام تر ظاہری و باطنی خدوخال قاری کے سامنے آ جائیں۔ خاکے کو بے جا طویل نہیں ہونا چاہیے۔ اردو ادب میں خاکہ نگاری کے ضمن میں مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، چراغ حسن حسرت، شاہد احمد دہلوی، فرحت اللہ بیگ، سعادت حسن منٹو اور ممتاز مفتی وغیرہ کے نام بہت نمایاں ہیں۔

افسانہ

اُردو ادب میں افسانہ بھی مغربی ادب سے آیا ہے۔ افسانہ ایک ایسی مختصر کہانی کو کہتے ہیں، جس میں زندگی کے کسی ایک واقعے، کردار یا کیفیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ افسانے میں بیان ہونے والی کہانی اتنی مختصر ہونی چاہیے کہ اسے ایک نشست میں بہ خوبی پڑھا جا سکے۔

افسانے کی بنیادی خصوصیات

- اختصار
- وحدتِ تاثّر
- جامعیت

افسانے کی اقسام

۱۔ مقصدی افسانہ

۲۔ واقعاتی افسانہ

۳۔ نفسیاتی افسانہ

۴۔ کرداری افسانہ

۵۔ معاشرتی افسانہ

۶۔ علامتی یا تجریدی افسانہ

11 افسانہ ''اولڈ ایج ہوم'' کے مرکزی کردار ''میرزا عبدالقیوم'' کا خاکہ لکھیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

ذُو معنی الفاظ

کچھ الفاظ ذو معنی ہوتے ہیں یعنی ایسے الفاظ، جن کے دو مفہوم ہوں، مثلاً:

ذو معنی الفاظ	معانی		ذو معنی الفاظ	معانی	
بَیت	ا۔ گھر	۲۔ شعر	ظرف	ا۔ برتن	۲۔ حوصلہ
اوقات	ا۔ وقت کی جمع	۲۔ حیثیت	جست	ا۔ ایک دھات کا نام	۲۔ چھلانگ

12 درج ذیل ذو معنی الفاظ کے معانی لکھیں:

آب — ظرف — روزگار — ہار — مشتری

متشابہ الفاظ ایسے الفاظ جن کی ظاہری شکل وصورت ملتی جلتی ہو مگر وہ املا، اعراب اور معانی میں مختلف ہوں، متشابہ الفاظ کہلاتے ہیں۔ جیسے:

- ارض (عربی): زمین، جیسے: کرۂ ارض، ارض وسما
  عرض (عربی): عرض کرنا یعنی کوئی درخواست یا گزارش پیش کرنا جیسے: ادب سے عرض ہے۔
- سَحَر (عربی): صبح کا وقت، جیسے: سحر کا وقت تھا، معصوم کلیاں مسکراتی تھیں۔
  سِحر (عربی): جادو، جیسے مقرر کی باتوں نے حاضرین پر سحر طاری کر دیا۔

13 درج ذیل متشابہ الفاظ کے معانی لکھیں:

ظن، زن — اصرار، اسرار — سدا، صدا — لال، لعل — کثرت، کسرت

سرگرمیاں برائے طلبہ

- معاشرے میں ''اولڈ ایج ہوم'' کے قیام کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر گفت گو کریں۔
- ''اولڈ ایج ہوم'' کے مرکزی کردار کے جذبات واحساسات اور بدلتے ہوئے رویّوں پر ایک نوٹ لکھیں۔
- افسانہ ''اولڈ ایج ہوم'' میں جن کرداروں کے درمیان مکالمے ہوئے ہیں، ان کو ڈرامائی انداز میں پیش کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو بتائیں کہ سبق کے ایک مکالمے میں ''سلام علیکم'' اور ''سلاماں لیکم'' کہا گیا ہے، جب کہ اس کا درست املا اور تلفظ ''السلام علیکم'' ہے۔ طلبہ سے لکھنے کی مشق کروائیں۔
- افسانہ ''اولڈ ایج ہوم'' میں جو اشعار آئے ہیں، ان کے شعرا کے نام بتائیں اور مفہوم واضح کریں۔
- طلبہ کو اولڈ ایج ہوم کی تصویر، ویڈیو یا انٹرویو دکھائیں۔
- والدین اور بزرگوں کے حقوق پر اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

ڈاکٹر ابواللّیث صدیقی

(۱۹۱۶ء ۔ ۱۹۹۴ء)

اُردو کے ادیب، نقاد، ماہرِ لسانیات اور محقق ڈاکٹر ابواللّیث صدیقی آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی وطن بدایوں ہے۔ ابتدائی تعلیم آگرہ اور بدایوں میں حاصل کی۔ مسلم یونیورسٹی میں جب آنرز کی کلاسیں شروع ہوئیں تو ابواللّیث صدیقی نے بھی داخلہ لیا اور شعبہ اُردو کے پہلے پی ایچ ڈی بنے۔ تب انھوں نے ''لکھنؤ کا دبستانِ شاعری'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ مکمل کیا۔

تعلیم سے فراغت پائی تو وہ مختلف جامعات میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لسانیات کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان روانہ ہوگئے۔ واپس آئے تو پہلے لاہور، پھر کراچی میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۷۶ء میں کراچی یونیورسٹی سے سبکدوش ہوگئے۔ مضمون نگاری کا آغاز ۱۹۳۰ء میں کر دیا تھا۔ زیادہ تر مضامین علی گڑھ میگزین میں شایع ہوئے جو تاریخ زبانِ اُردو اور لسانیات سے متعلق تھے۔ اس کے علاوہ انھیں لغت نویسی اور قواعد سے بھی بہت دل چسپی تھی۔ اُردو لغت بورڈ سے وابستہ ہوئے تو انھوں نے اُردو لغت کی چھے جلدیں ترتیب دیں۔

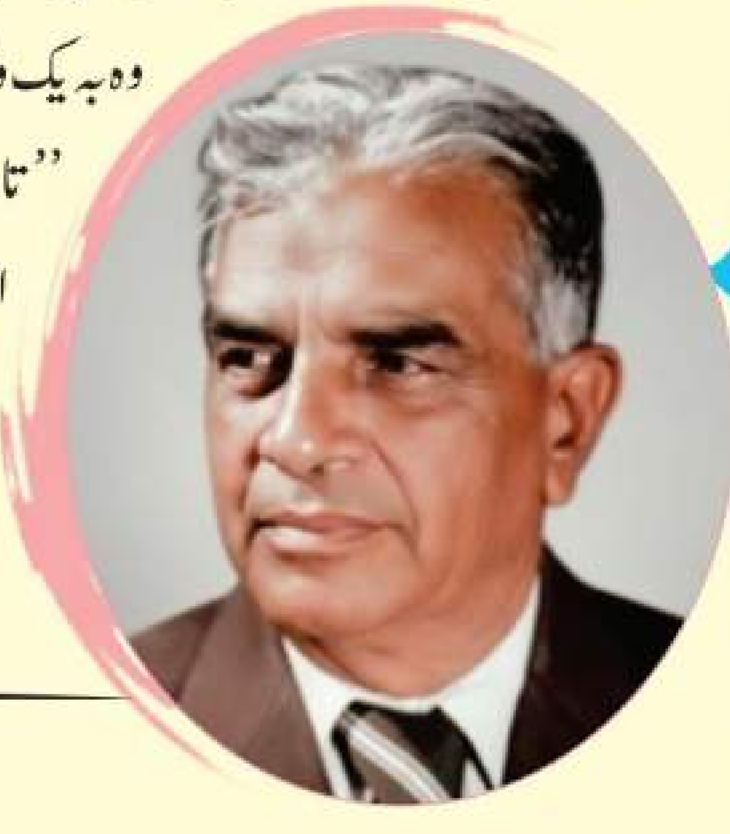

وہ بہ یک وقت نقّاد، محقّق، ماہرِ تعلیم اور استاد تھے۔ ان کی تصانیف میں ''آج کا اُردو ادب''، ''تاریخ زبان و ادب اُردو''، ''روایت اور تجربے''، ''غزل اور متغزلین''، ''مصحفی اور اس کا عہد''، ''جرأت اور اس کا عہد''، ''نظیر اکبرآبادی اور اس کا عہد''، ''اقبال اور تصوّف''، ''لکھنؤ کا دبستانِ شاعری''، ''جامع القواعد (حصّہ اوّل)''، ''اُردو میں سائنسی ادب کا اشاریہ'' اور ''رفت و بود'' (آپ بیتی) شامل ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

12

کچھ ذریعۂ تعلیم کے باب میں

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو تعلیم کے بنیادی ذرائع اور ان کی اہمیّت سے آشنا کرنا
- اُردو زبان کی اہمیّت بیان کرنا
- طلبہ میں خود اعتمادی پیدا کرنا کہ وہ اُردو کو ذریعۂ تعلیم بناتے ہوئے تحصیل علم کریں
- عربی، فارسی، انگریزی اور دیگر مقامی، علاقائی زبانوں کے اُردو پر اثرات کا جائزہ لینا

ذریعۂ تعلیم کے باب میں ہمارے ملک میں گفت گو ہو رہی ہے۔ دنیا کے شاید ہی کسی ملک میں کسی مسئلے کے تصفیے نے اتنا وقت لیا ہو اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اب بھی اتنی مدّت کے بعد کسی متفقہ فیصلے پر نہیں پہنچے۔

جب تک فارسی اس ملک کی سرکاری اور دفتری زبان رہی، یہی ہماری علمی اور ادبی زبان رہی لیکن اس کی حیثیت ایک اجنبی اور غیر ملکی زبان کی نہ تھی۔ فارسی یہاں لوگوں کے گھروں میں بولی جاتی تھی۔ بعض لوگوں کی مادری یا پدری زبان تھی اور یہاں کے لوگوں کی بھی یہ ثانوی زبان بن گئی تھی اور اتنی عام ہو گئی تھی کہ لوگ اس میں شعر کہتے تھے، دیوان اور مجموعے مرتّب کرتے تھے، علمی، ادبی اور تاریخی کتابیں لکھتے تھے، جن کو نہ صرف اس ملک میں بلکہ ایران میں بھی اربابِ بصیرت سینے سے لگاتے اور آنکھوں پر رکھتے تھے۔ اوّل امیر خسرو، عبدالقادر بیدلؔ، مرزا غالبؔ اور پھر آخر میں اقبالؒ کی فارسی، اہلِ زبان کے نزدیک بھی ویسی ہی قابلِ قبول ہے۔ فارسی ہی کیا عربی بھی ہماری علمی زبان تھی اور اس کی تحصیل کے بغیر ہمارے علم کا تصوّر مکمل نہیں ہوتا تھا لیکن فارسی کے اثر و اقتدار نے ایک عرصے تک اُردو کی ترقّی کو روکے رکھا اور ایک مدّت تک یہ زبان صرف روز مرّہ کے کاروبار اور معمولی کاموں کے لیے استعمال ہوتی رہی۔ پہلے پہل صوفیائے کرام اور علمائے عظّام نے اس کی طرف توجہ دی اور اسے برِصغیر ہندو پاکستان میں تبلیغِ دین کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا اور پھر اپنی تعلیمات، مریدوں کی تربیت اور تصنیف و تالیف میں اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ اس نے فارسی کے مقابلے میں آنکھیں کھولیں۔ دکھنی درباروں میں اسے سلاطین اور امرا کی سرپرستی حاصل ہوئی۔ شعرا اور نثر نگاروں نے اپنے افکار اور خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا، اس میں الفاظ کا سرمایہ بڑھا، اسالیب پیدا ہوئے اور تھوڑے دنوں میں یہ فارسی کی جانشین بن گئی۔ فارسی سے اس کی دشمنی نہ تھی۔ اس نے فارسی سے بہت سیکھا، فارسی کے پروں سے پرواز کی۔ فارسی نے اس کی آبیاری کی، موضوعات اور اسالیب کے تنوّع اور پختگی سے آشنا کرایا اور اس قابل بنا دیا کہ یہ اپنے دور کے علمی اور ادبی تقاضوں کو پورا کر سکے۔

آج بھی ہمارے بہت سے نادان دوست کہتے ہیں کہ اگر اس قوم نے انگریزی زبان کا سایۂ عاطفت چھوڑا تو یہ قوم یتیم ہو جائے گی، جاہل رہ جائے گی۔ دنیا میں کوئی اس کی بات نہ پوچھے گا۔ بین الاقوامی حلقوں میں اس کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔ انگریزی کو چھوڑ کر یہ قوم ذہنی اعتبار

NOT FOR SALE-PESRP

سے مفلس ہو جائے گی۔علوم وفنون کا جو ذخیرہ انگریزی میں ہے اور اس میں روز بہ روز جو اضافہ ہو رہا ہے یہ قوم اس سے محروم رہ جائے گی۔

ہمارے محبّانِ قوم کا ایک طبقہ اور ہے جسے اپنی زبان سے بھی ہمدردی ہے۔ یہ لوگ اصولاً تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قومی ترقی کے لیے قومی زبان کی ترقی ضروری ہوتی ہے اور ملک میں تعلیم وتدریس کے معیار کو اعلیٰ کرنے کے لیے قومی زبان میں تعلیم ہونی چاہیے لیکن ان کے خیال میں اُردو ابھی اس قابل نہیں ہوئی کہ اسے یہ منصب سونپا جائے۔ اس میں علمی اور فنی اصطلاحات کی کمی ہے اس میں سائنسی مضامین کو ادا کرنے کا اُسلوب پیدا نہیں ہوا ہے جدید علوم وفنون پر کتابوں کا ذخیرہ موجود نہیں ہے۔غرض ان کے خیال میں ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اپنی زبان میں تعلیم دینے کے مسئلے کو اٹھایا جائے۔

ان سوالوں کا جواب ایک بار نہیں ہزار بار دیا جا چکا ہے اور ان لوگوں نے دیا ہے جو اس زبان اور اس کے سرمائے سے واقف ہیں۔ ان لوگوں نے دیا ہے جو جدید علوم وفنون سے واقف ہیں اور جنھوں نے اپنی تعلیم انگریزی ہی کے ذریعے سے حاصل کی ہے اور جو اس مسئلے کی قومی اور بین الاقوامی حیثیت کے پہلو پر غور کرنے میں اپنی عمریں گزار چکے ہیں، لیکن ہر مرتبہ یہ مسائل اسی طرح اٹھائے جاتے ہیں گویا پہلی مرتبہ ان کا اظہار ہو رہا ہے اور ان کا کوئی جواب ہمارے پاس نہیں۔ مَیں اُنھیں چند مفروضہ مسائل اور خطرات کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں:

پہلا سوال یہ ہے کہ جن قوموں نے سائنسی میدان میں ترقی کی ہے، کیا واقعی ان کی ترقی انگریزی زبان کی مرہونِ منّت ہے؟ مثال کے طور پر یورپ میں جرمنی کو یا پھر روس کو یا پھر ایشیا میں جاپان کو لے لیجیے۔ان ملکوں کی سائنسی ترقی اور صنعتی فروغ کی کوئی ایسی بات نہیں جس پر کوئی بحث ہو سکے اور ان سب ملکوں نے اپنی اپنی زبان میں سائنس کی تعلیم وتدریس سے یہ ترقی کی ہے اور آج بھی سائنسی لٹریچر جتنا ان زبانوں میں شایع ہوتا ہے، انگریزی میں شایع ہونے والے لٹریچر سے مقدار یا نوعیت کسی اعتبار سے کم نہیں ہے۔تو اگر دنیا کے اور چھوٹے بڑے مختلف ممالک اپنی اپنی زبانوں میں جُملہ علوم وفنون اور سائنسی، صنعتی اور تکنیکی تعلیم کا انتظام کر سکتے ہیں تو ہماری زبان میں کیا ایسی بنیادی کمزوری اور خامی ہے جس کی بنا پر یہ ہماری تعلیم اور بالخصوص سائنسی تعلیم کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ ہمارے ایک ممتاز سائنس دان نے ایک عجیب بات کی۔اُنھوں نے کہا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جرمنی میں جرمن زبان میں سائنس کی تعلیم ہو سکتی ہے، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان زبانوں میں سائنس کی تعلیم ہزار سال سے ہو رہی ہے اور اسی لیے یہ زبانیں سائنس کی تعلیم وتدریس کے لیے مناسب اور موزوں بن چکی ہیں۔ مَیں سائنس دان نہیں ہوں لیکن زبان اور اس کی تاریخ کا ادنیٰ طالبِ علم ضرور ہوں۔ مجھے قطعاً معلوم نہیں کہ آج سے ہزار سال پہلے انگریزی میں کوئی سائنسی لٹریچر پیدا ہوا تھا۔ میرے علم میں تو اس وقت انگریزی زبان میں پندرہ ہزار الفاظ بھی نہ تھے۔جس کا مطلب یہ ہوا کہ سائنس کی ترقی کا دارومدار اس پر نہیں کہ زبان میں پہلے سے سائنسی تدریس کے لیے الفاظ کا کتنا ذخیرہ موجود ہوتا ہے بلکہ خود سائنس کی ترقی اس ملک کی زبان کے ذخیرے میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔جس چیز کو ہم نے مقدم سمجھ رکھا ہے وہ مقدم نہیں۔ یہی حال جرمن اور فرانسیسی کا ہے۔روسی زبان اور روس میں سائنس کی ترقی تو اس کے بھی بعد کے دَور میں ہوئی۔

دنیا کی شاید ہی کوئی ایسی زبان ہو جو اُردو کا مقابلہ کر سکے۔اس میں نئے الفاظ کے قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہے اور اپنی ساخت اور

NOT FOR SALE-PESRP

مزاج کے باعث غیر زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات بھی اس میں بلاتکلّف گُھل مِل جاتے ہیں۔اس لیے اگر اس کو جدید علوم وفنون کی تعلیم اور تدریس کے لیے اختیار کیا جائے تو یہ اس فرض کو ادا کرسکتی ہے۔زبان کی ترقی کی جس منزل میں جس قسم کے خیالات کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے اسی قسم کے الفاظ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔یہ نہیں ہوتا کہ الفاظ پہلے پیدا ہوجائیں اور اُن سے کام بعد میں لیا جائے۔

اس سلسلے میں ایک اور مسئلہ اصطلاحاتِ علمیہ کا اٹھایا جاتا ہے۔ بِلاشبہ علمی زبان بڑی حد تک اصطلاحی زبان ہوتی ہے لیکن یہ اصطلاحات علمی ترقی کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہیں۔جن ملکوں نے سائنسی علوم میں نمایاں ترقی کی ہے ان میں کسی میں یہ نہیں ہوا کہ پہلے سارے علوم کی اصطلاحات بنائی گئی ہوں اور پھر ان عُلوم پر کتابیں،مضامین یا مقالات لکھے گئے ہوں بلکہ اصطلاحات ان کتابوں اور مضامین کے ذریعے سے ہی رائج ہوتی ہیں اور پھر معیاری قرار پاتی ہیں۔اس لیے ضروری بات یہ ہے کہ لوگ پہلے ان علوم پر کتابیں اور مقالے لکھیں اور اپنی ضرورت کے لیے علمی اصطلاحات اختیار کریں۔اُردُو کے لیے علاوہ ان ہندوستانی اور پاکستانی زبانوں اور بولیوں کے،جن سے اس کا قریبی رشتہ ہے،فارسی اور عربی دو نہایت اہم ماخذ ہیں جن کے عناصر اور اجزا اُردُو کی ترکیب میں شامل ہیں اور آج بھی اصطلاح سازی میں کام آتے ہیں لیکن یہ خیال کہ پہلے ساری اصطلاحات کا ذخیرہ جمع ہوجائے پھر کتابیں لکھی جائیں تب جا کر اسے ذریعۂ تعلیم بنایا جائے، بالکل گھوڑے کے آگے گاڑی جوتنے کے مترادف ہے۔اس کی صورت صرف یہ ہے کہ ہمارے سائنس کی کتابوں کے مصنّفین کتابیں لکھیں اور دیکھیں کہ ان موضوعات پر پہلے جو کچھ لکھا جاچکا ہے اس میں سے کتنی اصطلاحات موزوں اور مناسب ہیں،انھیں اختیار کریں۔ اس طرح خود بہ خود اصطلاحات معیاری بنتی چلی جائیں گی۔یہ مسئلہ چراغ سے چراغ روشن ہونے کا ہے لیکن بڑی بات یہ ہے کہ پہلا چراغ کون روشن کرتا ہے۔

جو لوگ ایمان داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ قومی زندگی میں قومی زبان کی کیا اہمیّت ہوتی ہے،انھیں خلوص کے ساتھ اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا چاہیے۔ یہ کام صرف چند ادارے پورا نہیں کرسکتے، نہ محض حکومت کی اعانت اور سرپرستی ان مسائل کو حل کرسکتی ہے۔ یہ مسئلہ اسی طرح حل ہوسکتا ہے کہ اسے ایک قومی تحریک کی طرح چلایا جائے۔اس کے لیے رائے عامہ تیار کی جائے۔ ہمارے اساتذہ،طلبہ،مصنفین، مؤلّفین، ناشر،تعلیمی حکام، ہمارے صنعتی اور کاروباری ادارے،غرض ہماری قومی زندگی کا شعور رکھنے والا ہر شخص،اپنی اپنی جگہ اس کی کامیابی میں حصّہ لے۔

(آج کا اُردُو ادب)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 سبق ''کچھ ذریعۂ تعلیم کے باب میں'' کو مدِّنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) ''ذریعۂ تعلیم'' اصطلاح کی وضاحت کریں۔

(ii) برصغیر میں فارسی زبان کی صورتِ حال کیا تھی؟

(iii) اُردو کی ترویج میں سب سے پہلے کس نے بنیادی کردار ادا کیا؟

(iv) ''اُردو زبان میں علمی، فنی اصطلاحات کی کمی ہے۔'' یہ اعتراض کہاں تک درست ہے؟

(v) وہ کون سی اقوام ہیں جنھوں نے اپنی قومی زبان میں سائنس سمیت ہر میدان میں ترقی کی؟

(vi) اُردو زبان کے دو اہم ماخذ کون سی زبانیں ہیں؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) ''اس کی حیثیت ایک اجنبی اور غیر ملکی زبان کی نہ تھی۔'' اس بیان میں اشارہ ہے:

(الف) عربی کی طرف (ب) فارسی کی طرف (ج) اُردو کی طرف (د) دکنی کی طرف

(ii) جس زبان کے اثر و اقتدار نے اُردو کی ترقی کو روکے رکھا، وہ ہے:

(الف) انگریزی (ب) فارسی (ج) عربی (د) ہریانوی

(iii) اُردو زبان کو درباروں میں سلاطین اور امرا کی سرپرستی حاصل ہوئی:

(الف) دہلی کے (ب) لکھنؤ کے (ج) دکھن کے (د) گولکنڈہ کے

(iv) نادان دوستوں کے بقول، اگر قوم نے انگریزی زبان کا سایۂ عاطفت چھوڑا تو یہ قوم بن ہو جائے گی:

(الف) مفلس (ب) بدتہذیب (ج) بے ہنر (د) یتیم

(v) اُردو کی ترقّی سے قبل، ہماری علمی زبان تھی:

(الف) انگریزی (ب) فارسی (ج) فارسی اور عربی (د) عربی

(vi) نئے الفاظ کے قبول کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے:

(الف) عربی زبان میں (ب) فارسی زبان میں (ج) اُردو زبان میں (د) انگریزی زبان میں

3 سبق ''کچھ ذریعۂ تعلیم کے باب میں'' کا خلاصہ تحریر کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

4 درج ذیل الفاظ، تراکیب کے معنی لغت سے تلاش کر کے لکھیں:

اربابِ بصیرت	ثانوی زبان	تصنیف و تالیف	آبیاری کرنا
سایۂ عاطفت	مرہونِ منّت	تنوُّع	اصطلاحات

5 ''عالمی سطح پر اُردو زبان کی مقبولیت کے اسباب'' کے موضوع پر ایک جامع مضمون قلم بند کریں۔

6 علمی، ادبی زبان اور روز مرّہ کی عملی زبان میں کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

7 اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

تصور — متفقہ — مرتب — علوم — مقدم — ساقط — شعور

8 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے معانی و مفہوم بھی لکھیں:

''جو لوگ ایمان داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ قومی زندگی میں قومی زبان کی کیا اہمیت ہوتی ہے انھیں خلوص کے ساتھ اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا چاہیے۔ یہ کام صرف چند ادارے پورا نہیں کر سکتے، نہ محض حکومت کی اعانت اور سرپرستی ان مسائل کو حل کر سکتی ہے۔ یہ مسئلہ اسی طرح حل ہو سکتا ہے کہ اسے ایک قومی تحریک کی طرح چلایا جائے۔ اس کے لیے رائے عامہ تیار کی جائے۔''

9 درج ذیل پیراگراف کا بغور مطالعہ کریں اور دیے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں:

منشیات ایک سماجی اور انسانی المیہ ہے جو نہ صرف فرد کی صحت کو تباہ کرتا ہے بلکہ خاندان اور معاشرے کو بھی عدم استحکام سے دوچار کرتا ہے۔ منشیات کے استعمال سے نوجوان نسل کی تعلیم، روزگار اور مستقبل تاریک ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ حکومتوں اور سماجی اداروں کی جانب سے منشیات کی روک تھام کے لیے آگاہی مہم، سخت قوانین اور بحالی مرکز قائم کیے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود منشیات کا پھیلاؤ ایک بڑا چیلنج بنا ہوا ہے۔ والدین اساتذہ اور قومی و سیاسی رہنماؤں کو مل کر نوجوانوں کو منشیات کی لعنت سے بچانے کے لیے مثبت سرگرمیوں کی طرف راغب کرنا ہوگا۔

سوالات

۱۔ منشیات کے استعمال کے کیا نقصانات ہو سکتے ہیں؟
۲۔ منشیات کی روک تھام کے لیے کون سے اقدامات کرنے چاہییں؟
۳۔ بحالی مراکز کی کیا اہمیت ہے؟
۴۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر منشیات کی روک تھام کے لیے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے؟

NOT FOR SALE-PESRP

ترجمہ نگاری

ترجمہ نگاری، کسی زبان میں لکھے ہوئے مواد کو دوسری زبان میں تبدیل کرنے کا ایسا عمل ہے کہ مفہوم اور جذبات اصل متن (Text) کے مطابق ہوں۔ یہ ایک فن ہے، جس میں نہ صرف زبان کی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے، بلکہ زندگی کے دیگر پہلوؤں کی بھی گہری سمجھ بوجھ ضروری ہے۔

ترجمہ نگاری کا استعمال مختلف مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ اچھے ترجمے کے لیے ضروری ہے کہ مترجم دونوں زبانوں میں مہارت رکھتا ہو اور اصل متن کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے اس کا مؤثر ترجمہ کر سکے۔ ترجمہ کرتے وقت چند باتوں کا خیال رکھیں:

- اصل متن کو اچھی طرح سمجھیں۔
- ترجمہ کرتے ہوئے مقامی ثقافتی اقدار کو مدِنظر رکھیں۔
- مخصوص اصطلاحات کا درست ترجمہ کریں۔
- ترجمہ میں زبان و بیان اور ربط و تسلسل کا خیال رکھیں۔

10 **اوپر دی گئی ہدایات کے مطابق درج ذیل انگریزی عبارت کا اُردو میں ترجمہ کریں۔**

The greatness of labour lies in its ability to transform ideas into reality and dreams into achievements. Through hardwork and dedication, individuals can innovate and create solutions that drive progress and improve lives. Labour not only provides the means for personal growth and self-sufficiency but also contributes to the development of communities and societies. It embodies the spirit of perseverance and the pursuit of excellence, demonstrating that through effort and determination, remarkable accomplishments are possible.

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ کسی سائنسی موضوع پر اُردو زبان میں معلومات جمع کریں۔
- ''اُردو میری پہچان'' کے موضوع پر تقریر لکھیں اور کلاس میں پیش کریں۔
- ''اُردو بطور ذریعۂ تعلیم'' کے موضوع پر استدلال کریں۔
- بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی خدمات اور کارناموں کے بارے میں جاننے کے لیے دستاویزی فلم دیکھیں اور بعد میں اس پر گفت گو کریں کہ آپ اُردو کی ترویج اور ترقی کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔
- اُردو کی ترقی میں جن صوفیا کرام نے کلیدی کردار ادا کیا، ان کے بارے میں معلومات لائبریری اور انٹرنیٹ کی مدد سے جمع کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو اُردو زبان کے آغاز، ترقی اور ترویج و اشاعت کی تاریخ کے بارے میں بتائیں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ اُردو دنیا کی بڑی زبانوں میں شامل ہے۔
- طلبہ کو بتائیں کہ زندہ قومیں ہمیشہ اپنی زبان میں علم حاصل کر کے ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔
- ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی اُردو زبان کی ترویج کے حوالے سے خدمات بیان کریں۔
- اُردو کی ترقی اور فروغ کے لیے کام کرنے والے چند سرکاری اداروں کا تعارف کروائیں۔
- آزادی کے حصول کے بعد بھی ہماری قوم پر انگریزی زبان کیوں مسلط ہے؟ اُردو کی راہ میں حائل رکاوٹوں پر گفت گو کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

نظیر اکبر آبادی

(۱۷۳۵ء۔۱۸۳۰ء)

نظیر کا اصل نام، ولی محمد ہے۔ آپ رتی (ہندوستان) میں پیدا ہوئے مگر چوں کہ عمر کا زیادہ حصہ اکبر آباد (آگرہ) میں گزارا، اس لیے اپنے نام کے ساتھ اکبر آبادی لکھتے تھے۔ بارہ بھائیوں میں صرف نظیر زندہ بچے، اس لیے ماں باپ کی آنکھوں کا تارا تھے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملے کے وقت اپنی ماں اور نانی کو ساتھ لے کر آگرہ پہنچے اور تاج محل کے قریب مکان میں رہنے لگے۔ نظیر کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں، تاہم وہ عربی، فارسی، ہندی اور ہندوستان کی کئی دوسری زبانیں جانتے تھے۔ ان کا مزاج قلندرانہ تھا۔ اسی مزاج کی وجہ سے وہ اُمرا اور بادشاہوں کے درباروں سے دُور رہے۔ نواب سعادت علی خان نے انھیں لکھنؤ بلوایا، وہ نہ گئے۔ اسی طرح بھرت پور کے رئیس کی دعوت بھی ٹھکرا دی۔ متھرا میں کچھ عرصہ معلّم رہے مگر جلد ہی نوکری چھوڑ کر آگرہ آگئے اور سترہ روپے ماہوار پر لالہ بلاس رام کے بچوں کے اتالیق ہو گئے۔ نظیر نے طویل عمر پائی۔ آخری عمر میں فالج کے عارضے میں مبتلا ہوئے اور اسی بیماری کے باعث انتقال کیا۔

نظیر اکبر آبادی نے میرؔ و سوداؔ، ناسخؔ و آتشؔ اور انشاؔ، جراَتؔ کا زمانہ دیکھا، مگر اپنی آزاد طبیعت کے باعث، سب سے الگ رہے۔ اُن کی شاعری عوامی ہے۔ انھوں نے اپنے قُرب وجوار کے ماحول، اپنے عہد کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدُّن کو بڑی عمدگی کے ساتھ اپنی شاعری میں ڈھالا ہے۔ انھوں نے شعر و سخن کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا، جن کا تعلق براہِ راست عوام النّاس، بالخصوص غریب اور مفلس طبقے سے ہے۔ ان کی نظموں میں

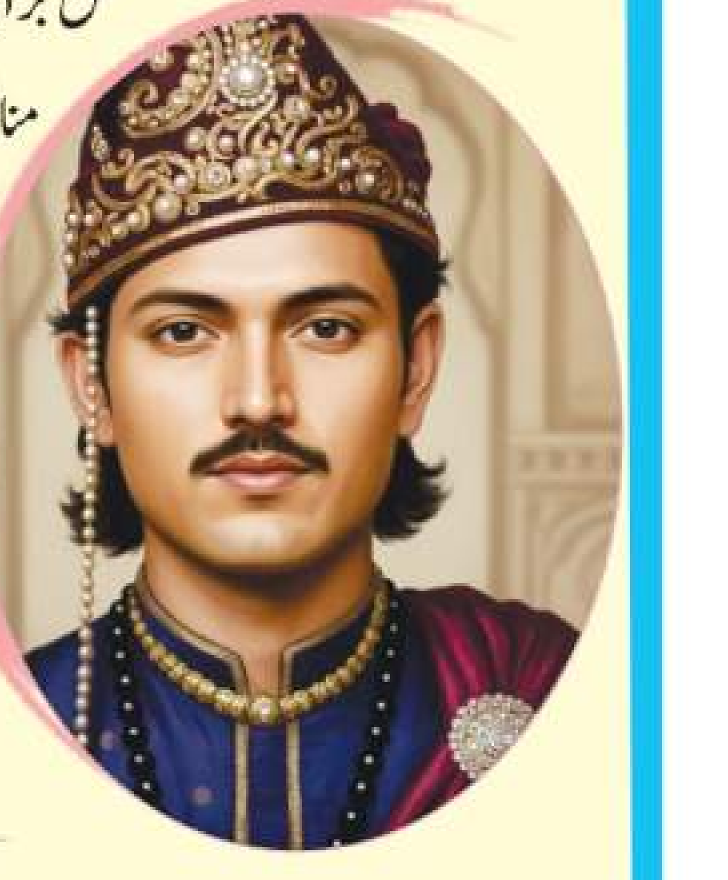

مناظرِ فطرت، مذہبی تہوار، سماجی رسوم، میلوں ٹھیلوں، جانوروں حتیٰ کہ پھلوں اور سبزیوں کا جا بجا ذکر دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے اردو نظم گوئی کے دامن کو وسیع کیا اور طویل اخلاقی اور اصلاحی نظمیں لکھیں۔ اِن کے علاوہ مناظرِ فطرت، موسموں اور تہواروں پر ان کی نظمیں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ نظمیں ان کے غیر معمولی مشاہدے اور زندگی کے گہرے تجربوں کی عکّاس ہیں۔ نظیر کی زبان عام فہم اور سادہ ہے۔ اُن کی شاعری کا کلیات اُردو ادب میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

13

آدمی نامہ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو نظیرؔ اکبر آبادی کی عوام دوست فکر سے روشناس کرنا
- سماجی ناانصافی، امیر، غریب کی تفریق کا شعور دینا
- نظیرؔ اکبر آبادی کی عوامی شاعری اور ان کے موضوعات پر روشنی ڈالنا
- مجازِ مرسل اور کنایہ کا تصوّر واضح کرنا

دنیا میں پادشا ہے ، سو ہے وہ بھی آدمی
اور مُفلس و گدا ہے ، سو ہے وہ بھی آدمی
زردار ، بے نوا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
نعمت جو کھا رہا ہے ، سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے ، سو ہے وہ بھی آدمی

ابدال و قطب و غوث و ولی آدمی ہوئے
مُنکر بھی آدمی ہوئے اور کُفر کے بھرے
کیا کیا کرشمے کشف و کرامات کے کیے
حتیٰ کہ اپنے زُہد و رِیاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے ، سو ہے وہ بھی آدمی

فرعون (۱) نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا
شدّاد (۲) بھی بہشت بنا کر ہُوا خدا
نمرود (۳) بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا
یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
یاں تک جو ہو چکا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

(۱) فرعون، مصر کا بادشاہ گزرا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی خدائی کو للکارا، آخر کار غرقِ آب ہو کر مرا۔
(۲) شدّاد نے باغِ ارم کے نام سے جنّتِ ارضی بنائی تھی۔
(۳) نمرود بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں بچالیا۔ نمرود کا بہت عبرت ناک انجام ہوا۔

NOT FOR SALE-PESRP

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی
اور آدمی ہی تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی ، اُتارے ہے آدمی
چلّا کے آدمی کو پُکارے ہے آدمی
اور سُن کے دوڑتا ہے،سو ہے وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینے سے لے شاہ تا وزیر
ہیں آدمی ہی صاحبِ عزّت بھی اور حقیر
یاں آدمی مُرید ہیں اور آدمی ہی پیر
اچھّا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیرؔ
اور سب میں جو بُرا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

(کلیاتِ نظیرؔ)

مشق

1 نظم ''آدمی نامہ'' کے متن کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i نظم ''آدمی نامہ'' کس ہیئت میں تخلیق کی گئی ہے؟
ii فرعون، شدّاد اور نمرود کون تھے اور ان کی وجۂ شہرت کیا رہی ہے؟
iii دنیا میں امیر و غریب اور اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق کیوں ہے؟
iv ''زہد و ریاضت'' کی وضاحت کریں۔
v ''پگڑی اُتارنا'' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟ اس جملہ کا مطلب بھی لکھیں۔

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i نظیرؔ اکبر آبادی کی شاعری ہے:

(الف) رومانوی (ب) کلاسیکی (ج) درباری (د) عوامی

ii ''آدمی نامہ'' کا بنیادی موضوع ہے:

(الف) عشق و محبت (ب) دین و مذہب (ج) تفریقِ انسانیت (د) جزا و سزا

NOT FOR SALE-PESRP

iii ''اعلیٰ، ادنیٰ'' کی تقسیم ہے:

(الف) فطری (ب) قدرتی (ج) سماجی (د) قانونی

iv ''پگڑی اتارنا'' کا مطلب ہے:

(الف) دھوکے سے مال لینا (ب) عزّت بگاڑنا (ج) مذاق کرنا (د) سر ننگا کرنا

v ''جان وارنا'' قواعد کی رُو سے ہے:

(الف) ضرب المثل (ب) روزمرّہ (ج) محاورہ (د) ترکیبِ لفظی

3 نظم ''آدمی نامہ'' کا اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

4 درج ذیل الفاظ وتراکیب کے معانی لغت سے تلاش کر کے لکھیں:

مُنکر — کشف وکرامات — زُہدوریاضت — تیغ — اشراف — حقیر

5 دیے گئے الفاظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں:

i ________ نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا (شدّاد، فرعون)

ii ________ جو کھا رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی (نعمت، کھانا)

iii ________ سے جاملا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی (مالک، خالق)

iv اور مفلس و ________ ہے سو ہے وہ بھی آدمی (فقیر، گدا)

v نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا ________ (بارہا، برملا)

6 نظم ''آدمی نامہ'' کے قوافی اور ردیف کی فہرست تیار کریں۔

7 ان الفاظ پر اعراب لگا کر تلفّظ واضح کریں:

نعمت — قطب — نمرود — اشراف — صاحب — کفر

NOT FOR SALE-PESRP

8 کالم ''الف'' میں دیے گئے الفاظ کو کالم ''ب'' کے مترادف الفاظ سے ملائیں۔

کالم:الف	کالم:ب
بادشاہ	جنّت
مُفلس	تقویٰ
بہشت	شمشیر
تیغ	قلّاش
جُھوٹ	سُلطان
زُہد	دروغ

مجازِ مُرسل

اگر کسی لفظ کو حقیقی یا لغوی معنی کے بجائے غیر حقیقی یا مرادی معنوں میں استعمال کیا جائے اور حقیقی و مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو، مگر کوئی تعلق ضرور ہو اور کسی ایک چیز کا نام لے کر مراد کوئی دوسری چیز لی جائے تو اسے مجازِ مرسل کہا جائے گا۔ اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً: جزو کہ کر کُل مراد لینا، کُل کہ کر جزو مراد لینا، ظرف کہ کر مظروف مراد لینا، مظروف کہ کر ظرف مراد لینا، سبب کہ کر مسبّب مراد لینا وغیرہ۔

مثالیں

(الف) فاتحہ پڑھیے۔
- اس سے مراد پوری سورۃ الفاتحہ ہے، نہ کہ صرف لفظ فاتحہ۔

(ب) احمد چکی سے آٹا پسوا لایا۔
- گندم پسوائی جاتی ہے اور یہاں ''آٹا'' سے مراد گندم ہے۔

(ج) کُرسی ٹوٹ گئی ہے۔
- کرسی کا کوئی ایک حصہ ٹوٹا ہوگا۔

(د) آگ جل رہی ہے۔
- حالاں کہ لکڑیاں جل رہی ہوتی ہیں۔

(ہ) دودھ آگ پر رکھ دیں۔
- اس سے مراد دودھ نہیں، بلکہ دودھ کا برتن چولھے یا آگ پر رکھنا ہے۔

(و) قلم کی طاقت تلوار سے زیادہ ہے۔
- قلم کا لفظ علم اور اہلِ علم کو بیان کرتا ہے، تلوار سے مراد اہلِ حرب ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

کنایہ

کنایہ کے لغوی معنی بات کو چُھپا کر کرنے کے ہیں۔ کنایہ ایسے لفظ یا الفاظ کے مجموعے کو کہا جاتا ہے، جو مجازی یا غیر حقیقی معنوں کے لیے استعمال کیے جائیں، مگر اصل اور حقیقی معنوں میں بھی یہ الفاظ استعمال کیے جائیں تو بھی درست معانی دیں، یہ ہی کنایہ کی خوبی ہے۔ جیسے:

(الف) اس کو کالے نے کاٹا۔

- کالا یہاں سانپ کا کنایہ ہے۔

(ب) اپنے سفید بالوں کا ہی کچھ خیال کرو۔

- سفید بال یہاں بڑھاپے کے لیے کنایہ ہیں۔

(ج) جب سے چولھا ٹھنڈا ہوا، کسی رشتے دار نے خبر نہ لی۔

- چولھا ٹھنڈا ہونا غربت کے لیے کنایہ ہے۔

(د) وہ بڑا تنگ دل ہے۔

- تنگ دل کنجوس آدمی کے لیے کنایہ ہے۔

مخمّس

ایسی نظم جس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی زیرِ مطالعہ نظم ''آدمی نامہ''، مخمّس کی مثال ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ فرضی طور پر نظیر اکبر آبادی کے نام ایک خط لکھیں جس میں عہدِ حاضر کی سماجی برائیوں کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ یہ خط اپنی جماعت میں سنائیں۔
- طلبہ نظم ''آدمی نامہ'' کا کوئی ایک بند یاد کریں اور زبانی سنانے کی مشق کریں۔
- طلبہ نظم ''آدمی نامہ'' کی روشنی میں ''اچھے اور مثالی انسان'' کی خصوصیات پر ایک چارٹ تیار کریں اور جماعت میں آویزاں کریں۔
- جماعت کے کمرے میں ''فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا'' کے موضوع پہ مذاکرہ کریں۔

اشاراتِ تدریس

- نظیر اکبر آبادی کے عہد اور ان کے شعری اسلوب پر کلیدی گفت گو کریں۔
- طلبہ سے ماضی اور حال کے آئینے میں سماجی مسائل کے حوالے سے سوالات کریں اور ان سے جوابات بھی اخذ کرائیں۔
- طلبہ کو خود احتسابی کی ترغیب دیں۔
- طلبہ کو نظم کی آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ سنائیں۔
- طلبہ کو زیرِ مطالعہ نظم کے حوالے سے اہم تلمیحات یعنی ''باغِ ارم'' اور ''آتشِ نمرود'' وغیرہ سے روشناس کرائیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

میر ببر علی انیسؔ

(۱۸۰۲ء۔ ۱۸۷۴ء)

میر ببر علی انیسؔ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ سے حاصل کی اور فنِ شعر میں اپنے والدِ گرامی میر خلیقؔ سے اکتسابِ فیض کیا۔ جب اودھ کا دار الحکومت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہوا تو ان کا پورا خاندان لکھنؤ چلا آیا۔ شاعری، میر انیسؔ کے گھر کی میراث تھی اور اس گھرانے کی زبان کو سند کا درجہ حاصل تھا، جیسا کہ شیخ امام بخش ناسخؔ نے کہا ہے:

''زبان سیکھنا ہو تو میر خلیقؔ کے خانوادے میں جاؤ۔''

میر انیسؔ کے پردادا، میر ضاحکؔ ہجو گوئی میں، ان کے دادا میر حسنؔ مثنوی کے میدان میں اور والد، میر خلیقؔ مرثیہ گوئی میں باوقار مقام کے حامل ہیں۔ میر انیسؔ مرثیے کے حوالے سے فخر کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

عُمر گزری ہے اِسی دشت کی سیّاحی میں
پانچویں پُشت ہے شبیرؓ کی مدّاحی میں

انیسؔ کا خاندان، زبان کی صحت و سلاست کی طرف خاص طور پر توجہ دیتا تھا۔ انھوں نے مرثیہ گوئی میں وہ کمال حاصل کیا اور اردو مرثیے کو بیانیہ شاعری کا ایسا اعلیٰ نمونہ بنا دیا کہ ان کی شاعری کو دنیا کی کسی بھی بیانیہ شاعری کے مقابلے میں اعتماد سے رکھا جا سکتا ہے۔ مصوّر رنگوں سے تصویریں بناتا ہے مگر میر انیسؔ نے لفظوں سے جو مُرقّع نگاری کی ہے، وہ چشمِ تصوّر کی عمدہ ترین تصویریں ہیں۔ میر انیسؔ نے غزلیں بھی کہی ہیں، سلام بھی اور ان کی رباعیوں کی تعداد بھی خاصی ہے مگر وہ مرثیہ کہنے کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ اُن کے ہر مرثیے کا آغاز دل کش لفظی منظر کشی سے ہوتا ہے۔ مولانا محمد حسین آزادؔ نے میر انیس کو صفائیِ کلام، لطفِ زبان، چاشنیِ محاورہ، خوبیِ بندش، حسنِ اُسلوب اور طرزِ ادا میں لاجواب لکھا ہے۔ ان کے مرثیے ''مراثیِ انیس'' کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

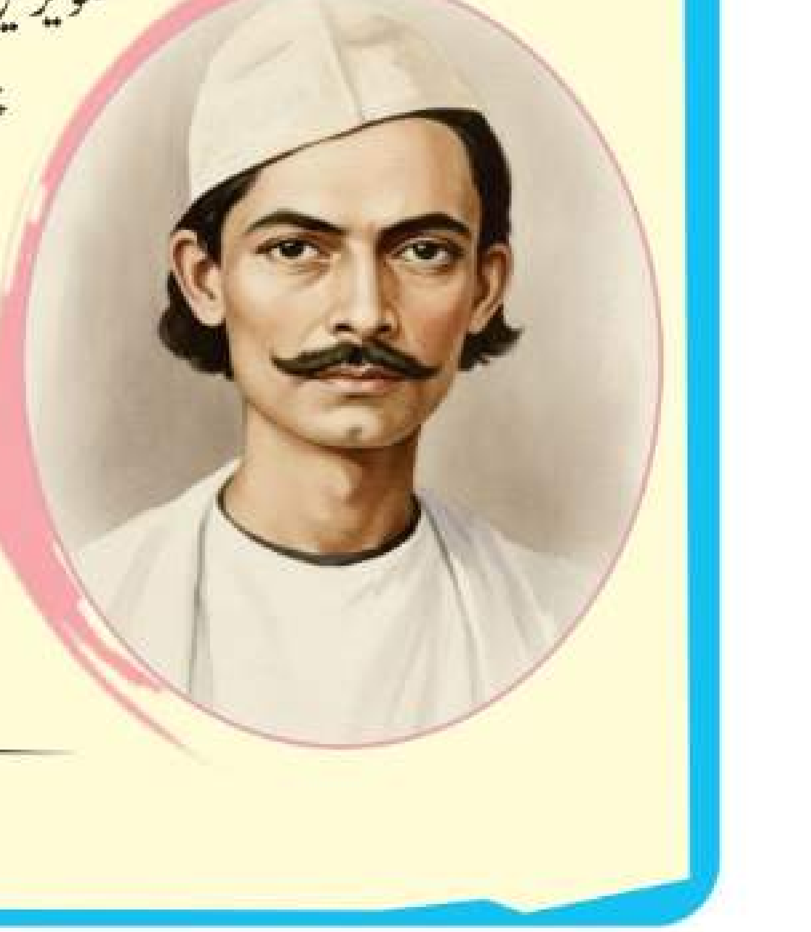

NOT FOR SALE-PESRP

14

نمودِ صُبح

تدریسی مقاصد

- میر انیسؔ کی مرثیہ نگاری سے روشناس کرتے ہوئے مرثیہ کے اجزائے ترکیبی کی توضیح کرنا
- طلبہ کو اسلامی تہذیب، اخلاقی اقدار اور جذبۂ شہادت سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو مشکل الفاظ و تراکیب، تشبیہات و استعارات اور صنائع و بدائع کے بارے میں بتانا
- میر انیسؔ کی زبان عربی، فارسی اور اردو کا حسین امتزاج ہے، ان خصوصیات کے حوالے سے طلبہ کو آگاہی دینا

طے کر چکا جو منزلِ شب ، کاروانِ صُبح
ہونے لگا اُفق سے ہُویدا ، نشانِ صُبح
گردُوں سے کُوچ کرنے لگے ، اخترانِ صُبح
ہر سُو ہوئی بلند ، صدائے اذانِ صُبح

پنہاں نظر سے ، رُوئے شبِ تار ہو گیا
عالم تمام ، مطلعِ انوار ہو گیا

خورشید نے جو ، رُخ سے اُٹھائی نقابِ شب
دَر کُھل گیا سحر کا ، ہُوا بند بابِ شب
انجُم کی فرد فرد سے لے کر حسابِ شب
دفتر کُشائے صُبح نے اُلٹی کتابِ شب

گردُوں پہ رنگِ چہرۂ مہتاب فَق ہُوا
سلطانِ غرب و شرق کا نظم و نَسَق ہُوا

NOT FOR SALE-PESRP

یوں گُلشنِ فلک سے ستارے ہوئے رواں
چُن لے چمن سے پھولوں کو جس طرح، باغباں
آئی بہار میں گُلِ مہتاب پر خزاں
مُرجھا کے رہ گئے ثمر و شاخِ کہکشاں

دِکھلائے طَور بادِ سحر نے سَمُوم کے
پژمُردہ ہو کے رہ گئے ، غُنچے نُجوم کے

چُھپنا وہ ماہتاب کا وہ صُبح کا ظُہور
یادِ خدا میں زَمزمہ پردازیِ طیُور
وہ رونق اور وہ سرد ہوا ، وہ فضا ، وہ نُور
خُنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سُرور

انساں زمیں پہ محو، مَلک آسمان پر
جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق ہر زبان پر

وہ سُرخیِ شفق کی اُدھر چرخ پر بہار
وہ بارَوَر درخت ، وُہ صحرا ، وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلوں پہ گُہر ہائے آب دار
پھولوں سے سب بھرا ہوا دامانِ کوہ سار

نافے کھُلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
آتے تھے سَرد سَرد وہ جھونکے نسیم کے

(مراثیِ انیس)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 نظم ''نمودِ صبح'' کے متن کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i ''مسدّس'' نظم میں کل کتنے مصرعے اور اشعار ہوتے ہیں؟

ii میر انیسؔ کی وجۂ شہرت کس صنفِ ادب میں ہے؟

iii ''مرثیہ'' کے اجزائے ترکیبی لکھیں۔

iv ''زمزمہ پردازیِ طُیور'' کی وضاحت کریں۔

v شبنم کے قطروں کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے؟

vi ''دامانِ کوہ سار'' کس سے بھرا ہوا تھا؟

vii ہر زبان پہ کس کا ذکر تھا؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں۔

i نظم ''نمودِ صبح'' کے شاعر ہیں:

(الف) میر انیسؔ (ب) مرزا دبیر (ج) میرؔ ضاحک (د) میرؔ حسن

ii ''نمودِ صبح'' مرثیے کے کس جز/رکن میں شامل ہے:

(الف) سراپا (ب) دعا (ج) چہرہ (د) رزم

iii نظم ''نمودِ صبح'' کی ہیئت ہے:

(الف) مخمس (ب) مُسمّط (ج) مُثمّن (د) مسدّس

iv ''اذانِ صبح'' اور ''مطلعِ انوار'' کا ذکر بند میں موجود ہے:

(الف) پہلے (ب) دوسرے (ج) تیسرے (د) چوتھے

v میر انیسؔ نے ''فلک'' کو تشبیہ دی ہے:

(الف) خوب صورت دلہن سے (ب) بوڑھے بزرگ سے (ج) خیمے سے (د) گُلشن سے

vi آسمان پر یادِ خدا میں مصروف تھے:

(الف) پرندے (ب) انسان (ج) جِن (د) فرشتے

3 نظم ''نمودِ صبح'' کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

4 نظم میں استعمال ہونے والے درج ذیل مرکبات کے معانی لکھیں:

منزلِ شب	کاروانِ صبح	گلشنِ فلک	اخترانِ صبح	رُوئے شبِ تار
مطلعِ انوار	گُلِ مہتاب	ثمرِ شاخِ کہکشاں	گُہرہائے آب دار	بادِ سحر

5 درست لفظ کی مدد سے مصرعے مکمل کریں:

i. طے کر چکا جو منزلِ ــــــــ کاروانِ صبح (شب، دشوار)

ii. عالم تمام مطلعِ ــــــــ ہو گیا (تجلیات، انوار)

iii. یوں گلشنِ فلک سے ــــــــ ہوئے رواں (طُیور، ستارے)

iv. آئی ــــــــ میں گُلِ مہتاب پر خزاں (بہار، شام)

v. یادِ ــــــــ میں زمزمہ پردازیِ طُیور (وطن، خدا)

vi. خنکی ہو جس سے چشم کو اور ــــــــ کو سُرور (قلب، دِل)

6 نظم ''نمودِ صبح'' میں تشبیہات و استعارات کی نشان دہی کریں۔

7 درج ذیل اشعار کی تشریح شعری محاسن کے ساتھ کریں:

وہ سرخیِ شفق کی اُدھر چرخ پر بہار
وہ بارور درخت، وہ صحرا، وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلُوں پہ گہرہائے آب دار
پھولوں سے سب بھرا ہُوا دامانِ کوہ سار
نافے کُھلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

مرثیہ

مرثیہ کا لفظ ''رِثا'' سے نکلا ہے، اس کا معنی ہے: میّت پر بین کرنا۔ اصطلاح میں وہ نظم مرثیہ کہلاتی ہے جو کسی کی موت پر غم کے اظہار کے طور پر لکھی جائے اور اس میں مرنے والے کے اوصاف بھی بیان کیے جائیں۔ تاہم اب مرثیہ سے ایسی نظم مراد لی جاتی ہے جس میں میدانِ کربلا کے واقعات، شہیدانِ کربلا کی بہادری اور اُن کی شہادت پر غم کا اظہار کیا گیا ہو۔

NOT FOR SALE-PESRP

مرثیہ کے اجزائے ترکیبی

چہرہ	یہ حصہ حمد یہ کلام پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں قدرتی مناظر اور موسم کا ذکر بھی ہوتا ہے۔
سراپا	مظلومِ کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے جاں نثار ساتھیوں کا حلیہ اور پیکر بیان کیا جاتا ہے۔
رُخصت	حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے رُخصت ہونے کا منظر جذباتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔
آمد	حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو میدانِ جنگ میں آتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔
رجز	اس حصے میں یزیدی لشکر کو للکارا جاتا ہے اور فخریہ انداز میں اپنا حسب نسب بیان کیا جاتا ہے۔
رزم	لڑائی کے واقعات، تلواروں کی کاٹ اور گھوڑوں کی دوڑ کا بیان ہوتا ہے۔
شہادت	اس حصے میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت کو پُر درد انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔
بَین اور دُعا	آخری حصے میں شہیدانِ کربلا کی شہادت پر ماتم کیا جاتا ہے اور دُعا مانگی جاتی ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ صبح کے دل کش مناظر کے بارے میں مکالمہ کریں۔
- طلبہ نظم کا مطالعہ کریں اور اہم الفاظ و تراکیب، اشعار کے معنی و مفہوم تک رسائی حاصل کریں اور آپس میں گفت گو کریں۔
- طلبہ نظم ''نمودِ صبح'' میں بیان کیے گئے مناظر کی تصویر کشی کریں۔
- طلبہ کسی دوسرے شاعر (مثلاً: علامہ محمد اقبالؒ، فیض احمد فیض، جوش ملیح آبادی وغیرہ) کی صبح کے بارے میں نظم پڑھیں اور دونوں نظموں کا موازنہ کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو نظم ''نمودِ صبح'' پڑھتے ہوئے صبح کا منظر ذہن میں لانے کی ترغیب دیں۔
- طلبہ کے گروپ بنوائیں اور باہمی گفت گو سے نظم کی تشریح کروائیں۔
- طلوعِ صبح، صبح خیزی اور فطرت سے دوستی کے موضوعات پر بات چیت کے لیے طلبہ کو ابھاریں۔
- میر انیسؔ کی شخصیت، شاعری اور ان کی وجہِ شہرت پر گفت گو کریں۔
- مرثیے کے ارکان ترتیب سے لکھیں اور ان کی ایک ایک مثال میر انیسؔ کے مرثیے میں سے نوٹ کریں۔
- طلبہ کو مرثیے کی صنف کا بھرپور تعارف کراتے ہوئے ارکانِ مرثیہ ازبر کرائیں۔ ہر رکن مثالوں سے واضح کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

علّامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء)

ہمارے قومی اور ملّی شاعر، مفکّر اور نظریۂ پاکستان کے خالق علّامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سیال کوٹ سے حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے فلسفے میں ایم اے کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے اور وہاں سے بار ایٹ لا اور فلسفے میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ وطن واپسی پر وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۹۳۰ء میں خطبہ الہ آباد میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک کا نظریہ پیش کیا۔ ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوا اور لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب دفن ہوئے۔

علامہ اقبال نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں پُراثر اور پُرسوز شاعری کی۔ انھوں نے اپنی شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا مگر بعد میں زیادہ تر توجہ نظم نگاری کی جانب مبذول کر دی کیونکہ قوم تک اپنا پیغام پہنچانے کا یہ زیادہ مؤثر ذریعہ تھا۔ علّامہ اقبال کا دائرۂ فکر، مشاہدۂ کائنات اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سچے عاشق تھے اور اس چاہت وعقیدت کا اظہار ان کے کلام میں دکھائی دیتا ہے۔

اقبال نے روایتی عشق و عاشقی کے موضوعات سے ہٹ کر اپنی شاعری میں زندگی، کائنات، خدا، ابلیس، عقل و خرد، تصوّف، قومیت، مردِ مومن، سیاست و مملکت اور خودی و بے خودی کا فلسفہ پیش کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسا عظیم شاعر اور فلسفی مدّتوں بعد پیدا ہوتا ہے۔

''بانگِ درا''، ''بالِ جبریل'' اور ''ضربِ کلیم'' ان کی اردو شاعری کی کتابیں ہیں۔ ''ارمغانِ حجاز'' میں بھی کچھ اردو نظمیں شامل ہیں جب کہ اس کا غالب حصہ فارسی میں ہے۔ فارسی کے دیگر شعری مجموعوں میں اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، پیامِ مشرق، زبورِ عجم، جاوید نامہ، پس چہ باید کرد اور ارمغانِ حجاز (فارسی حصّہ) شامل ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

15

خِطاب بہ جوانانِ اِسلام

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو علامہ محمد اقبال ؒ کی شاعری میں بیان کردہ موضوعات خودی، عرفانِ ذات، نظریۂ عشق اور حرکت و عمل جیسے فلسفیانہ موضوعات سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو حریت و آزادی، خود اعتمادی اور مقصدِ حیات کی تعلیم دینا
- طلبہ میں تنقیدی اور تخلیقی سوچ پیدا کرنا تاکہ وہ علامہ محمد اقبال ؒ کی شاعری پر نئے زاویوں سے غور و فکر کرنے کے قابل ہو سکیں
- طلبہ کو استعارہ اور ارکانِ استعارہ سے روشناس کرنا

کبھی اے نوجواں مُسلم! تدبُّر بھی کِیا تُو نے
وہ کیا گردُوں تھا، تُو جس کا ہے اِک ٹُوٹا ہُوا تارا

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبّت میں
کُچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں، خَلّاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی، شُتربانوں کا گہوارا

سماں 'اَلفَقرُ فَخرِی' کا رہا شانِ امارت میں
"بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوے زیبارا"[1]

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیُور اتنے
کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض مَیں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

(۱) خوب صورت چہرے کو بناؤ سنگار کی کیا ضرورت! (حافظ شیرازی)

NOT FOR SALE-PESRP

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیُّل سے فُزوں تر ہے وہ نظّارا

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تُو گُفتار، وہ کردار، تُو ثابت، وہ سیّارا

گنوا دی ہم نے جو اَسلاف سے میراث پائی تھی
ثُریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مُسلّم سے کوئی چارا

مگر وہ عِلم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

''غنیؔ! روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن
کہ نُورِ دیدہ اش روشن کُند چشمِ زلیخا را'' (۲)

(بانگِ درا)

مشق

1 نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کے متن کی روشنی میں درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کے کیا معنی ہیں؟
(ii) علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان نوجوان کو ''ٹوٹا ہوا تارا'' کیوں کہا ہے؟
(iii) صحرائے عرب میں کیسا انقلاب آیا تھا؟
(iv) علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے زوال کی کیا وجوہات بتائی ہیں؟
(v) فکرِ اقبالؒ کی روشنی میں ''فقر'' کی دو خصوصیات لکھیں۔

(۲) اے غنی! پیرِ کنعان (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے سیاہ دن کا اندازہ اس بات سے کر کہ اُن کی آنکھوں کا نور (حضرت یوسف علیہ السلام) زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر رہا تھا۔

NOT FOR SALE-PESRP

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' میں فارسی شعر شامل ہے، اس شعر کے خالق ہیں:

(الف) فردوسی (ب) منوچہری
(ج) حکیم سنائی (د) غنی کاشمیری

ii مشہور بادشاہ ''دارا'' کا تعلق تھا:

(الف) قدیم یونان سے (ب) قدیم ایران سے
(ج) قدیم روم سے (د) قدیم مصر سے

iii اسلاف کی میراث گنوانے کی وجہ سے آسمان نے ہمیں دے مارا:

(الف) مریخ سے زمین پر (ب) چاند سے زمین پر
(ج) ثریا سے زمین پر (د) مشتری سے زمین پر

iv ''ثابت'' اور ''سیارا'' قواعد کی رو سے ہیں:

(الف) مترادف الفاظ (ب) متضاد الفاظ
(ج) متلازم الفاظ (د) متشابہ الفاظ

v منعم کو گدا کے ڈر سے یارانہ تھا:

(الف) سامنا کرنے کا (ب) بولنے کا (ج) بخشش کا (د) عطا کرنے کا

3 نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کے نکات پر غور کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں خلاصہ تحریر کریں۔

4 ''مسلمانوں کا عروج و زوال'' کے موضوع پر ایک مضمون قلم بند کریں اور زوال کی دلدل سے نکلنے کے لیے تجاویز بھی دیں۔

5 نظم کے مقطع میں دیے گئے فارسی شعر میں حضرت یعقوب علیہ السّلام اور حضرت یوسف علیہ السّلام کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ اس شعر کی روشنی میں پورا واقعہ جامع انداز میں تحریر کریں۔

6 درج ذیل شعر کی تشریح اس پہلو سے کریں کہ یورپ کی سائنسی ترقّی کا دارومدار مسلمان علما کی کتابوں پر ہے:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

NOT FOR SALE-PESRP

7 کالم "الف" میں دیے گئے الفاظ کو کالم "ب" کے متعلقہ الفاظ سے ملائیں۔

کالم "الف"	کالم "ب"
گردوں	بخشش
صحرائے عرب	نظارا
مُنعم	کتابیں اپنے آبا کی
تخیّل	شُتر بان
علم کے موتی	تارا

8 درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

تدبر | آغوش | جہاں داری | نظارہ | صحرانشیں | گہوارا

9 درج ذیل الفاظ پر اِعراب لگا کر درست تلفظ واضح کریں:

منعم | خلاق | ثریا | غیور | میراث

استعارہ

جب لفظ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو یہ استعارہ کہلاتا ہے۔ جیسے: پھول مہکا، شیر چنگھاڑا۔ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ استعارہ میں تشبیہ کی طرح مشبہ، مشبہ بہ اور حرفِ تشبیہ نہیں ہوتے۔ اوپر دی گئی مثالوں میں پھول کسی بھی خُوب صُورت اور خُوب سیرت شخص کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، اسی طرح شیر کسی بھی بہادر اور شجاع شخص کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ تشبیہ میں کسی ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند تو ظاہر کرتے ہیں، لیکن استعارے میں وہ چیز ہی مستعار (ادھار) لے لی جاتی ہے، جس کی خوبی بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے:

پلکوں سے گر نہ جائیں یہ موتی سنبھال لو
دنیا کے پاس دیکھنے والی نظر کہاں

اس شعر میں "موتی" استعارہ ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

ارکانِ استعارہ

استعارہ کے لغوی معنی ہیں مستعار یعنی ادھار لینا۔ استعارہ کے تین ارکان ہیں :

۱۔ مستعار منہٗ ۔۔۔۔ خوبی یا خامی جس سے مستعار لی جائے۔

۲۔ مستعار لہٗ ۔۔۔۔ وہ چیز جس کے لیے مستعار لیا جائے۔

۳۔ وجہ جامع ۔۔۔۔ وہ خوبی جو مستعار لہٗ اور مستعار منہ میں مشترک پائی جائے۔

جس طرح تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفینِ تشبیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ کو طرفینِ استعارہ کہتے ہیں۔

ارکانِ استعارہ کے لیے یہ شعر سمجھیں کہ بہادر انسان کس طرح شیر سے استعارہ کیا جا رہا ہے:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف، چرخِ کہن کانپ رہا ہے

شیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مستعار منہٗ

حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔۔۔۔مستعار لہٗ

بہادری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وجہ جامع

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کو درست تلفظ، لے اور آہنگ سے پڑھیں۔
- علّامہ اقبالؒ کو جوانوں سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں، آپ کلامِ اقبالؒ سے ایسے پانچ اشعار نقل کریں جن میں جوانوں سے خطاب کیا گیا ہو۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو فکرِ اقبال کی نمایاں خصوصیات کے بارے میں آگاہ کریں۔
- طلبہ کو بتائیں کہ اقبالؒ نوجوان نسل کو کیا پیغام دینا چاہتے تھے۔
- نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' کا فکری اور فنی جائزہ لیں۔
- طلبہ کو منظوم اور منثور اصنافِ ادب کا فرق سمجھائیں۔
- نظم کی تفہیم، مشقی سوالات اور سرگرمیوں کے لیے مناسب رہ نمائی فراہم کریں۔
- نظم میں حافظ شیرازی کے مصرعے سے تضمین کی گئی ہے، اس مصرعے کی روشنی میں اقبالؒ کا فلسفۂ فقر بیان کریں اور ایسی مثالیں فقر اور سلوک کے سلاسل سے دیں کہ ظاہری حسن و زیبائش کی حاجت نہ رہی ہو۔

''بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوئے زیبارا''

NOT FOR SALE-PESRP

انورؔ مسعود

(پیدائش: ۱۹۳۵ء)

انور مسعود پاکستان کے معروف شاعر، مزاح نگار اور استاد ہیں، جنھوں نے اُردو، پنجابی اور فارسی زبانوں میں شاعری کی ہے۔ ان کی شاعری میں طنز و مزاح کے ساتھ ساتھ معاشرتی مسائل کی عکاسی بھی ملتی ہے جو انھیں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

انور مسعود ۸/نومبر ۱۹۳۵ء کو گنجاہ ضلع گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم، گجرات اور لاہور میں حاصل کی۔ مالی مشکلات کے باوجود انھوں نے تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اور ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے فارسی کی سند امتیاز کے ساتھ حاصل کی، پھر محکمۂ تعلیم سے وابستہ ہوگئے۔ اٹک، چکوال، تلہ گنگ اور ڈیرہ غازی خان کے کالجوں میں تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد گورنمنٹ کالج، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی میں بھی فارسی کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اُردو، پنجابی اور فارسی میں شعر کہتے ہیں۔ اپنی شاعری اور اندازِ بیاں کے سبب خاص و عام میں یکساں مقبول ہیں۔

قطعات کے مجموعے کا نام ''قطعہ کلامی'' ہے۔ دیگر تخلیقات میں ''غنچہ پھر کھلنے لگا'' (۱۹۹۶ء)، ''اک دریچہ اک چراغ''، ''ہُن کیہ کریے'' (۱۹۹۸ء)، ''میلی میلی دھوپ'' (۲۰۰۲ء)، ''درپیش'' (۲۰۰۵ء)، ''حضرت میاں محمد بخش ؒ کی سیف الملوک کا دو جلدوں میں نثری ترجمہ'' (۲۰۰۹ء) اور ''روز بروز'' (۲۰۱۰ء) شامل ہیں۔ انھیں پنجابی شاعری کے مجموعے ''میلہ اکھیاں دا'' پر پاکستان رائٹرز گلڈ (Pakistan Writers Guild) اور نیشنل بک فاؤنڈیشن (National Book Foundation) کی جانب سے انعام اور ان کی ادبی خدمات کے صلے میں انھیں تمغائے حسنِ کارکردگی سے نوازا گیا۔

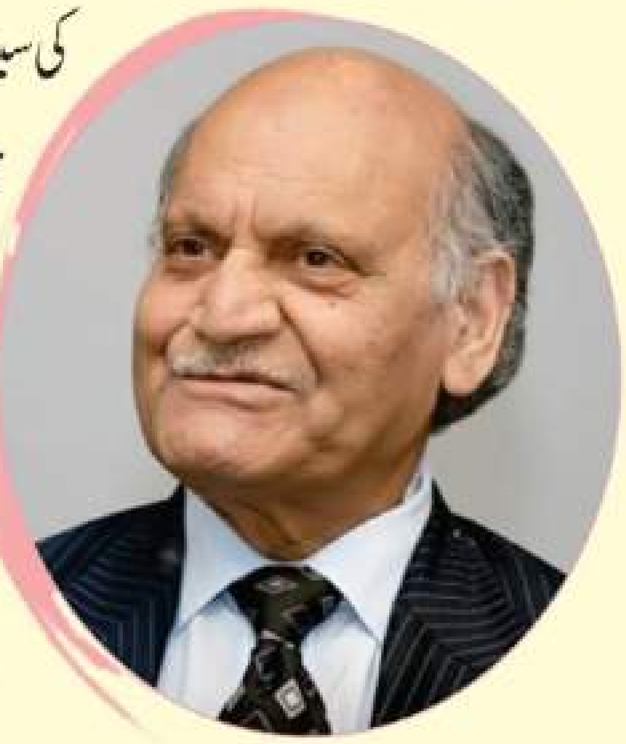

NOT FOR SALE-PESRP

16

وغیرہ

تدریسی مقاصد

- طلبہ کوطنزومزاح کی ادبی صنف سے آگاہ کرنا
- طلبہ کوانور مسعود کی مزاحیہ شاعری کی امتیازی خصوصیات کے بارے میں بتانا
- طلبہ کونظم کے موضوع، اسلوب، ہیئت اور تکنیک سے روشناس کرنا
- طلبہ میں تخلیقی صلاحیتیں اُبھارنا
- طلبہ کواشعار کی تشریح کا طریقہ سکھانا

ہے آپ کے ہونٹوں پہ جو مُسکان وغیرہ
قربان گئے اس پہ ، دِل و جان وغیرہ

بلّی تو یونہی مُفت میں بدنام ہوئی ہے
تھیلے میں تو کچھ اور تھا سامان وغیرہ

بے حِرص و غَرض فرض ادا کیجیے اپنا
جس طرح پولس کرتی ہے چالان وغیرہ

اب ہوش نہیں کوئی کہ بادام کہاں ہے
اب اپنی ہتھیلی پہ ہیں دندان وغیرہ

کس ناز سے وہ نظم کو کہ دیتے ہیں نثری
جب اس کے خطا ہوتے ہیں اوزان وغیرہ

''جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں''
گھوڑوں کی طرح بِکتے ہیں انسان وغیرہ

ہر شرٹ کی بُشرٹ بنا ڈالی ہے انورؔ
یُوں چاک کیا ہم نے گریبان وغیرہ

(دیوارِ گریہ۔۔۔اشعار کے پیچھے)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 نظم ”وغیرہ“ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) نظم ”وغیرہ“ کے مطلع کی نشان دہی کریں۔

(ii) ”بلّی کا تھیلے سے باہر آنا“ محاورہ کی وضاحت کریں۔

(iii) ”اوسان خطا ہونا“ کے محاورے کو شاعر نے کس طرح تبدیل کیا ہے؟

(iv) اس نظم میں انور مسعود نے کس نامور شاعر کے مصرعے کی تضمین کی ہے؟

(v) ”گریبان چاک کرنا“ کس چیز کی علامت ہے؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) نظم ”وغیرہ“ کے شاعر کا نام ہے:

(الف) انور مقصود (ب) انور مسعود (ج) انور تاباں (د) انور سدید

(ii) تھیلے میں تھا:

(الف) سامان وغیرہ (ب) بلّی وغیرہ (ج) چالان وغیرہ (د) دندان وغیرہ

(iii) ”بادام“ کا ہوش نہیں ہے، کیوں کہ:

(الف) بادام خریدنے کے پیسے نہیں (ب) بادام رکھ کر بھول گئے

(ج) بادام کڑوے ہیں (د) بادام کھانے کو دانت نہیں رہے

(iv) نظم کو کہ دیتے ہیں:

(الف) نثری (ب) شعری (ج) تمثیلی (د) عروضی

(v) یوں چاک کیا ہم نے:

(الف) پردہ وغیرہ (ب) گریبان وغیرہ (ج) کُرتا وغیرہ (د) پرچہ وغیرہ

3 انور مسعود کی نظم ”وغیرہ“ کے مقطع کی وضاحت کریں۔

ہر شرٹ کی بُشرٹ بنا ڈالی ہے انورؔ
یُوں چاک کیا ہم نے گریبان وغیرہ

NOT FOR SALE-PESRP

4 درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

اوسان خطا ہونا	ہتھیلی پہ سرسوں جمانا	بلّی تھیلے سے باہر آنا
گھوڑے بیچ کر سونا	آب دیدہ ہونا	ہاتھوں کے طوطے اڑنا

5 نظم ''وغیرہ'' کا خلاصہ لکھیں۔

6 اس نظم میں شاعر انور مسعود نے ہمارے سماجی اور سیاسی نظام پر طنز کیا ہے، اسے کس طرح ٹھیک کیا جا سکتا ہے؟ اپنے دلائل دیں۔

7 انور مسعود کی مشہور مزاحیہ نظم ''بنیان'' کا اُردو میں ترجمہ (نثر کی صورت) کریں۔

اشعار کی تشریح کیسے کریں؟

تشریح کے لغوی معنی کھول کر بیان کرنا، واضح کرنا، معانی وغیرہ کی تفہیم، وضاحت، صراحت، تفصیل اور تفسیر کے ہیں۔ نثر پارہ یا شعر کی تشریح بہتر تفہیم کی صورت ہے۔ طلبہ کو چاہیے کہ وہ نظم/غزل کے کسی شعر یا بند کی تشریح کرتے وقت صرف مفہوم تک محدود نہ رہیں بلکہ شاعر کی فنی خوبیوں کو بھی بیان کریں۔ شعر کی تشریح کرتے وقت درج ذیل باتوں کو ذہن نشین رکھیں:

- سب سے پہلے شعر کو غور سے پڑھیں اور اس کا مفہوم جاننے کی کوشش کریں۔
- اگر ضروری ہو تو شاعر کا مختصر لفظوں میں تعارف کرائیں۔
- اگر اشعار میں مشکل الفاظ اور تراکیب دی گئی ہیں تو اُن کے معانی درج کریں۔
- غزل یا نظم کے اشعار میں جو تشبیہات، استعارات اور صنعتیں وغیرہ استعمال ہوں، اُن کی وضاحت کریں۔
- تلمیحات اگر شعر میں موجود ہوں تو اُن کا تاریخی، ثقافتی پس منظر بیان کریں۔
- شعر میں شاعر کا پیغام یا مقصد بیان کریں کہ شاعر کیا کہنا چاہتا ہے۔
- شعر کی تشریح کرتے ہوئے ماضی اور حال کے ساتھ اُس کا تعلق سمجھنے کی ضرور کوشش کرنی چاہیے۔
- آخر میں شعر کے حوالے سے جتنی تشریحی باتیں لکھی ہیں، ان کا خلاصہ لکھ دیں، تا کہ تشریح کو سمیٹتے ہوئے بات کو ختم کیا جا سکے۔

8 مندرجہ بالا ہدایات کی روشنی میں زیرِ مطالعہ نظم کے شعر نمبر 6 کی تشریح کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

سرگرمیاں برائے طلبہ

- انورمسعود کی چند مشہور مزاحیہ نظموں کا مطالعہ کریں اور دوستوں کو سنائیں۔
- انورمسعود کی زیرِ مطالعہ نظم کو کارٹون یا تصویر کے ذریعے سے پیش کریں۔
- انورمسعود کی نظم کا کسی دیگر مزاحیہ شاعر کی نظم سے موازنہ کریں۔
- انورمسعود کی کتاب ''روز بروز'' میں شامل درج ذیل قطعہ کو توجہ سے پڑھیں اور سوالات کے جواب دیں:

یہی تدبیر ہے ردِ بلا کی
بلاؤں سے دعا محفوظ رکھے
وطن کو اس مصیبت سے بچائے
دھماکوں سے خدا محفوظ رکھے

سوالات

(i) ''ردِ بلا'' سے کیا مراد ہے؟

(ii) دہشت گردی روکنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی گئی ہے؟

(iii) شاعر نے کس چیز کی دعا کی ہے؟

(iv) قطعے کا عنوان تحریر کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو انور مسعود کی مزاحیہ شاعری کی نمایاں خصوصیات سے آگاہ کریں۔
- بتایا جائے کہ شاعر کس طرح طنز و مزاح کے روپ میں سماجی برائیوں پر تنقید کرتا ہے۔
- زیر مطالعہ نظم پر طلبہ کی آرا جاننے کی کوشش کریں۔
- طلبہ کو کسی ہلکے پھلکے موضوع پر نظم کہنے کی ترغیب دیں۔
- انور مسعود نے ''نثری نظم'' کہنے والوں پر کس طرح پھبتی کسی ہے؟ وضاحت کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ

(۱۷۹۷ء۔۱۸۶۹ء)

اصل نام اسد اللہ خاں اور تخلص غالبؔ ہے۔ آپ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرزا عبد اللہ بیگ ہے۔ غالب کی عمر پانچ برس تھی کہ اُن کے والد، ایک لڑائی میں کام آئے۔ والد کے انتقال کے بعد مرزا کی پرورش ان کے چچا نصر اللہ بیگ کے سپرد ہوئی جو، انگریزی فوج میں ملازم تھے۔ وہ بھی انتقال کر گئے تو یہ اپنی والدہ کے ساتھ دلّی آ گئے۔ بچپن میں انھوں نے شیخ معظم سے تعلیم پائی۔ بعد میں اُنھوں نے عبد الصّمد سے فارسی میں مہارت حاصل کی۔ تیرہ برس کی عمر میں ان کی شادی نواب الٰہی بخش معروؔف کی بیٹی سے ہوئی۔

مرزا غالبؔ کو پنشن ملتی تھی جس کے اضافے کے لیے اُنھوں نے کلکتے کے سفر بھی کیے مگر اس میں اضافہ نہ ہوا۔ چناں چہ معاشی تنگ دستی کی وجہ سے ۱۸۵۰ء میں دربار سے منسلک ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی کی وجہ سے پنشن بھی بند ہو گئی اور شاہی ملازمت بھی جاتی رہی۔ نواب یوسف علی خاں والی رام پور نے سو روپیا ماہوار وظیفہ مقرر کیا جو، تاحیات انھیں ملتا رہا۔

غالبؔ نے اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ اُردو، فارسی شاعری میں اُن کا مقام بہت بلند ہے، جسے سب نے تسلیم کیا ہے۔ وہ بہت زیادہ وسعتِ نظر رکھتے تھے۔ غالبؔ ہر دور کے اہم شاعر ہیں۔ ان کی فنی عظمت کو ہر ایک نے سراہا ہے۔ اُن کی ہمہ گیر شخصیت کی طرح اُن کی شاعری میں بھی بڑا تنوّع اور رنگا رنگی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں موضوعات کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ اُن کی اُردو غزل مضامین کی رنگا رنگی، وسعتِ نظر، تخیّل کی بلندی، پہلوداری، معنی آفرینی، نادر تشبیہات و استعارات، نئے الفاظ و تراکیب، طنز و ظرافت، آفاقیت اور جدّتِ ادا کی بدولت بہت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان خصوصیات کی بدولت اُنھیں اُردو شاعروں کی اوّلین صف میں جگہ ملی ہے۔

غالبؔ کی اہم تصانیف میں: ''دیوانِ غالب (اُردو)''، ''دیوانِ فارسی'' ''گُلِ رعنا''، ''مہرِ نیم روز''، ''دستنبو''، ''قاطعِ برہان''، ''قادر نامہ''، ''عودِ ہندی'' اور ''اردوئے مُعلّٰی'' شامل ہیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

17

غزل

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو مرزا غالبؔ کے اشعار میں پوشیدہ زندگی، جذبۂ عشق اور رنج والم سے جُڑے فلسفیانہ پہلوؤں سے آشنا کرنا
- اردو شاعری میں مرزا غالبؔ کے مقام اور ان کے اثرات کا تعیّن کرنا
- غالب کے کلام پر مختلف تنقیدی آرا کا موازنہ اور تقابل کرنا
- طلبہ کو غزل اور اس کے لوازم یعنی مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف وغیرہ سے روشناس کرنا

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مِرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مِرے آگے

اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مِرے نزدیک
اِک بات ہے اعجازِ مسیحا مِرے آگے

جُز نام نہیں صُورتِ عالَم مجھے منظور
جُز وہم نہیں ہستیِ اشیا مِرے آگے

ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا، مِرے ہوتے
گِھستا ہے جبیں خاک پہ دریا، مِرے آگے

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تُو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مِرے آگے

ایماں مجھے روکے ہے جو، کھینچے ہے مجھے کُفر
کعبہ مِرے پیچھے ہے، کلیسا مِرے آگے

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا
غالبؔ کو برا کیوں کہو، اچّھا مِرے آگے

(دیوانِ غالب)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 مرزا غالبؔ کی شاملِ کتاب غزل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) غالبؔ کے نزدیک یہ دنیا ''بازیچۂ اطفال'' کیوں ہے؟

(ii) ''اورنگِ سلیماں'' اور ''اعجازِ مسیحا'' تلمیحات ہیں، ان کی وضاحت کریں۔

(iii) ''حال'' اور ''رنگ'' کا لطیف فرق واضح کریں۔

(iv) ''کعبہ'' اور ''کلیسا'' کے الفاظ کن دو تہذیبوں کی علامت ہیں؟

(v) مقطع میں مرزا غالبؔ نے اپنے بارے میں کیا کہا ہے؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) غالبؔ کے نزدیک یہ دنیا ہے:

(الف) بچوں کا کھیل (ب) دکھوں کا گھر (ج) عیش و عشرت کی جگہ (د) جائے عبادت

(ii) ''اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مرے نزدیک'' میں صنعت برتی گئی ہے:

(الف) صنعتِ مبالغہ (ب) صنعتِ تضاد (ج) صنعتِ تلمیح (د) صنعتِ تکرار

(iii) غزل میں ''مرے آگے'' کے لفظ آئے ہیں بطور:

(الف) قافیہ (ب) ردیف (ج) مطلع (د) مصرع

(iv) ''جز نام نہیں'' اور ''جز وہم نہیں'' کے الفاظ عیاں کرتے ہیں دنیا کی:

(الف) حقیقت (ب) رونق (ج) دولت (د) زندگی

(v) ''گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے'' میں صنعت استعمال ہوئی ہے:

(الف) صنعتِ حسنِ تعلیل (ب) صنعتِ تلمیح (ج) صنعتِ ایہام (د) صنعتِ ترصیع

3 غالبؔ کے درج ذیل شعر کی تشریح فلسفیانہ پہلوؤں سے کریں:

جُز نام نہیں صورتِ عالَم مجھے منظور
جُز وہم نہیں ہستیِ اشیا مرے آگے

4 زیرِ نظر غزل میں غالبؔ کے سائنسی شعور کا پتا ملتا ہے۔ کلامِ غالب سے مرزا غالبؔ کی جدت پسند شخصیت کا احاطہ کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

5 درج ذیل الفاظ پر اعراب لگا کر تلفظ واضح کریں:

بازیچہ | اعجاز | صحرا | عالم | وہم | مشرب

6 ڈاکٹر علّامہ محمد اقبالؒ نے جدید سائنسی ترقی دیکھ کر حیرت کا اظہار اس شعر میں کیا تھا کہ:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

اس شعر کا موازنہ غالبؔ کی زیرِ نظر غزل میں شامل دوسرے شعر سے کریں۔

غزل

غزل عربی زبان کا لفظ ہے۔ اردو میں غزل ایرانی ادب سے آئی۔ غزل شاعری کی وہ صنف ہے، جس میں حسن وعشق کی کیفیات کے ساتھ دیگر موضوعات کو خوب صورت اور پراثر انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ غزل پر کافی تنقید ہوتی رہی ہے لیکن غزل نے ہر دور میں اپنا وقار اور اعتبار برقرار رکھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غزل کے موضوعات میں بھی تبدیلی آئی ہے۔ جدید غزل کے موضوعات قدیم اور روایتی غزل کے موضوعات سے بہت مختلف ہیں۔ غزل کا یہ اعجاز ہے کہ شاعر بہت بڑے موضوع کو ایک شعر یعنی دو مصرعوں میں سمیٹ لیتا ہے۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک الگ اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ پوری غزل میں ایک ہی بحر استعمال کی جاتی ہے۔ مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ جب کہ غزل کے باقی اشعار کا ہر دوسرا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے۔ مقطع میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ غزل کے بڑے ناموں میں میر تقی میرؔ، مرزا غالبؔ، مومن خاں مومنؔ، مرزا داغؔ، حسرتؔ موہانی، جگرؔ مرادآبادی، فیضؔ احمد فیضؔ اور ناصرؔ کاظمی وغیرہ شامل ہیں۔

مطلع

مطلع کے لغوی معنی ''طلوع ہونے کی جگہ'' کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی بھی غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں، جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں۔

پہلے شعر کو مطلع، جب کہ دوسرے شعر کو جو مطلع کے بعد آئے، ''حسنِ مطلع'' کہتے ہیں۔

گُل کو ہوتا صبا قرار اے کاش!
رہتی اِک آدھ دن بہار اے کاش!

یہ جو دو آنکھیں مُند گئیں میری
اُس پہ وا ہوتیں ایک بار اے کاش!

(میر تقی میرؔ)

NOT FOR SALE-PESRP

قافیہ اور ردیف غزل کے اس مطلع میں ''قرار اور بہار'' قافیہ جب کہ ''اے کاش'' بطور ردیف استعمال ہوئے ہیں۔

مقطع عربی زبان کا لفظ ہے جو ''قطع'' سے نکلا ہے، جس کے معنی کاٹنا یا قطع کرنا کے ہیں شعری اِصطلاح میں مقطع سے مراد غزل کا وہ آخری شعر، جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔

مقطع اور آخری شعر میں فرق

اگر آخری شعر جس میں تخلص نہ دیا گیا ہو تو وہ شعر مقطع کے بجائے ''آخری شعر'' کہلائے گا۔ میر تقی میر کی غزل سے مقطع دیکھیے:

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

7 مرزا غالبؔ کی اس غزل کے مطلع اور مقطع کی نشان دہی کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ مرزا غالبؔ کے اشعار کو درست لب و لہجے اور آہنگ سے پڑھنے کی مشق کریں تاکہ وہ شعر کے جذب و کیف کو محسوس کریں۔
- طلبہ مرزا غالبؔ کی غزل ''بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے'' کو تصویری انداز میں پیش کریں۔ عبدالرحمٰن چغتائی کے ''نقشِ چغتائی'' سے مدد لی جاسکتی ہے۔
- دیوانِ غالبؔ سے اپنی پسند کے پانچ پانچ اشعار اپنی بیاض میں نقل کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو غالبؔ کی شخصیت اور فن سے روشناس کرائیں۔
- غالبؔ کے اشعار کو تاریخ، فلسفہ اور نفسیات کی روشنی میں پیش کریں۔
- ''غالب ہر صدی کا شاعر ہے'' کے موضوع پر طلبہ کی رہنمائی کریں اور ان سے مضامین لکھوائیں۔
- طلبہ کو صنعتِ حُسنِ تعلیل کے بارے میں بتائیں اور غالبؔ کی زیرِ مطالعہ غزل کے چوتھے شعر کا حوالہ دیں۔

NOT FOR SALE-PESRP

مومن خاں مومنؔ

(۱۸۰۰ء۔۱۸۵۲ء)

مومن خاں مومنؔ اُردو کے ممتاز شاعر تھے۔ وہ مرزا غالبؔ کے ہم عصر شاعر تھے۔ ان کا اصل نام ''مومن خان'' ہے مگر وہ ''مومنؔ'' کے نام اور تخلص سے مشہور ہوئے۔ انھوں نے غزل، رباعی اور دیگر اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی، تاہم ان کی شہرت کا بنیادی سبب ان کی 'غزل' ہے۔

مومن خاں مومنؔ کا مزاج رومانی، نازک اور فلسفیانہ تھا۔ وہ نہ صرف شاعر بلکہ حکیم حاذق بھی تھے اور شعبۂ طبّ کے ذریعے سے معاش کماتے تھے۔ انھیں علمِ نجوم، ریاضی، طب، موسیقی اور علمِ رمل وغیرہ میں بھی خاص مہارت حاصل تھی۔ شاعری میں انھوں نے شاہ نصیر کی شاگردی اختیار کی۔

مومنؔ کی شاعری میں سادگی، برجستگی اور جذبات کی گہرائی نمایاں ہے۔ مومن کی غزلوں میں عشق و محبت کے جذبات کو نہایت نزاکت سے بیان کیا گیا ہے۔ اُنھوں نے مشکل قوافی اور بندشوں سے اجتناب برتتے ہوئے سادہ مگر دل نشیں انداز اختیار کیا۔

مومن خاں مومنؔ کا تمام تر کلام ''کُلّیاتِ مومن'' کی صورت میں شایع ہو چکا ہے۔ ان کی وفات ایک حادثے میں ہوئی، جب وہ اپنے گھر کی چھت سے گر گئے اور پانچ ماہ تک علیل رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ وہ دہلی میں آسودۂ خاک ہیں۔

مومنؔ اُردو ادب میں ایک نازک خیال اور جذبات نگار شاعر کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کے درج ذیل اشعار زباں زدِ خاص و عام ہیں:

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

NOT FOR SALE-PESRP

18

غزل

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو مومن خاں مومنؔ کے دور کی غزل کے بارے میں آگاہ کرنا
- طلبہ کو مومن خاں مومنؔ کی غزل گوئی کی امتیازی خصوصیات سے روشناس کرنا
- طلبہ میں شعر فہمی کا عمدہ ذوق پیدا کرنا
- طلبہ کو مومن خاں مومنؔ کی غزل کے موضوعات بارے معلومات فراہم کرنا
- صنعتِ تضاد اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا

اثر اُس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج ، راحت فزا نہیں ہوتا

ذکرِ اَغیار سے ہُوا معلوم
حرفِ ناصح بُرا نہیں ہوتا

تُم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دُنیا میں کیا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل ، یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جُدا نہیں ہوتا

چارۂ دل سوائے صبر نہیں
سو تمھارے سِوا نہیں ہوتا

کیوں سُنے عرضِ مضطر اے مومنؔ!
صنم آخر خُدا نہیں ہوتا

(دیوانِ مومنؔ)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 مومن خاں مومنؔ کی شاملِ کتاب غزل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i. زیرِ مطالعہ غزل کے مطلع اور مقطع کی نشان دہی کریں۔

ii. حرفِ ناصح سے کیا مراد ہے؟

iii. حالِ دل لکھنے میں کیا مشکل ہے؟

iv. کون ''عرضِ مضطر'' نہیں سن سکتا؟

v. شاعر کو صبر کیوں نہیں آتا اور صبر کا آنا کس طرح ممکن ہے؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i. اس غزل میں ''جُدا'' اور ''خدا'' ہیں:

(الف) رُکن (ب) قافیہ (ج) ردیف (د) تشبیہ

ii. غزل کا ایسا آخری شعر جس میں شاعر نے اپنا تخلص برتا ہو، کہلاتا ہے:

(الف) مطلع (ب) حسنِ مطلع (ج) مقطع (د) آخری شعر

iii. مومن خاں مومنؔ کے بقول ''رنج'' نہیں ہوتا:

(الف) جاں فزا (ب) دل فزا (ج) راحت فزا (د) روح فزا

iv. ''حرفِ ناصح بُرا نہیں ہوتا'' یہ حقیقت شاعر پر کھلی:

(الف) ذکرِ یار سے (ب) ذکرِ حبیب سے (ج) ذکرِ اغیار سے (د) ذکرِ رقیب سے

v. ''نہیں ہوتا'' غزل میں ہے:

(الف) قافیہ (ب) ردیف (ج) مستزاد (د) رُکن

3 مومن خاں مومنؔ کے درج ذیل شعر کی تشریح کریں جسے مرزا غالبؔ نے یہ کہ کر سندِ قبولیت بخشی کہ مجھ سے میرا سارا دیوان لے لیا جائے اور اس کے بدلے میں مجھے یہ شعر دے دیا جائے:

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دُوسرا نہیں ہوتا

NOT FOR SALE-PESRP

4 زیرِ مطالعہ غزل میں سے مختلف شعری صنعتیں تلاش کر کے لکھیں۔

5 درج ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا معنی و مفہوم اور تذکیر و تانیث کی کیفیت بھی کُھل جائے:

رنج | راحت | دنیا | صبر | وحشت | حال | ذکر | حرف

6 اشعار مکمل کریں:

(i) اثر اُس کو ذرا نہیں ہوتا

(ii) تم مِرے پاس ہوتے ہو گویا

(iii) حالِ دل ، یار کو لکھوں کیوں کر

(iv) چارۂ دِل سوائے صبر نہیں

(v) ذکرِ اغیار سے ہُوا معلوم
----

7 درج ذیل الفاظ کے واحد اور جمع بنائیں:

اغیار | راحت | ناصح | حروف | احوال | خط

8 درج ذیل اشعار کو درست تلفّظ ، لے اور آہنگ سے پڑھیں اور ان سے متعلقہ سوالات کے جوابات تحریر کریں:

وہ ساحلوں پہ گانے والے کیا ہوئے
وہ کشتیاں چلانے والے کیا ہوئے
وہ صبح آتے آتے رہ گئی کہاں
جو قافلے تھے آنے والے کیا ہوئے
میں ان کی راہ دیکھتا ہوں رات بھر
وہ روشنی دکھانے والے کیا ہوئے

(ناصر کاظمیؔ)

سوالات

(i) ساحلوں پہ گانے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

(ii) صنعتِ تکرار کس شعر میں برتی گئی ہے؟

(iii) ''راہ دیکھنا'' کے کیا معنی ہیں؟

(iv) ان اشعار میں ردیف کی نشان دہی کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

صنعتِ تضاد

علمِ بدیع کی اصطلاح میں تضاد، ایسے الفاظ استعمال میں لانا، جن کے معنی ایک دوسرے کی ضد، اُلٹ اور مقابل ہوں، مثلاً: ہنسنا اور رونا، کڑوا اور میٹھا، ٹھنڈا اور گرم، بہار اور خزاں، دوست اور دشمن، مناسب اور نامناسب، دیکھا اور اَن دیکھا وغیرہ۔ تضاد کی دو صورتیں ہیں:

(الف) **تضادِ ایجابی** متضاد الفاظ کے ساتھ اگر حرفِ نفی استعمال نہ ہوا ہو تو اسے ''تضادِ ایجابی'' کہتے ہیں۔ جیسے:

ہوائے دورِ مئے خوش گوار راہ میں ہے
خزاں چمن سے ہے جاتی بہار راہ میں ہے
(حیدر علی آتش)

اے اِلتفاتِ یار مجھے سوچنے تو دے
جینے کا ہے مقام کہ مرنے کا ہے محل
(سیّد عابد علی عابد)

(ب) **تضادِ سَلبی** جب دو الفاظ ایک مصدر یا مادے سے مشتق ہوں، ایک مثبت ہو، دوسرا منفی تو اسے تضادِ سَلبی کہتے ہیں:

جیسے:

یہ رات تمھاری ہے چمکتے رہو تارو
وہ آئیں نہ آئیں مگر امید نہ ہارو
(ناصر کاظمی)

سرگرمیاں برائے طلبہ

- مختصر ویڈیو کے ذریعے سے مومن خاں مومنؔ کی شاعری کی نمایاں خصوصیات نوٹ کریں۔
- مومن خاں مومنؔ کی غزل کو مکالمے کی صورت میں پیش کریں۔
- طلبہ گروپ کی شکل میں مومن خاں مومنؔ کی شخصیت اور فن پر کوئز مقابلے میں شرکت کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو مومن خاں مومنؔ کے دور کی سیاسی، سماجی اور ادبی کیفیات و حالات کے بارے میں بتائیں۔
- مومن خاں مومنؔ کی شاملِ کتاب غزل کی تراکیب کے معانی اور ان کی بناوٹ کے بارے میں آگاہ کریں اور طلبہ سے کچھ نئی تراکیب بھی بنوائیں۔
- طلبہ کو ''سہلِ ممتنع'' کے بارے میں بتائیں۔ انھیں باور کرائیں کہ مومن خاں مومنؔ کی زیرِ مطالعہ غزل سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

حسرؔت موہانی

(۱۸۸۱ء۔۱۹۵۱ء)

نام سیّد فضل الحسن اور حسرؔت تخلّص ہے۔ یو پی (ہندوستان) کے قصبے موہان میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے موہانی کہلائے۔ ابتدائی تعلیم، ایک مکتب میں پائی۔ قرآنِ مجید اور فارسی کی تعلیم، اپنے قصبے ہی کے علما سے حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول فتح پور سے پاس کرنے کے بعد علی گڑھ چلے گئے، جہاں سے بی اے کیا۔ ان کا شمار علی گڑھ کالج کے ممتاز طلبہ میں ہوتا تھا۔ اِس دوران میں ان کا ساتھ مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر اور سیّد سجاد حیدر یلدرم جیسی نام ور شخصیات سے رہا۔

علی گڑھ کے عرصۂ قیام میں ان کا رجحان صحافت اور سیاست کی طرف ہو گیا۔ حسرؔت نے ''اُردوئے معلّٰی'' کے نام سے ایک رسالے کا اِجرا بھی کیا۔ یہ رسالہ اپنے عہد میں قابلِ قدر سیاسی و ادبی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے، جب برِصغیر میں تحریکِ خلافت اور تحریکِ عدم تعاون کا عروج تھا۔ ان تحریکوں میں حسرؔت نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، جس کی پاداش میں انھیں کئی بار جیل جانا پڑا مگر سب تکالیف اور مصائب کے باوجود حسرؔت اپنے موقف پر ڈٹے رہے، جس کا عکس ان کی شاعری میں بھی نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں:

ہے مشقِ سخن جاری چکّی کی مشقّت بھی
اِک طُرفہ تماشا ہے حسرؔت کی طبیعت بھی

حسرؔت موہانی، غزل کے ایک باکمال شاعر تھے۔ اس بنا پر انھیں ''رئیس المتغزلین'' بھی کہا جاتا ہے۔ سر سیّد احمد خاں کی تحریکِ علی گڑھ کے بعد غزل بالکل دب کر رہ گئی تھی۔ حسرؔت نے بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ غزل کی تجدید کی اور اُردو غزل کے مجدّد کہلائے۔ ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات میں سادگی، سلاست، بے ساختگی، روز مرّہ اور محاورے کا خوب صورت استعمال، حسن و عشق کا بیان اور قومی و سیاسی موضوعات شامل ہیں۔ حسرؔت کا کلیات شائع ہو چکا ہے جو بارہ دواوین پر مشتمل ہے۔

NOT FOR SALE-PESRP

غزل

19

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو حسرتؔ موہانی کے فکر و فن سے آشنا کرنا
- طلبہ کو غزل کی ہیئت اور دیگر شعری محاسن سے روشناس کرنا
- طلبہ کو تغزّل یعنی غزل کی خصوصیات کی شناخت کروانا
- طلبہ کو مولانا حسرتؔ موہانی کی تحریکی اور انقلابی شاعری کے پس منظر اور پیش منظر سے آگاہ کرنا

ہے مشقِ سُخن جاری ، چکّی کی مشقّت بھی
اِک طُرفہ تماشا ہے ، حسرتؔ کی طبیعت بھی

دُشوار ہے رِندوں پر انکارِ کرم یکسر
اے ساقیِ جاں پرور! کچھ لُطف و عنایت بھی

برسات کے آتے ہی توبہ نہ رہی باقی
بادل جو نظر آئے بدلی مِری نیّت بھی

عُشّاق کے دل نازُک ، اُس شوخ کی خُو نازُک
نازُک اِسی نسبت سے ہے کارِ محبّت بھی

رکھتے ہیں مِرے دل پر کیوں تُہمتِ بے تابی
یاں نالۂ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوّت بھی

ہر چند ہے دل شیدا حُرّیت کامل کا
منظورِ دعا لیکن ہے قیدِ محبّت بھی

ہیں شادؔ و صفیؔ شاعر یا شوقؔ و وفاؔ حسرتؔ
پھر ضامنؔ و محشرؔ ہیں، اقبالؔ بھی ، وحشتؔ بھی

(کلیاتِ حسرتؔ موہانی)

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 حسرتؔ موہانی کی شاملِ کتاب غزل کو مدِّنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

i. حسرتؔ موہانی نے ''چکّی کی مشقّت'' کس سلسلے میں برداشت کی تھی؟

ii. شاعر نے ''ساقیِ جاں پرور'' سے کس چیز کے لیے درخواست کی ہے؟

iii. عُشاق کے لیے کارِ محبت کیوں نازک ہے؟

iv. شاعر نے اپنی کس قوت کا ذکر کیا ہے؟

v. شاعر کا دِل کس چیز کا شیدا ہے؟

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

i. ''موہانی'' قواعد کے لحاظ سے ہے:

(الف) صفتِ ذاتی (ب) صفتِ نسبتی (ج) صفتِ ضمیری (د) صفتِ عددی

ii. ''رئیس المتغزلین'' کہا جاتا ہے:

(الف) فیض احمد فیض کو (ب) ظہیر کاشمیری کو (ج) جگر مرادآبادی کو (د) حسرت موہانی کو

iii. ''مشقِ سخن'' کا مطلب ہے:

(الف) گفت گو کی مشق (ب) شاعری کی مشق (ج) خطابت کی مشق (د) موسیقی کی مشق

iv. بادل نظر آنے سے بدلتی ہے:

(الف) طبیعت (ب) نیّت (ج) صورت (د) سوچ

v. حسرتؔ موہانی نے مقطع میں اپنے نام سمیت شعرا کا ذکر کیا ہے:

(الف) چھے کا (ب) سات کا (ج) آٹھ کا (د) نو کا

vi. ''طُرفہ تماشا'' کا مطلب ہے:

(الف) حیران کن بات (ب) کھیل تماشا (ج) دل کش منظر (د) ہنگامہ

NOT FOR SALE-PESRP

3 حسرت موہانی کی زیرِ نظر غزل ''حبسیات'' کے ذیل میں آتی ہے۔ قیدِ فرنگ کی کہانی انھوں نے اپنی کتاب ''مشاہداتِ زنداں'' میں بیان کی ہے۔ ان کو اپنے سیاسی اور معاشی نظریات پر کامل یقین تھا اور عوامی شعور پر بھی انھیں اعتماد تھا کہ ایک روز ہندوستانی آزادی کا پروانہ حاصل کر کے رہیں گے۔ درج ذیل شعر کی روشنی میں غزل کے مطلع کی تشریح کریں:

اچھا ہے اہلِ جور کیے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورشِ حُبِّ وطن تمام

4 حسرت موہانی جدید غزل کے بانیوں میں سے ہیں۔ ان کی غزل میں موضوعاتی تنوع ملتا ہے۔ انقلاب اور سامراج سے بغاوت کے شعلوں کی حِدّت کے ساتھ محبت و الفت کے نرم اور ریشمی جذبوں کی پھوار بھی ملتی ہے۔ ان کی درج ذیل غزل توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جوابات بھی تحریر کریں:

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہُوا ہے آتشِ گُل سے چمن تمام
حیرت غرورِ حُسن سے، شوخی سے اِضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لیے ہیں چلن تمام
دیکھو تو چشمِ یار کی جادو نگاہیاں
بے ہوش اِک نظر میں ہوئی انجمن تمام

سوالات

i انجمن کس کے جمال سے روشن ہے؟

ii دِل نے کون سے چلن سیکھ لیے ہیں؟

iii پوری محفل بے ہوش کیوں ہوگئی؟

iv اِن اشعار کے قوافی اور ردیف کے بارے میں بتائیں۔

5 درج ذیل الفاظ پر اِعراب لگا کر تلفّظ واضح کریں:

تہمت | مضطر | حریت | لطف وعنایت | وحشت | محشر | طبیعت

NOT FOR SALE-PESRP

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ حسرتؔ موہانی کی مشہور غزل ''چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے'' پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔
- حسرتؔ موہانی کے کلام میں انقلاب، محبت اور استعماریت کے خلاف جیسے موضوعات کی نشان دہی کریں۔
- حسرتؔ موہانی کی شخصیت اور شاعری کے حوالے سے تصویری البم اور کولاژ (Collage) تیار کریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو مولانا حسرتؔ موہانی کا تعارف تحریکِ آزادی کے سربلند کارکن اور ترقی پسند شاعر کی حیثیت سے کرائیں۔
- حسرتؔ موہانی کی غزلیات کا دیگر ترقی پسند شعرا کے ساتھ موازنہ کراتے ہوئے ان کے مابین مماثلتوں اور امتیازات کی نشان دہی کریں۔
- اشعار کی تشریح کرتے وقت طلبہ کی شرکت کو بھرپور بنائیں اور ان سے سوال و جواب بھی کرتے رہیں۔
- مولانا حسرتؔ موہانی بطور صحافی، سیاست دان اور شاعر کے موضوع پر گفت گو کریں۔
- اساتذہ، طلبہ کو استاد غلام علی کی آواز میں گائی ہوئی حسرتؔ کی کوئی غزل سنائیں اور اس پر اظہارِ خیال کریں۔
- اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ رئیس المتغزلین حسرتؔ موہانی کے درج ذیل شعر کی روشنی میں ان کے فنِ شاعری کا جائزہ لیں:

اے وہ کہ تجھے شوق ہے تحسینِ سخن کا
میرا جو کہا مان ، تو حسرتؔ کی غزل دیکھ

NOT FOR SALE-PESRP

زہرانگاہ

(پیدائش: ۱۹۳۶ء)

زہرانگاہ، اُردُو ادب کی ایک ممتاز شاعرہ اور ادیبہ ہیں۔ ان کی شاعری میں ان کی انفرادیت، نسوانی لب و لہجہ اور زبان و بیاں کی لطافت کی گہری چھاپ موجود ہے۔ وہ ۱۹۳۶ء کو حیدرآباد دکن (انڈیا) میں پیدا ہوئیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ کراچی منتقل ہوگئیں۔

زہرانگاہ کا تعلق ایک علمی اور ادبی خانوادے سے ہے۔ ان کے والدِ محترم قمر مقصود ایک بلند پایہ عالم اور فارسی کے استاد تھے۔ ان کے بھائی انور مقصود اور بہن فاطمہ ثریا بجیا بھی معروف دانش ور اور ادیب ہیں۔

زہرانگاہ نے کم عمری ہی میں شاعری کا آغاز کیا اور جلد ہی اپنے الگ اُسلوب کی وجہ سے اردو ادب کی دنیا میں اپنی پہچان بنالی۔ اُنھوں نے جگر مرادآبادی کو اصلاح کی غرض سے اپنا ابتدائی کلام دکھایا مگر انھوں نے کہا کہ تمھیں اصلاح کی ضرورت نہیں اور تمھارے کلام میں فطری طور پر پختگی موجود ہے۔

وہ بنیادی طور پر نظم، غزل کی شاعرہ ہیں مگر ان کی نثر بھی گہرے فکری مواد کی حامل ہے۔ ان کی شاعری میں نسوانی جذبات، مشرقی روایات، فلسفہ اور معاشرتی ناہمواریوں کا گہرا شعور ملتا ہے۔ ان کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی ان کا سادہ مگر دل نشیں اُسلوب ہے۔

ان کے اہم شعری مجموعوں میں ''شام کا پہلا تارا''، ''ورق'' اور ''فراق'' شامل ہیں۔ ان کی شاعری کا کلیات بھی شایع ہو چکا ہے۔ زہرانگاہ نے مختلف ادبی اور ثقافتی اداروں کے ساتھ وابستگی اختیار کی، جن میں پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس (PNCA) بھی شامل ہے۔

زہرانگاہ نہ صرف ایک شاعرہ ہیں بلکہ ایک دانش ور بھی ہیں۔ ان کی گفت گو، تحریر اور عوامی خطابات میں علم، تہذیب اور بصیرت کی جھلک ملتی ہے۔ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ پاکستان نے انھیں تمغا برائے حسنِ کارکردگی سے نوازا۔

NOT FOR SALE-PESRP

غزل

20

تدریسی مقاصد

- طلبہ کوجدید اردو غزل سے روشناس کرانا
- زہرا نگاہ کی شاعری کی مدد سے طلبہ کو جدید غزل کے رجحانات، موضوعات اور اسالیب سے متعارف کرانا
- زہرا نگاہ کی شاعری میں خواتین کے جذبات، مسائل اور معاشرتی تناظرات کو سمجھنا
- طلبہ کو زہرا نگاہ کی غزل کے حوالے سے خواتین کی خود مختاری، سماجی ناانصافی اور نفسیاتی کشمکش جیسے موضوعات پر تبادلۂ خیال کرنا

یوں کہنے کو پیرایۂ اِظہار بہت ہے
یہ دل ، دلِ ناداں سہی خوددار بہت ہے

دیوانوں کو اب وُسعتِ صحرا نہیں درکار
وحشت کے لیے سایۂ دیوار بہت ہے

بجتا ہے گلی کُوچوں میں نقّارۂ اِلزام
ملزم کہ خموشی کا وفادار بہت ہے

جب حُسنِ تکلّم پہ کڑا وقت پڑے تو
اور کچھ بھی نہ باقی ہو تو تکرار بہت ہے

خود آئینہ گر، آئینہ چھوڑے تو نظر آئے
دہکا ہوا ہر شُعلۂ رُخسار بہت ہے

مُنصف کے لیے اِذنِ سماعت پہ ہیں پہرے
اور عدل کی زنجیر میں جھنکار بہت ہے

فراق

NOT FOR SALE-PESRP

مشق

1 زہرا نگاہ کی شاملِ کتاب غزل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

(i) دل کی خُوبی اور خامی کے بارے میں شاعرہ نے کیا کہا ہے؟

(ii) دیوانگی اور وحشت کے لیے کیا درکار ہے؟

(iii) اِلزامات کے جواب میں مُلزم نے کیا حکمتِ عملی اختیار کی ہوئی ہے؟

(iv) کس چیز پہ کڑا وقت پڑا ہے؟

(v) ”زنجیرِ عدل“، تلمیح کی وضاحت کریں۔

2 درست جوابات کی نشان دہی کریں:

(i) زہرا نگاہ کی یہ غزل ان کے شعری مجموعے سے لی گئی ہے:

(الف) ”شام کا پہلا تارا“ سے (ب) ”فراق“ سے (ج) ”گُلِ چاندنی“ سے (د) ”ورَق“ سے

(ii) نقارۂ الزام بجتا ہے:

(الف) میدانوں میں (ب) پہاڑوں میں (ج) شہروں میں (د) گلی کوچوں میں

(iii) ہر شعلۂ رخسار ہے:

(الف) بُجھا ہوا (ب) کِھلا ہوا (ج) جَلا ہوا (د) دہکا ہوا

(iv) ملزم وفادار ہے:

(الف) ملک کا (ب) عدالت کا (ج) دوست کا (د) خموشی کا

(v) مُنصف کے لیے پہرے ہیں:

(الف) عدالت پہ (ب) اِذنِ تکلّم پہ (ج) اِذنِ سماعت پہ (د) بولنے پہ

3 اشعار مکمل کریں:

(i) یوں کہنے کو پیرایۂ اظہار بہت ہے

NOT FOR SALE-PESRP

ii) بجتا ہے گلی کوچوں میں نقارۂ الزام

----

iii) خود آئینہ گر آئینہ چھوڑے تو نظر آئے

----

4 درج ذیل تراکیب کی وضاحت کریں:

پیرایۂ اظہار | وُسعتِ صحرا | حُسنِ تکلّم | آئینہ گر | شُعلۂ رُخسار

5 عبدالحمید عدم نے عدالتی نظام کی کمزوریوں پہ یہ زبان زدِ خاص و عام شعر کہا تھا:

ہم کو شاہوں کی عدالت سے توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

اسی شعر سے موازنہ کرتے ہوئے زہرا نگاہ کے درج ذیل شعر کی تشریح کریں:

مُنصف کے لیے اذنِ سماعت پہ ہیں پہرے
اور عدل کی زنجیر میں جھنکار بہت ہے

6 زہرا نگاہ کی زیرِ مطالعہ غزل کے قوافی اور ردیف کی نشان دہی کریں۔

7 زہرا نگاہ کی اس غزل میں کون سا شعر بیت الغزل ہے؟ وجہ بھی بتائیں۔

8 زہرا نگاہ کی درج ذیل غزل کو صحتِ تلفظ، لَے اور آہنگ سے ادا کریں اور نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات بھی تحریر کریں:

ایک تیرا غم جس کو راہِ معتبر جانیں
اس سفر میں ہم کس کو اپنا ہم سفر جانیں

جس سے کچھ نہ کہہ پائیں جانِ گفت گو ٹھہرے
جس سے کم ملیں اس کو سب سے بیش تر جانیں

اپنا عکس بھی اکثر ساتھ چھوڑ جاتا ہے
یہ مآلِ خود بینی کاش! شیشہ گر جانیں

NOT FOR SALE-PESRP

تار تار کر ڈالیں، صبرو ضبط کا دامن
زخم زخم دکھلا دیں ، ظرفِ چارہ گر جانیں

سوالات

(i) زہرا نگاہ کس کو اپنا ہم سفر کہہ رہی ہیں؟
(ii) ''جس سے کم ملیں اس کو سب سے بیش تر جانیں'' کی وضاحت کریں۔
(iii) ''مآلِ خود بینی'' کا مفہوم بیان کریں۔
(iv) چارہ گر کا ظرف آزمانے کے لیے شاعرہ کیا کرنا چاہ رہی ہیں؟

تلمیح

تلمیح کا تعلق علمِ بدیع سے ہے۔ تلمیح سے مراد کلام میں کسی مشہور سیاسی، سماجی، مذہبی یا تاریخی واقعے، کسی آیتِ قرآنی، حدیثِ مبارکہ وغیرہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ تلمیح کی مثالوں میں آتشِ نمرود، چاہِ یوسفؑ، سحرِ سامری، یدِ بیضا، صبحِ ازل، عہدِ الست، حُسنِ یوسفؑ، شق القمر، چاہِ بابل، جُوئے شِیر وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔

آ رہی ہے چاہِ یُوسفؑ سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت
(حالیؔ)

کشتیِ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش
(اقبالؔ)

سرگرمیاں برائے طلبہ

- زہرا نگاہ کی غزل کا تقابل جدید شاعرات (مثلاً پروین شاکر، فہمیدہ ریاض) کے ساتھ کریں۔ اساتذہ کرام مدد کریں۔
- زہرا نگاہ کی غزل میں سے کوئی شعر منتخب کریں اور اس کے خیال پر کوئی مختصر کہانی تحریر کریں۔
- زہرا نگاہ کی غزل کے پسندیدہ اشعار کو پوسٹر، ڈیجیٹل آرٹ یا کیلی گرافی کی شکل میں پیش کریں۔

اشاراتِ تدریس

- زہرا نگاہ کے عہد، ان کے شعری اُسلوب اور معاصر ادب میں ان کے ادبی مقام و مرتبے کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کریں۔
- غزل ''یوں کہنے کو پیرایۂ اظہار بہت ہے'' میں شامل مشکل الفاظ و تراکیب کی وضاحت کریں نیز فارسی، عربی زبان کے اثرات پر بھی روشنی ڈالیں۔
- زہرا نگاہ کی شاعری کو عورت کی آواز کے طور پر مطالعہ کرنے کی تاکید کریں۔

NOT FOR SALE-PESRP

فرہنگ

1۔ حمد (نظم)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
باغبان	مالی	خلوت	تنہائی
بُو	خوش بو	راز داں	راز جاننے والا
پنہاں	پوشیدہ، چُھپا ہوا	عیاں	ظاہر، کُھلا ہوا
جلوت	محفل	محرم راز	بھید جاننے والا، راز دار دوست
چمن	باغ	میزبان	صاحبِ خانہ

2۔ نعت

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اِصرار	تاکید، کسی فعل یا قول پر استقامت	شمعِ ہدایت	ہدایت کا چراغ
چشمِ بصیرت	دیکھنے والی آنکھ	غبارِ راہ	راستے کی دُھول مٹی
ختم الانبیا	آخری نبی، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم	مرحبا	سبحان اللہ، واہ وا
رسولِ مجتبیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم	چُنے ہوئے رسول، حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ایک صفاتی نامِ مبارک	مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم	پسندیدہ، منتخب، نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ایک صفاتی نامِ مبارک
سراپا گوش	سرتاپا کان بن جانا / غور اور انہماک سے سننا	مغفرت	بخشش
شریعت	دین کے اصول، شرع	نقشِ قدم	قدم کا نشان

3۔ اخلاقِ نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اِعانت کرنا	مدد کرنا	خندہ جبیں	خوش مزاج، ہنس مکھ
امرِ حق	حق بات	دفتر	تحریری مجموعہ
اوصاف	وصف کی جمع ، خوبیاں	ردکرنا	ٹھکرانا

NOT FOR SALE-PESRP

بے باکی سے	بے خوفی سے ، بدتہذیبی سے	صراحتاً	تفصیل کے ساتھ ، صاف طور پر
تحمل	برداشت	ضیافت	دعوت
تردید کرنا	نفی کرنا	عیب جو	عیب تلاش کرنے والا
تعجب کرنا	حیرت کا اظہار کرنا	مزاج شناسی	مزاج سے واقف ہونا
تیور	انداز ، طرز	مہربان طبع	ہمدرد فطرت
خنداں	خوش ، مسکراتا ہوا	نرم خُو	نرم مزاج
سال ہا سال	طویل عرصہ	واقفِ کار	جاننے والا ، باخبر

4۔ سرسیّد کا بچپن

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
باوجودیکہ	اس کے باوجود	سماج	معاشرہ
تقصیر	قصور، گناہ	صغیرسن	چھوٹی عمر کا
جواہرات	قیمتی موتی ، جوہر کی جمع	عنایت	مہربانی
خصوصیت	خاص وصف	متعدد	کئی ، بہت سے
خِلعت	قیمتی لباس	مستعد	تیز ، چُست
خیرخواہ	ہمدرد ، اچھا چاہنے والا	نذر دینا	نیاز پیش کرنا

5۔ محسنِ محلّہ

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آب خورہ	پانی پینے کا برتن	گھگھی بندھ گئی	رونے لگا ، ہچکیاں لینے لگا
اصیل مرغا	لڑاکا مرغ	ماہ بہ ماہ	مہینے کے مہینے
انہونی	ناممکن	مبالغہ	بڑھا چڑھا کر بیان کرنا
بابت	بارے میں	منشی گیری	حساب کتاب کرنے کا کام
بندوبست	انتظام	میخ	کیل
تنگی ترشی	تکلیف کے ساتھ	یک مُشت	ایک ہی وقت میں / اکٹھا

NOT FOR SALE-PESRP

6۔ کفّارہ

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
انتقام	بدلہ، پاداش	عُذر	بہانہ،معذوری
بدمزاج	تندخُو، چڑچڑا	کفّارہ	بدلہ، جرمانہ، تلافی
برانگیختہ کرنا	غصّہ دلانا	مامور	مقرّر کرنا، ہونا
پامال کرنا	پیروں تلے روندنا	مغرور	متکبّر، غرور کرنے والا
پلندہ	ڈھیر، خصوصاً کاغذوں کا	نادم	شرمندہ
تپش	حرارت، گرمی	ناسُور	مُراد سوراخ دار زخم جو کبھی اچھّا نہ ہو
ڈھارس	حوصلہ، ہمّت	مقدّم	ضروری

7۔ سویرے جو کل آنکھ میری کھلی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اولوالعزم	پختہ ارادے والا	سہانا	خوب صورت، دل کش
بر سبیلِ تذکرہ	ذکر کرتے ہوئے	شامت	بُرا وقت
تقطیع کرنا	الگ الگ کرنا، شاعری کا وزن دیکھنا	غنچہ دہنی	غنچے جیسا منھ یعنی مسکراتا ہوا
خندہ پیشانی سے	خوشی سے	مرعوب	رعب میں آنے والا
دل آویز	دل کش، پیارا	منظورِ نظر	محبوب، پسندیدہ
سحر خیز	صبح جلدی اٹھنے والا	حَرَج	نقصان، کمی

8۔ دوستی کا پھل

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جانا	پریشان ہو جانا، سخت حیرت زدہ ہونا	دکھ سکھ	غم اور خوشی
اپنائیت سے	محبت سے	دھیان	توجّہ سوچ
اردگرد	آس پاس	سَنگی	ساتھی
الاؤ	گھاس پھونس کا جلتا ہُوا ڈھیر	فکر	خیال
چین	سکون، آرام	کھوہ	گڑھا، سوراخ (کسی درخت کے تنے وغیرہ میں)

NOT FOR SALE-PESRP

9۔ میرا گاؤں

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ایکا	اکٹھ، اتحاد، اتفاق	غربت	مفلسی
بساند	ناخوش گوار، بدبو	فرصت	فراغت
پسماندگی	پیچھے رہ جانا	متروکہ	چھوڑا ہوا، ترک کیا ہوا
حمایت	مدد، ساتھ	محکمہ	ادارہ
خوش گفتار	شیریں زبان، خوش کلام	مصیبت	دکھ، پریشانی
رضا کارانہ طور پر	اپنی مرضی سے	وار	حملہ

10۔ بابل کے کھنڈر

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آراستہ	سجا ہوا	سیّاح	سیر و سیاحت کرنے والا
بامِ عروج	بلندی، رفعت، عظمت	ضیافت	دعوت
بوق و قرنا	اعلان کے دو ساز / آلے	معبد	عبادت گاہ
پیچ در پیچ	بہت الجھے ہوئے (پیچیدہ)	مطلق العنان	آمر، وہ حکمران جو کسی قانون کا پابند نہ ہو
جاہ و جلال	رعب و دبدبہ، شان و شوکت	مفلوک الحال	برے حال والا
ریشم و سنجاب	نہایت قیمتی لباس	نفیری	تیز آواز والا بگل یا نقارہ
رتھ	گھوڑا گاڑی، شاہی سواری	مؤرخ	تاریخ دان

11۔ اولڈ ایج ہوم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آرزو	تمنّا، خواہش	شاق گزرنا	بُرا لگنا
اطمینان	سکون	شکن آلود	جس میں بل پڑے ہوں
اندیشہ	خطرہ، خوف	شہ دینا	اکسانا، آگے بڑھانا
بے تحاشا	بے حد، بہت زیادہ	فی الفور	فوراً، اچانک
پیشانی	ماتھا	کرب انگیز	دکھ کو بڑھانے والی

NOT FOR SALE-PESRP

تُرکی بہ تُرکی جواب دینا	کسی شخص کو اسی کی زبان اور انداز میں جواب دینا، سخت جواب دینا	لجاجت سے	عاجزی سے
جواز	شرعاً یا قانوناً کسی بات کا دُرست ہونا	مدعو کرنا	دعوت دینا، بلانا
خوش مزاج	خوش اخلاق، اچھے مزاج والا	وابستگی	تعلق، نِسبت، منسلک ہونا
سرزنش کرنا	بُرا بھلا کہنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا	ہنگامہ	شوروغل، جھگڑا، فساد

12۔ کچھ ذریعۂ تعلیم کے باب میں

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آب یاری کرنا	پانی دینا، نشوونما کرنا	شعور	سوچ، فکر
اسالیب	زبان و بیان کے انداز	فرض	ذمہ داری
بصیرت	دانش مندی	متفقہ	جس پر سب کا اتفاق ہو
تنوّع	قسم قسم کی چیزیں	مرہونِ منّت	احسان مند
رائے عامہ	عام سوچ، تمام لوگوں کی رائے	مفروضہ	فرض کی گئی بات
ساقط	رَد کیا ہوا، بے کار	موضوعات	موضوع کی جمع، عنوانات

13۔ آدمی نامہ (نظیر اکبر آبادی)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اشراف	شریف لوگ، معزز	جال	پھندا، مکروفریب
برملا	کھلم کھلا، اعلانیہ	زردار	امیر لوگ
بےنوا	بے بس، بے سروسامان	صید	شکار
پگڑی اتارنا	بے عزتی کرنا	گدا	فقیر
تیغ	تلوار	مفلس	غریب، مسکین

14۔ نمودِ صبح (میر ببر علی انیس)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بادِ صبح	صبح کی ٹھنڈی ہوا	صبحِ نور	طلوعِ آفتاب کی روشنی، صبح کا اجالا
چرخ	آسمان	طاؤس	مور

NOT FOR SALE-PESRP

دم بدم	ہر لحہ	غول	ٹولی، جتھا
سبزہ	گھاس، ہریالی	لاجورد	نیلا
سرخ پوش	سرخ لباس والا	لالہ زار	لالے کے پھولوں کا کھیت، باغ
شفق	وہ سرخی جو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے وقت اُفق پر نمودار ہوتی ہے	نخل	درخت

15۔ خطاب بہ جوانانِ اسلام (علّامہ محمد اقبالؒ)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آبا	باپ دادا	سیّارا	حرکت میں رہنے والا
اسلاف	مورث، اگلے زمانے کے لوگ	سیپارا	تیس ٹکڑے / ٹکڑے ٹکڑے
تدبّر	سوچ بچار، غور فکر	صحرا نشین	صحرا میں رہنے والے لوگ
تمدّن	تہذیب، معاشرت	فزوں تر	بہت بلند
ثابت	رُکا ہوا	گردوں	آسمان
ثُریّا	چھے ستاروں کا جھرمٹ / بلندی	منعم	مال دار
جہاں دار	دنیا پر حکومت کرنا	میراث	وراثت، بزرگوں کا ترکہ

16۔ وغیرہ (انور مسعود)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بے حرص و غرض	بغیر کسی لالچ اور ذاتی فائدے کے	قربان	فدا
طرزِ حکومت	حکومت کرنے کا طریقہ	مسکان	مسکراہٹ
فرض	ذمہ داری	ناز سے	ادا سے

17۔ غزل (مرزا غالبؔ)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اعجازِ مسیحا	حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ	شب و روز	رات دن
اورنگِ سلیمان	حضرت سلیمان علیہ السّلام کا تخت	نہاں	چھپا ہوا
بازیچۂ اطفال	بچوں کا کھیل	ہم راز	دوست، محرم
جبیں	ماتھا، پیشانی	ہم مشرب	ایک جیسے عقیدے والے

NOT FOR SALE-PESRP

18۔ غزل (مومن خاں مومن)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اثر	احساس	صنم	بُت، مورتی، محبوب مراد ہے
جُدا	الگ	کیوں کر	کیسے
راحت فزا	سکون پہنچانے والا	مضطر	بے قرار، بے چین
رنج	دُکھ	ناصح	نصیحت کرنے والا

19۔ غزل (حسرت موہانی)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خُو	عادت، ادا	غمِ فرقت	جدائی کا دکھ
دشوار	مشکل	مشقِ سخن	شعر کہنے کی مشق
دیوانہ	مجنون	مشقّت	سخت محنت
شاد	خوش	نالہ	فریاد
طُرفہ	عجیب	یکسر	بالکل، پُورے کا پُورا

20۔ غزل (زہرانگاہ)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آئینہ گر	آئینہ ساز، شیشہ بنانے والا	حُسنِ تکلّم	بات کرنے کی خوبی
اِذن	اجازت، حکم	خوددار	غیرت مند
پیرایۂ اظہار	اظہار کا انداز	منصف	انصاف کرنے والا
تکرار	اصرار، بار بار دہرانا، بحث	وحشت	جنون، دیوانگی

NOT FOR SALE-PESRP

سوالیہ پرچے کی تیاری بارے ہدایات

اُردو لازمی برائے جماعت دہم

(نوٹ:) ہر سبق کے آغاز میں، اس سبق کے مصنف/ شاعر کا جو تعارف دیا گیا ہے، اس میں سے، بورڈ کے امتحان میں کسی قسم کا کوئی سوال نہیں پوچھا جائے گا۔

اُردو لازمی برائے جماعت دہم (X) کا پرچہ 75 نمبروں پر مشتمل ہوگا۔ معروضی طرز کا حصہ 15 نمبروں پر مشتمل ہوگا اور اس کا وقت 20 منٹ ہوگا۔ انشائی طرز کا حصہ 60 نمبروں پر مشتمل ہوگا اور اس کا وقت 2:10 گھنٹے (دو گھنٹے، دس منٹ) ہوگا۔

معروضی طرز

سوال:1 کثیر الانتخابی سوالات کل نمبر:15 (1x15=15)

حصہ درسی کتاب: اس حصے میں کل دس (10) سوالات ہوں گے۔

☆ حصہ نثر میں سے سات (7) کثیر الانتخابی سوالات (MCQs) بنائے جائیں۔ ایک سبق میں سے ایک سے زیادہ کثیر الانتخابی سوالات نہ بنائے جائیں۔

☆ حصہ نظم میں سے دو (2) کثیر الانتخابی سوالات (MCQs) بنائے جائیں۔

☆ حصہ غزل میں سے ایک (1) کثیر الانتخابی سوال (MCQ) بنایا جائے۔

حصہ قواعد: اس حصے میں کل پانچ (5) سوالات ہوں گے۔

☆ **ذُو معنی الفاظ، مماثل و متشابہ الفاظ** (اُردو قواعد و انشا: ص 31 تا 33) میں سے ایک (1) کثیر الانتخابی سوال (MCQ) بنایا جائے۔

☆ **تلفظ/ اعراب** (اُردو قواعد و انشا: ص 47 تا 49) میں سے ایک (1) کثیر الانتخابی سوال (MCQ) بنایا جائے۔

☆ **تشبیہ/ استعارہ** (اُردو قواعد و انشا: ص 62 تا 64) میں سے ایک (1) کثیر الانتخابی سوال (MCQ) بنایا جائے۔

☆ **صرف و نحو** (اسم، فعل، حرف اور ان کی اقسام) (اُردو قواعد و انشا: ص 01 تا 11 اور ص 20 تا 28) میں سے دو (2) کثیر الانتخابی سوالات (MCQs) بنائے جائیں۔

انشائی طرز

سوال:2 اشعار کی تشریح (نظم + غزل) کل نمبر:10 (2x5=10)

☆ شاملِ نصاب چھے (6) نظموں میں سے کوئی سی چار (4) نظموں میں سے ایک ایک شعر دیا جائے، جن میں سے کوئی سے تین (3) اشعار کی تشریح درکار ہے۔

☆ شاملِ نصاب چار (4) غزلوں میں سے کوئی سی تین (3) غزلوں میں سے ایک ایک شعر دیا جائے، جن میں سے کوئی سے دو (2) اشعار کی تشریح درکار ہے۔

سوال:3 نثر پارے کی تشریح کل نمبر:10

☆ شاملِ نصاب کُل دس (10) نثری اسباق میں سے، پہلے پانچ (5) اسباق اور آخری پانچ (5) اسباق میں سے ایک ایک نثر پارہ تشریح کے لیے دیا جائے۔ ہر نثر پارے کے کُل تین الفاظ/ تراکیب کو خط کشید کیا جائے۔ دو نثر پاروں میں سے کسی ایک کی تشریح درکار ہے۔ نمبروں کی تقسیم حسبِ ذیل ہے:

☆مصنف کا نام: 1 نمبر ☆سبق کا نام: 1 نمبر ☆خط کشیدہ الفاظ/ تراکیب کے معانی: 3 نمبر ☆تشریح: 5 نمبر

سوال:4 مختصر سوالات کے جوابات کل نمبر:10 (2x5=10)

☆ اس حصے میں کل آٹھ (8) مختصر سوالات بنائے جائیں جن میں سے پانچ (5) سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

☆ حصہ نثر میں سے چار (4) سوالات بنائے جائیں۔ شاملِ نصاب کُل دس (10) نثری اسباق میں سے، پہلے پانچ (5) اسباق اور آخری پانچ (5) اسباق میں سے

NOT FOR SALE-PESRP

دو دو سوالات بنائے جائیں۔

☆ حصہ نظم میں سے دو (2) سوالات بنائے جائیں۔ شاملِ نصاب کُل چھے (6) نظموں میں سے، پہلی تین اور آخری تین نظموں میں سے ایک ایک سوال بنایا جائے۔

☆ حصہ غزل میں سے دو (2) سوالات بنائے جائیں۔ شاملِ نصاب کُل چار (4) غزلوں میں سے پہلی دو اور آخری دو غزلوں میں سے ایک ایک سوال بنایا جائے۔

سوال: 5 نثری سبق کا خلاصہ — کل نمبر: 5

☆ شاملِ نصاب کُل دس (10) نثری اسباق میں سے، پہلے پانچ (5) اسباق اور آخری پانچ (5) اسباق میں سے ایک ایک سبق منتخب کیا جائے۔ دیے گئے دو اسباق میں سے کسی ایک (1) سبق کا خلاصہ درکار ہے۔

سوال: 6 مضمون نویسی — کل نمبر: 15

☆ اُردو قواعد و انشا میں شامل مضامین میں سے کوئی سے تین (3) عنوانات کا انتخاب کیا جائے اور ان میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھنے کو کہا جائے۔

(اُردو قواعد و انشا: ص 105 تا 145)

سوال: 7 تفہیمِ عبارت — کل نمبر: 10

☆ اُردو قواعد و انشا میں شامل عبارات میں سے کوئی ایک عبارت، تفہیم کے لیے منتخب کی جائے اور اس کے آخر میں دیے گئے پانچ (5) سوالات کے جوابات لکھنے کو کہا جائے۔ (اُردو قواعد و انشا: ص 147 تا 156)

ماڈل سوالیہ پرچہ

اُردو لازمی برائے جماعت دہم

معروضی طرز

کل نمبر: 15 — وقت: 20 منٹ

1۔ کتاب کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل کے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں: — 1x15=15

(i) اگر کوئی دفعتاً آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دیکھتا تو ہو جاتا: (الف) مانوس (ب) مرعوب (ج) حیران (د) گرفتارِ محبت

(ii) ''اولڈ ایج ہوم'' کے قیام کی بنیاد رکھی گئی تھی: (الف) برطانوی طرز پر (ب) امریکی طرز پر (ج) ہسپانوی طرز پر (د) یونانی طرز پر

(iii) ماسٹر جی کے بٹیروں کا کٹورہ بھر دیا گیا: (الف) کنگنی سے (ب) باجرہ سے (ج) چاولوں سے (د) آٹے سے

(iv) بابو مداری لال نئے سیکرٹری سبودھ چندر کا تھا: (الف) دوست (ب) ہمسایہ (ج) رشتے دار (د) ہم جماعت

(v) ''ہوادار'' نام ہے ایک: (الف) دیوان خانے کا (ب) زنان خانے کا (ج) تیز گھوڑے کا (د) پالکی کی قسم کی سواری کا

(vi) بابل کو پھر سے بامِ عروج تک پہنچایا: (الف) حمورابی نے (ب) بخت نصر نے (ج) سکندرِ اعظم نے (د) بیرونی حملہ آوروں نے

(vii) کچھ نادانوں کے بقول اگر انگریزی کا سایۂ عاطفت چھوڑا تو یہ قوم ہو جائے گی: (الف) مفلس (ب) یتیم (ج) بد تہذیب (د) بے ہنر

(viii) نظیر اکبر آبادی کی شاعری ہے: (الف) رومانوی (ب) کلاسیکی (ج) درباری (د) عوامی

(ix) مشہور بادشاہ ''دارا'' کا تعلق تھا: (الف) قدیم یونان سے (ب) قدیم ایران سے (ج) قدیم روم سے (د) قدیم مصر سے

(x) ''مشقِ سخن'' کا مطلب ہے: (الف) شاعری کی مشق (ب) گفت گو کی مشق (ج) خطابت کی مشق (د) موسیقی کی مشق

(xi) ذو معنی لفظ ''عرض'' کے معانی ہیں: (الف) چوڑائی، لمبائی (ب) لمبائی، التماس (ج) چوڑائی، التماس (د) موٹائی، چوڑائی

NOT FOR SALE-PESRP

(xii) درست تلفظ کا انتخاب کریں:	(الف) مُشاعِرہ	(ب) مُشاعَرہ	(ج) مَشاعِرہ	(د) مَشاعَرہ
(xiii) استعارہ کے ارکان کی تعداد ہے:	(الف) ایک	(ب) دو	(ج) تین	(د) چار
(xiv) ان الفاظ میں سے اسمِ معرفہ ہے:	(الف) شہر	(ب) فیصل آباد	(ج) انسان	(د) گاؤں
(xv) ''قینچی'' قواعد کی رُو سے ہے:	(الف) اسمِ مصدر	(ب) اسمِ آلہ	(ج) اسمِ اشارہ	(د) اسمِ مصغر

انشائی طرز

کل نمبر: 60

وقت: 2:10 گھنٹے

2۔ درج ذیل نظم و غزل کے اشعار کی تشریح کیجیے۔ (حصہ نظم سے 3 اور حصہ غزل سے 2 اشعار منتخب کیجیے) **2x5=10**

حصہ نظم

(i) مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں — یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

(ii) مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی — جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

(iii) اب ہوش نہیں کوئی کہ بادام کہاں ہے — اب اپنی ہتھیلی پہ ہیں دندان وغیرہ

(iv) دنیا میں پادشا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی — اور مفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

حصہ غزل

(v) مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے — تُو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

(vi) حالِ دل یار کو لکھوں کیوں کر — ہاتھ دل سے جُدا نہیں ہوتا

(vii) مُنصف کے لیے اِذنِ سماعت پہ ہیں پہرے — اور عدل کی زنجیر میں جھنکار بہت ہے

3۔ درج ذیل نثر پاروں میں سے کسی ایک کی تشریح کیجیے۔ سبق کا عنوان، مصنف کا نام اور خط کشیدہ الفاظ/تراکیب کے معانی بھی تحریر کیجیے۔ **1+1+3+5=10**

(الف) بعضے بچے ابتدا میں نہایت ذکی اور طباع اور اپنے ہمجولیوں میں سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں، سرسیّد میں کوئی اس قسم کا صریح امتیاز نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے قوائے ذہنیہ کو محض دماغی ریاضت اور لگاتار غور و فکر سے بتدریج ترقی دی تھی اور اسی لیے ان کی لائف کا آغاز معمولی آدمیوں کی زندگی سے کچھ زیادہ چمک دار معلوم نہیں ہوتا لیکن جس قدر آگے بڑھتے جایئے اُسی قدر اس میں زیادہ عظمت پیدا ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ ہیرو کو معمولی آدمیوں کی سطح سے بالاتر کر دیتی ہے۔ اسی لیے بعض حکما کی یہ رائے ہے کہ محنت سے آدمی جو چاہے، سو ہو سکتا ہے۔

(ب) بھٹے پر دشمن نے اپنا مورچا لگایا تھا۔ اس کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ میری کُٹیا کا نام و نشان باقی نہیں رہا تھا۔ گاؤں تک جانے والی اینٹوں کی سڑک پس کر چورا ہو چکی تھی اور اس میں گڑھے پڑ چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ لگے بجلی کے کھمبے غائب تھے۔ گاؤں تک پہنچتے پہنچتے میرا دل سنسان اور ویران ہو چکا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے شام پڑ چکی ہو حالاں کہ ابھی دھوپ تیز تھی اور اس میں ڈھلتے سورج کی زردی بھی نہیں رچی تھی۔ ابھی ہم گاؤں سے سو دو سو قدم کے فاصلے پر تھے کہ اس کی ویرانی نے ہمیں لپک کر آ لیا جیسے وہ ہمارا استقبال کر رہی ہو۔ دلوں میں اتری ہوئی شام اور بھی گہری ہو گئی۔

NOT FOR SALE-PESRP

4۔ درج ذیل میں سے کوئی سے پانچ سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے۔ 2x5=10

(i) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کن الفاظ میں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو تسلی دی؟

(ii) ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد میرزا عبدالقیوم نے کس شوق میں وقت گزارنے کی منصوبہ بندی کی تھی؟

(iii) صبح سویرے پڑوسی کی ''گولہ باری'' سے کیا مراد ہے؟

(iv) گدھ، سانپ اور کبوتروں کے درمیان دوستی کس بنا پر ہوئی؟

(v) ''لاکھ پردوں میں تُو ہے بے پردہ'' سے کیا مراد ہے؟

(vi) نظم ''نمودِ صبح'' میں شبنم کے قطروں کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے؟

(vii) حسرتؔ موہانی نے ''چکی کی مشقت'' کس سلسلے میں برداشت کی تھی؟

(viii) غالبؔ کے نزدیک یہ دنیا ''بازیچۂ اطفال'' کیوں ہے؟

5۔ درج ذیل میں سے کسی ایک نثری سبق کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ 5

(الف) محسنِ محلّہ (ب) بابل کے کھنڈر

6۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے۔ 15

(i) والدین کی اطاعت (ii) جہیز ایک لعنت (iii) فوگ اور سموگ: اسباب، اثرات اور تدارک

7۔ درج ذیل عبارت کو غور سے پڑھیے اور نیچے دیے گئے سوالات کے مختصر جوابات تحریر کیجیے۔ 2x5=10

مختلف انسان مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ زبانوں کو ان کے ماہروں نے مختلف خاندانوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ان میں دو خاندان بہت مشہور ہیں: ایک سامی اور دوسرا آریائی۔ سامی خاندان میں عربی اور عبرانی وغیرہ شامل ہیں۔ آریائی خاندان میں نہ صرف پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی زبانیں شامل ہیں بلکہ یونانی، اطالوی، جرمن، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کا شمار بھی اسی خاندان میں ہوتا ہے۔ دراصل آریائی خاندان زبانوں کا بہت بڑا خاندان ہے اور اس سلسلے کا کوئی دوسرا خاندان اس کی وسعت کی برابری نہیں کر سکتا۔ زبانوں کے آریائی خاندان کی شعاعیں پاکستان، ہندوستان، ایران، انگلستان اور یورپ کے مختلف ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔

سوالات:

(i) زبانوں کے دو مشہور خاندان کون کون سے ہیں؟
(ii) عربی اور انگریزی زبانیں، زبانوں کے کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟
(iii) آریائی خاندان کی جن زبانوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، ان کے نام لکھیے۔
(iv) ہماری قومی زبان اُردو کا تعلق کس خاندان سے ہے؟
(v) دنیا کے کون کون سے ممالک ایسے ہیں جہاں آریائی خاندان کی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

NOT FOR SALE-PESRP